

فَالرَّسُولُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا خَاتَمَ الرُّسُلِ الْمُبَارَكِ صَلَوَاتُكَ صَلَوَاتُهُ ۖ يَا فَاخِرَ مَنْ طَلَعَتْ لَهُ التِّيْرَانُ
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے (آپ ﷺ کے وصال کے موقع پر) فرمایا: اے خاتمِ ارسِل، آپ بَرکت اور سعادت کے
جسے نبیوں میں اور خیر تو ان کے لیے ہے، جن آپ کی ہدایت کی روشنیاں چمکیں۔ (الشرح الکبیر لابن قدامہ ۲/۴۳۰)

تَقْوِيَةُ صَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تالیف
مافظ حامد محمود الحضرمی

نظر ثانی و اضافہ
ابو حمزہ عبد الخالق صدیقی
علامہ منیر احمد وقار

تقریظ
شیخ ایش عبد اللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ



قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: يَا خَاتَمَ الرُّسُلِ الْمُبَارَكِ ضَوْؤُهُ ۖ يَا فَخْرَ مَنْ طَلَعَتْ لَهُ النِّيْرَانُ

حضرت قاطب دہلوی نے (آپ ﷺ کے وصال کے موقع پر) فرمایا: اے خاتم الرسل، آپ برکت اور سعادت کے جوئے فیض ہیں اور فخر تو ان کے لیے ہے جن پر آپ کی ہدایت کی روشنیاں چمکیں۔ (الشرح الکبیر لابن قدامہ ۲/۴۳۰)



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حقوق النبی اکبریم



تالیف

حافظ حامد محمود الحضری

نظر ثانی و اضافہ

ابو حمزہ عبد الخالق صدیقی

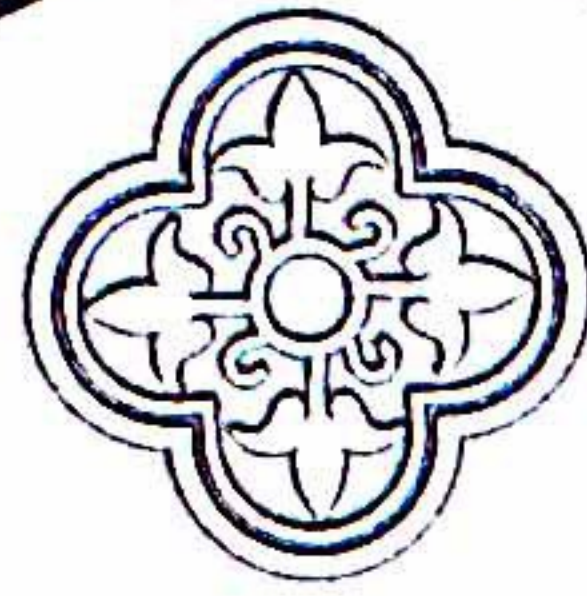
علامہ منیر احمد وقار

تقریظ: شیخ الحدیث عبد اللہ ناصر الرحمانی حفظہ اللہ



انصار السنہ پبلی کیشنز لاہور

DATA ENTERED



جملہ حقوق بحق

انصار السنۃ پبلیکیشنز

محفوظ ہیں

نام کتاب: حقوق النبی الکریم ﷺ

تالیف: حافظ حامد محمود بختری

نظر ثانی و اضافہ ابو حمزہ عبد الخالق صدیقی، علامہ منیر احمد وقار

اہتمام: محمد رمضان محمدی، محمد سلیم جلالی

ناشر: ابو موسیٰ منصور احمد

اسلامی اکادمی، افضل مارکیٹ، 17- اردو بازار لاہور فون: 042-37357587

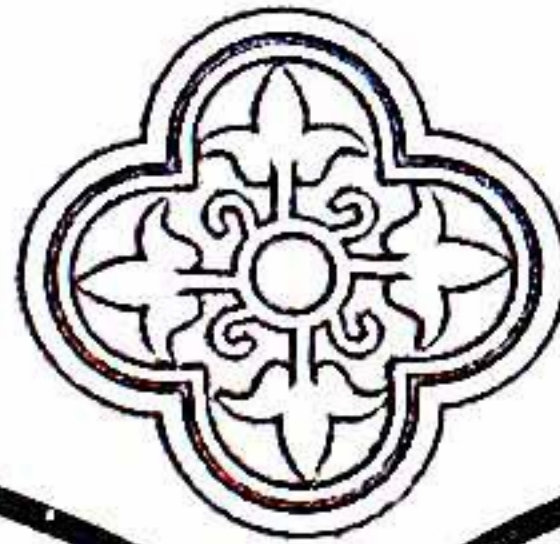
Dar-us-Salam

486 ATLANTIC AVE, BROOKLYN, NY 11217

TEL(718) 625-5925 FAX:(718) 625-1511

E-Mail: darussalamny@hotmail.com

Web Site: www.darussalamny.com



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

انتساب

سبوح و قدوس لم یزل معبود!

میں اس کتاب کے جبل نور کے موتیوں، لعلوں، جواہرات اور ہیروں کو تیری ذات لم یزل اور شانِ جلال و جبروت کی نذر کرتا ہوں۔ حمد و صلوة کی عنبرین فضا میں اس سعی کو قبول فرما اور ہمیں ”حقوق النبی ﷺ“ کے اجالے میں صراطِ مستقیم پر گامزن فرما۔ آمین

معراجِ زندگی ہے عجز و نیاز میرا
ہے شانِ کبریائی کبر و غرور تیرا

Handwritten text, possibly a signature or name, written diagonally across the page.

184

فہرست مضامین

17	عرضِ ناشر	❖
18	تقریظ	❖
23	مقدمہ مؤلف	❖
31	تمہید	❖

پہلا حق

نبی کریم ﷺ کی عبدیت اور رسالت پر ایمان

35	ایمان کی تعریف	❖
37	نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے کا مطلب	❖
37	نبی کریم ﷺ پر ایمانِ کامل	❖
40	رسول اللہ ﷺ کی عبدیت پر ایمان	❖
41	عبدیت خیر الوریٰ	❖
44	رحمتِ عالم ﷺ کا اقرار عبودیت	❖
45	رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر ایمان	❖
46	حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کا ایمان بالرسالت	❖

- 47 حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت رسالت ❖
- 49 عالم گیر نبی ﷺ ❖
- 50 تمام لوگوں کے لیے رسول ❖
- 50 تمام جہاں والوں کے لیے رسول ❖
- 50 جملہ بنی نوع جن وانس کے لیے نبی ❖
- 50 سب کے لیے نبی ❖
- 50 جہاں تک دعوت پہنچے ان سب کے لیے نبی ❖
- 51 جبکہ باقی انبیاء کسی خاص قوم یا قبیلے کے لیے مبعوث ہوئے ❖
- 51 سیدنا موسیٰ و ہارون علیہما السلام ❖
- 51 سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے متعلق تورات کیا کہتی ہے؟ ❖
- 52 سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ❖
- 53 حاصل کلام ❖
- 54 ختم نبوت ❖
- 56 آیات قرآنیہ ❖
- 56 احادیث صحیحہ و صریحہ ❖
- 57 تمثیلی احادیث ❖
- 58 اسماء النبی ﷺ و اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم ❖
- 59 اقوال صحابہ ❖
- 60 آپ ﷺ کا اعلان نبوت اور جھوٹے نبیوں سے ڈرانا ❖
- 61 آپ ﷺ کی نبوت تمام شریعتوں کی ناسخ ہے ❖

- 61 نسخ شرائع پر قرآنی دلائل ❖
- 62 دعویٰ عموم اور خطاب عموم ❖
- 63 ایک اہم بات ❖
- 63 احادیث سے نسخ شرائع سابقہ کے دلائل ❖
- 64 سابقہ کتب سے شریعت محمد ﷺ کے نسخ ہونے کے دلائل ❖
- 64 عیسیٰ علیہ السلام کا قول ❖
- 65 موسیٰ علیہ السلام کا قول ❖
- 65 اپنے بعد آنے والے پیغمبر ﷺ کی خوشخبری ❖
- 65 موسیٰ علیہ السلام کا فرمان ❖
- 65 قول عیسیٰ علیہ السلام ❖
- 67 غلط فہمی کا ازالہ ❖
- 67 ہندو مذہب ❖
- 67 حیرت انگیز بات ❖
- 68 آپ ﷺ نے رسالت پہنچانے کا حق ادا فرما دیا ❖
- 69 احتیاط ❖
- 70 اعتقاد صحابہ رضی اللہ عنہم ❖
- 71 شاہراہ مصفا ❖
- 72 نواقض ایمان بالرسول ❖
- 72 آپ ﷺ کی شخصیت میں طعن کرنا ❖

- 79 سابقہ انبیاء کی ذات و شریعت میں طعن ❖
- 79 سابقہ انبیاء کا مذاق اڑانا ❖
- 80 قوم نوح کا انجام اور سبب عذاب ❖
- 81 قوم لوط کا انجام ❖
- 81 تمام انسانوں کے لیے تشبیہ ❖
- 81 گستاخ رسول ﷺ کی سزا ❖
- 82 صحابی رسول نے اپنی گستاخ رسول ﷺ بیوی کو قتل کر دیا ❖
- 84 آپ ﷺ کی ذات میں طعن ❖
- 85 آپ ﷺ کی شریعت میں طعن کرنا ❖
- 86 آپ کی شریعت کا مذاق اڑانا ❖
- 87 حاصل کلام ❖
- 88 آپ ﷺ کی حدیث سے اعراض کرنا ❖
- 89 آپ ﷺ کی احادیث میں شک کرنا ❖
- 90 آپ ﷺ کی حدیث کی تکذیب کرنا ❖
- 92 آپ ﷺ کے حکم کے آگے تکبر کرنا ❖
- 96 آپ ﷺ کے حرام و حلال کے فیصلہ کو تسلیم نہ کرنا ❖

دوسرا حق ❖❖

اطاعتِ رسول ﷺ

- 99 فرضیت اطاعت قرآن کی روشنی میں ❖

- 99 اطاعت ہی معیار ہدایت ہے ❌
- 100 فرضیت اطاعت احادیث کی روشنی میں ❌
- 104 اطاعت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نکتہ نظر ❌
- 105 مظاہر اطاعت ❌
- 108 اطاعت سے پاکیزہ زندگی کا حصول ❌
- 109 قیامت کے دن جواب دینا ہوگا ❌
- 109 اطاعت کے فوائد و ثمرات ❌
- 110 اطاعت نہ کرنے کا انجام ❌

تیسرا حق ❀❀❀

اتباعِ رسول ﷺ

- 114 اتباع کا مفہوم و فرضیت ❌
- 119 رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اُسوۂ حسنہ ہے ❌
- 119 راہِ رسول ﷺ کی نشاندہی ❌
- 120 فرائض کی بجا آوری اتباعِ رسول ﷺ پر موقوف ہے ❌
- 124 صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جذبہ اتباع ❌
- 124 امیر عمر رضی اللہ عنہ کا انداز اتباع ❌
- 125 حضرت ابن عباس و ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا امت کو درس اتباع ❌
- 125 حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ❌

چوتھا حق

اختلافی امور میں نبی اکرم ﷺ کی طرف رجوع

- 131 ❖ اختلافی مسائل میں نبی اکرم ﷺ کی طرف رجوع نہ کرنے کا انجام
- 133 ❖ اختلاف کے وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ عمل
- 135 ❖ دورِ تابعین کا ایک قابل غور واقعہ

پانچواں حق

رسول کریم ﷺ کی کسی معاملہ میں مخالفت نہ کی جائے

- 138 ❖ دنیا و آخرت دونوں کی سزا
- 140 ❖ مخالفت رسول ﷺ پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا رد عمل

چھٹا حق

ترکِ احداث

- 148 ❖ دین میں نئی چیزیں داخل کرنا
- 150 ❖ ہر بدعت گمراہی ہے
- 151 ❖ دین میں اضافے اور بدعت کی ممانعت ہے
- 155 ❖ اہل بدعت سے تعلق، آیات و احادیث میں ممانعت
- 159 ❖ بدعتی کے اعمال اللہ کے ہاں مردود ہیں

123

- 160 بدعتی شخص پر اللہ کی لعنتیں برستی ہیں ❖
- 161 بدعتی کی توبہ بھی قبول نہیں ہوتی ❖
- 162 بدعتی کی عزت کرنا اسلام کی عمارت کو ڈھانے کے مترادف ہے ❖
- 162 بدعتی کی فرضی و نفلی عبادات قبول نہ ہوں گی ❖
- 165 بدعت، جعلی نکال کے سکے ❖
- 168 اہل بدعت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نفرت ❖
- 170 اہل بدعت سے تابعین و ائمہ کی نفرت ❖

ساتواں حق ❖❖❖

رسول اللہ ﷺ سے خیر خواہی

- 176 خیر خواہی کا تقاضا ❖

آٹھواں حق ❖❖❖

رسول اللہ ﷺ سے محبت

- 180 محبت کس کو کہتے ہیں؟ ❖
- 182 فرضیتِ محبت رسول ﷺ ❖
- 186 تمام کائنات اور تمام موجودات سے زیادہ محبت (1) ❖
- 187 جان سے زیادہ محبت (2) ❖
- 188 اپنے والدین اور اولاد سے بھی زیادہ محبت ہو (3) ❖

- 189 لذتِ ایمان کا حصول ❖
- 190 آخرت میں معیت رسول ﷺ کا شرف نصیب ہونا ❖
- 191 علاماتِ محبت رسول ﷺ ❖
- 191 کثرت ذکر محبوب ﷺ ❖
- 192 درددل سے محبوب ﷺ کی یاد ❖
- 193 حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا ❖
- 194 حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ❖
- 195 نبی کریم ﷺ کے دیدار اور صحبت کی شدید تمنا ❖
- 200 اپنی جان و مال اپنے محبوب پر نثار کرنا ❖
- 201 محبوب کا دفاع کرنا ❖

نواں حق ❖❖❖

رسول اللہ ﷺ کی عزت و تعظیم کرنا

- 207 تعظیم و ادب کا معنی ❖
- 207 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اندازِ تعظیم و ادب ❖
- 216 دیارِ حبیب ﷺ کی عزت و تعظیم ❖
- 221 حرمتِ مدینہ منورہ ❖
- 222 مدینہ منورہ کی دجال سے حفاظت ❖
- 222 ایمان کا مدینے میں سمٹ کر آنا ❖

- 222 مدینہ شریف میں مکہ کی نسبت دو گنا برکت ❖
- 223 مسجد نبوی میں عبادت کا ثواب ❖
- 223 باغیچہ جنت ❖
- 224 مکہ مکرمہ کا احترام ❖
- 225 شہر مکہ کی تعظیم سے بھلائی کا حصول ❖
- 226 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا احترام ❖
- 226 قرآنی آیات ❖
- 227 احادیث نبویہ ❖
- 230 امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کا احترام ❖
- 231 کاشانہ نبی کریم ﷺ کی عظمت ❖
- 232 جمادات و نباتات بھی رسول اللہ ﷺ کا احترام کرتی تھیں ❖
- 234 احادیث و سنن کی تعظیم ❖

دسواں حق ❖❖❖

رسول اللہ ﷺ پر بکثرت درود و سلام پڑھنا

- 241 صلاۃ کے معنی ❖
- 243 صلوٰۃ اور سلام میں فرق ❖
- 243 بارگاہ رسالت میں قربت کی راہ ❖
- 244 مقاماتِ درود ❖

- 255 درود پڑھنے کے فوائد و ثمرات ❖
- 257 رسول اللہ ﷺ پر سلام کہنا ❖
- 259 درود نہ بھیجنے پر وعید ❖
- 262 خاتمۃ الکتاب ❖



for end

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عرضِ ناشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ
الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَبَعْدُ!

ایمان بالرسول عقائد اسلامیہ میں توحید باری تعالیٰ کے بعد اہم ترین رکن ہے اور اس کے بغیر کوئی شخص حلقہ اسلام میں داخل نہیں ہو سکتا۔ انبیاء و رسل ﷺ کے سلسلۃ الذہب کی آخری کڑی سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ آپ کے ساتھ نسبت رکھنے والا ہر فرد اپنے اپنے انداز میں محبت کا اظہار کرتا ہے، لیکن ایمان بالرسول کے کچھ تقاضے ہیں، جنہیں اکثر لوگ مد نظر نہیں رکھتے۔ ہمارے ذمے جس طرح حقوق اللہ کی پاسداری کرنا ہے، اسی طرح حقوق الرسول ﷺ کا لحاظ بھی انتہائی لازمی اور ضروری ہے۔

زیر نظر کتاب ”حقوق النبی ﷺ“ میں حافظ حامد محمود الخضریٰ رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی عرق ریزی اور تندہی سے اس مضمون پر قلم اٹھایا ہے اور رسول معظم، شفیع مکرم امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے دس حقوق کو صفحہ قرطاس پر منتقل کر دیا ہے اور اس ضمن میں آیات بینات اور احادیث صحاح و حسان اور جیاد کو احسن پیرائے میں جمع کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے مؤلف، ناشر اور تمام قارئین کو رسول اللہ ﷺ کی سچی محبت نصیب فرمائے اور عملاً مسلم بننے کی توفیق بخشے۔ آمین

ادارہ انصار السنہ پبلی کیشنز کے سرپرست شیخ الحدیث، استاذ الاساتذہ، استاذ حدیث، حافظ حدیث، علامہ، داعی کبیر، خطیب ملت، مؤلف، محقق، امیر جماعت، معلم و مربی، قاطع شرک و بدعت عبد اللہ ناصر رحمانی رحمۃ اللہ علیہ ڈھیروں دعاؤں کے مستحق ہیں، جن کی حوصلہ افزائی سے ان کتب کی اشاعت کا کام جاری ہے۔

ابو حمزہ عبد الخالق صدیقی



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تقریظ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ، وَنَسْتَعِينُهُ، وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ
مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا، وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا
مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُّضِلِّ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا
اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

أَمَّا بَعْدُ : فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰهِ، وَخَيْرُ الْهَدْيِ هَدْيُ
مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحَدَّثَاتُهَا، فَإِنَّ
كُلَّ مُحَدَّثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ.

دین کا تھوڑا سا درک رکھنے والا انسان بھی بخوبی یہ بات جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کسی
مخلوق کا خلق عبث نہیں ہے، بلکہ حکمتوں سے بھرپور ہے، خواہ ہمیں ان حکمتوں کی آگاہی ہو یا نہ۔
یہ بات معلوم ہے کہ تمام مخلوقات میں اللہ تعالیٰ کی سب سے اشرف و اعلیٰ خلق، حضرت
انسان ہے:

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۝﴾ (التین : ۴)

”یقیناً ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا۔“

تو پھر اس اشرف المخلوقات یعنی انسان کی خلق عبث کیسے ہو سکتی ہے؟

﴿أَفَحَسِبْتُمْ أَنبَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنْكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ۝﴾

(المؤمنون : ۱۱۵)

”کیا تم یہ گمان کیے ہوئے ہو کہ ہم نے تمہیں یوں ہی بیکار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم

ہماری طرف لوٹائے ہی نہ جاؤ گے۔“

اور انسانوں کی تخلیق کا ارفع و اعلیٰ مقصد یہ ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿٥٦﴾ مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعَمُونِ ﴿٥٧﴾ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ ﴿٥٨﴾﴾

(الذاریات : ۵۶ تا ۵۸)

”میں نے جنات اور انسانوں کو محض اسی لیے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری

عبادت کریں نہ میں ان سے روزی چاہتا ہوں نہ میری یہ چاہت ہے کہ یہ مجھے

کھلائیں اللہ تعالیٰ تو خود ہی سب کا روزی رساں، تو انائی والا اور زور آور ہے۔“

خالق کائنات کی عبادت کے علاوہ دوسرا کوئی مقصد نہ تو موجود ہے اور نہ ہی قابل قبول۔

اور عبادت کا صرف وہی طریقہ اور راستہ معتبر ہے، جس پر رسول اللہ ﷺ پوری زندگی قائم

رہے اور جو آپ ﷺ کی احادیث مبارکہ کے ذریعہ ہم تک پہنچا، اور یہ کلمہ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ“ کے جز (محمد رسول اللہ ﷺ) کا معنی ہے۔ اسے ایمان بالرسالت بھی

کہا جاتا ہے۔

ارشاد فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَيَّ

رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ مِنْ قَبْلُ ۗ وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَ

كُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ﴿١٣٦﴾﴾

(النساء : ۱۳۶)

”اے ایمان والو! تم لوگ اللہ اور اس کے رسول پر، اور اس کتاب پر جو اس نے

اپنے رسول پر اتاری ہے، اور ان کتابوں پر جو اس نے پہلے اتاری تھی اپنے

ایمان میں قوت و ثبات پیدا کرو، اور جو شخص اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی

کتابوں، اور اس کے رسولوں اور یومِ آخرت کا انکار کر دے گا، وہ گمراہی

میں بہت دور چلا جائے گا۔“

اسی طرح دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ﴾ (الحجرات : ۱۵)

” (یاد رکھو!) مومن تو وہ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر (پکا) ایمان لائیں۔“

اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

وَيُؤْمِنُوا بِي.)) (صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم : ۱۲۶)

”مجھے حکم ہوا ہے لوگوں سے قتال کرنے کا یہاں تک کہ وہ گواہی دیں اس بات کی

کہ کوئی معبود برحق نہیں سوائے اللہ کے اور ایمان لائیں مجھ پر۔“

اس ایمان بالرسالت کی قبولیت کے کچھ تقاضے ہیں جن کا لحاظ بہت ضروری ہے۔ ورنہ کسی بھی شخص کا ایمان بالرسول عند اللہ مقبول نہ ہوگا۔ علماء نے انھیں حقوق کا نام بھی دیا ہے اور وہ یہ ہیں۔ اطاعت رسول، اتباع رسول، اختلافی امور میں نبی اکرم ﷺ کی طرف رجوع، رسول اللہ ﷺ کی کسی معاملہ میں عدم مخالفت، ترک احداث، رسول اللہ ﷺ سے خیر خواہی، رسول اللہ ﷺ سے محبت، رسول اللہ ﷺ کی عزت و تعظیم اور آپ ﷺ پر بکثرت درود و سلام پڑھنا۔

ہر کلمہ گو پر ان حقوق کو پہچاننا، سمجھنا اور پھر ان پر قوی و عملی اعتقاد رکھنا ضروری ہے، لیکن افسوس! کہ اکثر لوگ اس بارے میں جہالت کا شکار ہیں اور جن لوگوں کو ان حقوق و واجبات کی معرفت حاصل ہے وہ بھی ان کی ادائیگی میں کوشاں نظر نہیں آتے۔

سب سے پہلے قاضی عیاض رضی اللہ عنہ نے حقوق و واجبات کو مرتب انداز میں پیش کیا۔ آپ کی کتاب ”الشفاء بتعريف حقوق المصطفى ﷺ“ اس موضوع پر شاہکار کی حیثیت رکھتی ہے۔ بعد میں جتنے لوگوں نے اس موضوع پر لکھا ہے وہ اس کتاب کے خوشہ چین ہیں اور اسی چشمے سے انھوں نے اپنے برتن بھرے ہیں۔ محمد خلیفہ تمیمی نے ”حقوق

النبی ﷺ علی امتہ“ نامی کتاب لکھ کر اس موضوع پر ایک مفید سعی کی ہے۔ المنتدی الاسلامی لندن نے بعض تحقیقی مقالات جمع کر کے ”حقوق النبی ﷺ بین الاجلال والاخلال“ کے نام سے ایک کتاب شائع کی ہے۔ اہل ذوق حضرات ان کتابوں سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

زیر نظر کتاب ”حقوق النبی ﷺ“ ہمارے فاضل دوست اور بھائی فضیلۃ الشیخ حافظ حامد محمود رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف اس باب میں اضافہ ہے۔ ہم ہر خاص و عام کو اس کے مطالعے کی نصیحت کرتے ہیں۔

جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ محض ایک شخصیت کی سوانح عمری نہیں ہے، بلکہ یہ ایک تہذیب، ایک تمدن، ایک قوم، ایک ملت اور ایک الہی پیغام کے آغاز و ارتقاء کی ایک انتہائی اہم، انتہائی دلچسپ اور انتہائی مفید داستان ہے۔ ایک مغربی مستشرق نے یہ اعتراف کیا تھا کہ آنحضور ﷺ کے سیرت نگاروں کا سلسلہ لامتناہی ہے، لیکن اس میں جگہ پانا قابل عزت اور باعث شرف ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ کا حرف حرف عمل پر آمادہ کرتا ہے۔ ایسا عمل جو جنتوں کا وارث بناتا ہے اور جہنم کی آگ سے بچاتا ہے۔ مختلف شعبہ ہائے حیات میں یہ کتاب قدم قدم پر انسان کی رہنمائی کرتی ہے۔ اس کے مطالعے سے قلب و روح کی کایا پلٹتی ہے۔ انسان سوز و گداز کی ایسی کیفیات سے گزرتا ہے کہ نیکی کی راہوں پر چلنا آسان ہو جاتا ہے۔ نتیجتاً معاشرے میں حب رسول ﷺ کی فصل لہلہانے لگتی ہے۔ جنت زمین پر اتر آتی ہے اور محفل ہستی ایسی بہاروں سے آشنا ہوتی ہے، جنہیں کبھی خزاں نہیں آتی۔

حضرات! رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ اور حیات مبارکہ کا مطالعہ کرنے والے اس حقیقت سے آگاہ ہیں کہ آپ ﷺ کی پوری زندگی اسی دعوت و تعلیم میں بسر ہوئی اور یہی چیزیں آپ ﷺ کی دعوت و تعلیم کا لب لباب تھیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اللہ کے نبی کی پاکیزہ اور مقدس جماعت، زمین کی پشت پر چلتے پھرتے جنتی انسان اس منہج کے پیروکار رہے اور رضی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدمہ مؤلف

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ، وَنَسْتَعِينُهُ، وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا، وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضِلِّ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

أَمَّا بَعْدُ : فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰهِ، وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحَدَّثَاتُهَا، فَإِنَّ كُلَّ مُحَدَّثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ.

چشم و مرگاں سے لکھے اُس نے ہزاروں دفتر

جس کے مکتب میں دوات آئی نہ خامہ آیا

(عزیز لکھنوی)

اللہ تعالیٰ نے حضرت انسان کو بے شمار اور بے حساب نعمتیں بخشی ہیں۔ جو ہر انسانی سے لے کر نو ماہ تک شکم مادر میں اس کی نعمتوں نے ہی اسے رکھا۔ حرارت، برودت، رطوبت، یوست یعنی کیفیات چہارگانہ کا چتر احسان سایہ فگن رہا۔ غذا بیت اور مائیت کی رسد برابر پہنچتی رہی، پھر اس کلی نے ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ کا پھول بن کر فَتَبَرَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ کی خوشبو سے دنیا کو مہکا دیا۔ خدائے لایزال کی اُن گنت نعمتوں، احسانات، رحمتوں، رافتوں اور عطاؤں میں سب سے بڑا احسان، سب سے بڑی بخشش، سب سے بڑی رحمت و رافت، سب سے بڑا کرم اور سب سے بڑی نوال و عطا۔ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس ہے، آپ ﷺ کی نبوت اور رسالت ہے، اُسوۂ خیر الایمان کے نور ہیں گامزن ہونا ہے ۵

تیرے جلووں سے چراغاں کا سماں رہتا ہے
 جگمگا اٹھتی ہے یہ منزل ویراں ہر شب
 تیری سانسوں کی مہک جن میں بسی رہتی ہے
 ان ہواؤں سے مہکتا ہے شبستاں ہر شب
 آن کی آن میں آفاق پہ چھا جاتا ہے
 نکہت و نور کا اٹا ہوا طوفان ہر شب

اور ہم اس بات پر اللہ تعالیٰ کا آسمانوں اور زمین بھر شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہماری
 فلاح و بہبود اور نجات آخرت کے لیے اپنے سچے رسول حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ ان پر
 قرآن اتارا اور آپ ﷺ نے قرآن پر خدائے واحد کی منشا کے مطابق عمل کر کے ہمارے لیے
 رشد و ہدایت کا راستہ متعین فرمایا ۵

دعائیں پیغمبروں کی لوٹیں درِ خدا سے قبول ہو کر
 جہاں کو تھا انتظار جن کا وہ آئے آخر رسول ہو کر
 وہ نور بن کر فضا پہ چھائے، جہاں میں اک انقلاب لائے
 بے دلوں میں وہ بن کے خوشبو، رہے وہ کانٹوں میں پھول ہو کر
 اگر نہ اُن کی پناہ ملتی نجانے کیا کچھ تباہ ہوتے
 جہاں میں ہم لوگ آگئے تھے ظلوم بن کر جہول ہو کر
 خدا کے لطف و کرم سے کیفی اسے ملی دو جہاں کی دولت
 جو کوئی پہنچا ہے اُن کے در پر غم جہاں سے ملوں ہو کر

(محمد زکی کیفی)

اور جب کفار مکہ نے ازراہِ جہالت کہا کہ محمد ﷺ کے بجائے کوئی فرشتہ رسول بن کر آتا
 تو ہم اس کو رسول مان لیتے۔ یہ رسول تو انسان رسول ہے۔ اس لیے ہم اسے نہیں مانتے۔ ان
 کی جہالت اور نادانی کی بات قرآن یوں بیان کرتا ہے:

﴿وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَبَعَثَ

اللَّهُ بَشَرًا رَسُولًا ۝﴾ (بنی اسرائیل: ۹۴)

”اور جب لوگوں کے پاس ہدایت آئی تو ان کو ایمان لانے سے یہ بات مانع ہوئی کہ وہ کہنے لگے کیا اللہ نے انسان کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔“

ان کی اس جہالت کے رد میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ لَوْ كَانِ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةٌ يُمَشُّونَ مَطْبَعِينَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِم مِّنَ

السَّمَاءِ مَلَكًَا رَسُولًا ۝﴾ (بنی اسرائیل: ۹۵)

”اے پیغمبر! آپ ان لوگوں سے کہیے کہ زمین میں تمہاری طرح اگر فرشتے چلتے

پھرتے آرام کرتے تو ضرور ہم ان پر آسمان سے فرشتے کو ہی رسول بنا کر بھیجتے۔“

یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ ہمارے پیارے رسول ﷺ بشر رسول ہیں۔ رحمت

عالم ﷺ جیسا پیارا محبوب، سید البشر رسول جو سرتاپا لطافت ہی لطافت ہے۔ طہارت، پاکیزگی اور

خوبی کا سراپا ہے اور دنیا میں کوئی ایسا پیدا ہوا ہی نہیں۔ ہوتا کیسے.....؟ کہ اللہ نے پیدا کیا ہی نہیں ۵

وَمَنْ هُوَ الْآيَةُ الْكُبْرَىٰ لِمُعْتَبِرٍ

وَمَنْ هُوَ النِّعْمَةُ الْعُظْمَىٰ لِمُعْتَنِمٍ

سَرَيْتَ مِنْ حَرَمٍ لَّيْلًا إِلَىٰ حَرَمٍ

كَمَا سَرَى الْبَدْرُ فِي دَاجٍ مِنَ الظُّلَمِ

وَبِتَّ تَرْقَىٰ إِلَىٰ أَنْ نَلْتَ مَنْزِلَةَ

مِنْ قَابِ قَوْسَيْنِ لَمْ تُدْرِكْ وَلَمْ تُرْمِ

(بوصیری)

”اور آپ ﷺ کی ذات مبارک عبرت والے کے واسطے آیت کبریٰ ہے۔ اور

نعمتِ عظمیٰ ہے غنیمت گننے والے کے لیے۔ سیر فرمائی آپ ﷺ نے ایک شب

میں حرم مکہ سے حرم بیت المقدس تک جیسے چودھویں رات کا چاند چلے اندھیری

رات میں۔ اور چڑھتے گئے یہاں تک کہ قاب قوسین کے رتبہ کو پہنچے جو نہ ادراک کیا جاتا ہے اور نہ طلب کیا جاتا ہے۔“

پھر حضور اکرم، رحمتِ مجسم ﷺ نے ہمیں آیاتِ الہی پڑھ کر سنائیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کھول کر بتائے۔ اللہ کے عذاب سے لرزہ براندام کیا۔ راہِ آخرت کے خطرات سے آگاہ کیا اور اس کے ساتھ ساتھ غفور و ودود کی طرف سے بشارتیں بھی سنائیں اور یوں آیات کی تلاوت کا حق ادا کر دیا۔

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴿٤٥﴾ وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِآذِنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا ﴿٤٦﴾ وَبَشِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٤٧﴾ بَلَّغْ لَهُم مِّنَ اللَّهِ فَضْلًا كَثِيرًا ﴿٤٨﴾﴾ (الاحزاب: ٤٥، ٤٧)

”اے میرے نبی! ہم نے آپ کو گواہ بنا کر اور جنت کی خوشخبری دینے والا اور جہنم سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور اللہ کے حکم کے مطابق لوگوں کو اس کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ بنا کر مبعوث کیا ہے اور آپ مومنوں کو خوشخبری دیجیے کہ انہیں اللہ کی طرف سے بڑا فضل ملے گا۔“

اس دوران میں رحمتِ عالم ﷺ نے لوگوں کے نفوس کے تزکیہ کی بھی از حد کوشش کی اور مشیتِ ایزدی کے تحت ہمیں شرک کی گندگی سے پاک کیا۔ معاشرے کی تمام شرکیہ بُرائیوں اور کفریہ رسموں کو مٹایا۔ بے شمار خداؤں کی پرستش سے باز کیا۔ اربابِ من دون اللہ کی قید سے چھڑایا، توحید کو چمکایا، اجاگر کیا اور نکھارا۔

﴿لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَ يُزَكِّيهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَ الْحِكْمَةَ وَ إِنْ كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿١٦٤﴾﴾ (آل عمران: ١٦٤)

”اللہ کا مومنوں پر یقیناً یہ احسان ہے کہ اس نے ان کے لیے انہی میں سے ایک رسول بھیجا، جو اس کی آیتوں کی ان لوگوں پر تلاوت کرتے ہیں، اور انہیں پاک

کرتے ہیں، اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں، اور اس سے پہلے وہ لوگ کھلی گمراہی میں تھے۔“

دشتِ عرب فیوضِ خدا میں نہا گیا
 اک ہادی عظیم ہدایت کو آ گیا
 اک آخری شکست اندھیروں کو مل گئی
 الحاد و شرک و کفر کی بنیاد ہل گئی
 پیغامِ حق سنایا رسالتِ مآب نے
 پھیلایا نورِ اُفق بہ اُفقِ آفتاب نے
 انسانیت کے پھول دلوں میں کھلا دیے
 سب تفرقے دوئی کے جہاں سے مٹا دیے
 درسِ خلوص و صدق و صفا آپ نے دیا
 تکمیلِ زندگی کا نیا راستہ دیا
 دنیا کو روحِ امن ملی آشتی ملی
 انسان کی نگاہ کو تابندگی ملی
 حضرت نے فرقِ بندہ و آقا مٹا دیا
 اس تیرہ خاکداں کو ثریا بنا دیا
 عالم کو روشنی مساوات مل گئی
 خاکِ سیاہ کو شانِ سماوات مل گئی
 (شرقی بن شائق)

رسولِ معظم ﷺ نے جہان سے شرک و کفر اور الحاد کی صفِ لپیٹ دی۔ صدیوں کی جہالت میٹ دی، رسولِ رحمت ﷺ کے ایک نقشِ پا سے سوسو طور پیدا ہوئے۔ جن کی تجلی سے خاکِ طیبہ جگمگا اٹھی، امام الانبیاء کی بعثت پر ظلمت خانے ضودینے لگے، دشت و چمن نکھر گئے،

کون و مکاں سنور گئے، غنچہ و گل پر بہار آگئی، کائنات کو فروغ ملا۔ برگ و ثمر مشکنا ب ہوئے۔ ذرے آفتاب اور قطرے قلزم بنے، عندلیبوں نے گلستاں میں نوائے نو سیکھی، کوہساروں نے سر بلندی پائی، نسیم صبح خوش رو ہوئی، چراغِ زندگی کو زیت ملا، باغوں میں غنچے مسکرائے، کون و مکاں میں روشنی ہوئی، غار حرا کے دیئے جگمگائے، گلوں کو خندہ و شتی ملی، عورتوں نے عصمت کا تاج پایا، بے کسی سہارے سے ہم آغوش ہوئی، ظلم کے اندھیرے عدل کے نور میں گھل گئے اور اس طرح سے محمد عربی ﷺ کی وجہ سے نیکی، خوبی، بھلائی، اخوت، مروت، موڈت، عفو، حیا، قدرِ انسانیت، خودداری، راستی، امن و آشتی، تکریمِ عورت اور توحید و اسلام کا ایسا جگمگاتا ہوا جہان قائم ہوا، سیرتِ طیبہ کے ایک ایک لمحہ سے رشد و ہدایت کا وہ نور پھوٹا، جس سے جہانِ رنگ و بو کے تمام ظلمت خانے ضودینے لگے اور تاریک دنیا ایک نور کے عالم میں ڈھل گئی ۵

کس کا جمال ناز ہے جلوہ نما پہ سو یہ سو
گوشہ بگوشہ، در بدر، قریہ بہ قریہ، گو بہ گو
اشک فشاں ہے کس لیے؟ دیدہ منتظر میرا
دجلہ بہ دجلہ، یم بہ یم، چشمہ بہ چشمہ، جو بہ جو
جلوہ عارضِ نبی، رشکِ جمالِ یوسفی
سینہ بہ سینہ، سر بہ سر، چہرہ بہ چہرہ، ہو بہ ہو
زلفِ درازِ مصطفیٰ، گیسوئے لیلِ حق نما
طرہ بہ طرہ، خم بہ خم، حلقہ بہ حلقہ، مو بہ مو
یہ میرا اضطرابِ شوق، رشکِ جنونِ قیس ہے
جذبہ بہ جذبہ، دل بہ دل، شیوہ بہ شیوہ، خو بہ خو
تیرا تصورِ جمالِ میرا شریکِ حال ہے
نالہ بہ نالہ، غم بہ غم، نعرہ بہ نعرہ، ہو بہ ہو
بزمِ جہاں میں آج بھی یاد ہے ہر طرف تیری

قصہ بہ قصہ، لب بہ لب، خطبہ بہ خطبہ، رُو بہ رُو
 کاش! ہو ان کا سامنا، عین حریمِ ناز میں
 چہرہ بہ چہرہ، رُخ بہ رُخ، دیدہ بہ دیدہ، دُو بدُو
 (رئیس امر وہی)

الغرض رسولِ خاتمِ پیغمبراں، ہادی کون و مکاں، مصحفِ یزداں، جناب محمد رسول
 اللہ ﷺ میں بے شمار صوری اور معنوی صفات ہیں اور ”حقوق النبی ﷺ“ ان ہی رسول
 رب العالمین، رحمت للعالمین ﷺ کی صفات، بزرگیوں، وصفوں، خوبیوں، نعمتوں اور
 فضیلتوں کا وہ لالہ زار ہے جس کے گلہائے رنگا رنگ کی مہک مشامِ جاں کو معطر کرتی اور
 ایمان کو تازگی بخشتی ہے۔

اللہ! اس نیرِ بطحا، انجمِ طہ، مہرِ تدلی، ماہِ دنی، زینتِ کعبہ، رونقِ منبر، گوہرِ وحدت، بحرِ نبوت،
 رحمتِ دو عالم، شافعِ محشر، پر کروڑوں درود و سلام نازل فرما۔ اَبَدًا اَبَدًا اِلٰی یَوْمِ الْقِيَامَةِ.

خیاباں کی صبحیں گلستاں کی شامیں
 یہ کہتی ہیں تسنیم و کوثر کی موجیں
 مبارک ہو ابر گہر بار آیا
 صلی اللہ علیہ وسلم

ہم نے زیر نظر کتاب ”حقوق النبی ﷺ“ میں تعلق بالرسول کے مختلف گوشوں کو زیر
 بحث لایا گیا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کے حقوق کو قرآن و حدیث کی روشنی میں مرتب کیا ہے
 اور حقوق النبی ﷺ کی اہمیت، فرضیت، تقاضے اور فوائد تفصیل سے درج کیے ہیں تاکہ مجبان
 رسول ان کو پڑھ کر طمانیت قلب کا سامان بنائیں اور ان حقوق کے علو کے پھریرے اپنے
 قلوب میں نقش کر کے مقامِ مصطفیٰ ﷺ کو اپنے قلوب میں بٹھالیں اور مشیتِ الہی کے مطابق
 محبت رسول سے اپنے ایمان کو معمور کر کے ان کو محفوظ و مامون کر لیں۔

ہماری یہ کاوش سیرتِ طیبہ پر لکھی گئی کتب اور مقالات میں انفرادی اسلوب کی حامل

ہونے کے علاوہ دیگر کتب سیرت میں ایک عمدہ اضافہ ہے۔ جس میں رسول اللہ ﷺ کے حقوق کو نمایاں کرنے کے ساتھ ذکر رسول کی بلندی کا اظہار ہے۔ ﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ (الانشراح: ۴۴)

چشم اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے

رفعت شان و رفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ دیکھے

(اقبال)

میرے انتہائی قابل احترام بھائی ابو حمزہ عبد الخالق صدیقی اور جناب محمد ناظر سدھو صاحبان خصوصی شکر یہ کے مستحق ہیں جن کی دیرینہ خواہش پر کتاب زیور طباعت سے آراستہ ہو کر قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔

حضرت علامہ منیر احمد الوقار استاذ الحدیث جامعہ أم حبیبہ لاہور کو بھی فراموش نہیں کر سکتا جنہوں نے انتہائی مفید اضافہ جات کرتے ہوئے مجھے اچھی نصیحتیں بھی کیں۔ جزاء اللہ خیرا اس عظیم موضوع پہ چند اوراق محض رسول اللہ ﷺ کی محبت و موڈت کے حصول لیے لکھے ہیں۔ قارئین سے التماس ہے کہ راقم، علامہ منیر احمد الوقار جنہوں نے رسالہ کی تالیف میں میری بھرپور معاونت فرمائی، اور خصوصاً سرپرست ادارہ فضیلتہ الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کو دعاؤں میں یاد رکھیں۔ فضیلتہ الشیخ نے کتاب پر تقریظ رقم کر کے میرے چنیدہ پھولوں کا گلہ ستہ بنا دیا۔ کثر اللہ أمثاله فی علماء المسلمین۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو حسن قبول عطا فرمائے ہماری غلطیوں کو تابیوں سے درگزر فرمائے، ہمیں آپ ﷺ کی شفاعت سے سرفراز فرمائے ہماری اور ہمارے والدین و تمام مسلمانوں کی مغفرت فرمائے۔ (آمین)

وصلی اللہ علی نبینا محمد و آلہ و أصحابہ وسلم

وکتبہ

حافظ حامد محمود الخضری



تمہید

عزیزو.....!

آؤ شاہِ دو عالم کی بات کریں
 درود پڑھ کے رسول پاکؐ کی بات کریں
 وہ جانِ جاں، وہی جانانِ جانِ عالم ہے
 انہی کی یاد میں اُن کی ثناء کی بات کریں
 پیامبر اُن کے حامی، فرشتے اُن کے غلام
 زہے نصیب! کہ ہم مصطفیٰؐ کی بات کریں
 زہے کرم! کہ درود و سلامِ عرفانی
 قبولِ حق ہے تو پھر حق نما کی بات کریں

قارئین کرام! جب کفر و شرک اتنا عروج پر تھا کہ ظلم و جبر کے بادلوں تلے گندگی میں لت پت انسانیت درندوں سے بدتر بلکہ بدترین زندگی بسر کر رہی تھی۔ حیوانیت کے ایوان انسانیت کے گارے سے تعمیر کیے جاتے تھے۔ اُس وقت دنیائے مشرقِ ستم کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ”اِنَّ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُوحٰی“ کے تمنغے سجا کر، ”حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ دَعُوْا رَحِيْمٌ“ کے لقب سے ملقب ہو کر، فاران کی چیونٹیوں سے انسانیت کی راہنمائی کے پھریرے لہراتا ہوا ایک عظیم معلم نمودار ہوا۔ جس نے ”قُولُوْا لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ“ کا درس دیا کہ لوگوں کے دل و دماغ کی الواح کا زنگ اتار دیا۔

فرمان ”تَفْلِحُوْا تَمْلِكُ الْعَرَبُ وَالْعَجَمُ“ کے ذریعے درندوں سے بدتر

زندگی بسر کرنے والی انسانیت کو ”لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ“ کے عظیم منصب پر فائز کر دیا۔ خس و خاشاک، حجر و شجر اور انسانیت میں فرق بتلا دیا، رنگ و نسل کا امتیاز مٹا دیا، ”وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ“ کی زبان والا، معلموں کا تاجدار، جس نے دنیا میں زانوئے تلمذ طے ہی نہیں کیا۔ بلکہ آپ ﷺ کی تعلیم کا انتظام و انصرام رب ذوالجلال نے خود فرمایا۔ ”إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ فَإِذَا قَرَأَهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ“ کی قدسی سند والا جس نے انسانیت کے رہنے سہنے، معیشت و معاشرت، عبادت و ریاضت، اطاعت و شجاعت، حرمت و جرأت، استقلال و پامردی، عمرانیات اور سیاسیات کا راستہ دکھا دیا۔ اُس معلمِ عظیم کے امتی ہونے پر ہمیں فخر حاصل ہے اور اُن سے محبت ہمارے ایمان کا خاصہ ہے ۵

وہ اک امی، کہ ہر دانش کو چمکاتا ہوا آیا
 وہ اک دامانِ بخشش، پھول برساتا ہوا آیا
 وہ اک نغمہ کہ انسانوں کو چونکاتا ہوا آیا
 وہ اک جذبہ کہ ارمانوں کو بھڑکاتا ہوا آیا
 وہ اک نرمی کہ سنگِ خشت کے سینے میں جا اتری
 وہ اک شیشہ کہ ہر پتھر سے ٹکراتا ہوا آیا
 وہ اک عظمت کہ مظلوموں کے چہرے پر دمک اٹھی
 وہ اک بندہ کے سلطانوں کو ٹھکراتا ہوا آیا
 وہ اک مستی کہ ہستی کو جلا دیتے ہوئے پھیلی
 وہ اک عالم کہ ہر عالم پہ چھا جاتا ہوا آیا
 مشیتِ حسن کی تکمیل فرماتی ہوئی ابھری
 تصورِ آخری تصویر بن جاتا ہوا آیا
 (ضمیر جعفری)

اور کسی نے یوں کہا:

بزمِ توحید سے تبلیغ کا نامہ آیا
 کوئی پہنے ہوئے قرآن کا جامہ آیا
 جس نے اسلام کے پیچیدہ مطالب کھولے
 سر پہ باندھے وہ فضیلت کا عمامہ آیا
 چشم و مژگاں سے لکھے اُس نے ہزاروں دفتر
 جس کے مکتب میں دوات آئی نہ خامہ آیا
 شورِ تکبیر سے صحرائے عرب کانپ اٹھا
 اس جلالت سے سوئے اہل تہامہ آیا
 کپکپی جسم میں دل منزلِ اجلالِ خدا
 لے کے یوں کوہِ حرا سے کوئی نامہ آیا
 شبِ ہجرت کی طرح سے دوش پر بکھرے ہوئے
 سنبلِ عالیہ مو مشکِ شامہ آیا
 (عزیز لکھنوی)

اور یاد رہے! وہ ہستی مبارک جس نے بھولے ہوئے انسانوں کو خدائے وحدہ لا شریک کی بندگی کی لذت سے آشنا کیا۔ انہیں ظلم و جہالت کے اندھیروں سے نکالا۔ انہیں بند و آقا کی تمیز سے بچایا۔ انہیں ذہنی غلامی سے نجات دلائی اور اخلاقِ حسنہ سے مزین کیا۔ انہیں اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل کا اپنی سنت کے ذریعے عملی طور پر خوگر بنایا اور ذلت سے نکال کر حرمتِ کعبہ سے کہیں زیادہ معزز بنا دیا۔ وہ ذاتِ رسول ﷺ ہی تھی کہ جس نے مشرکین کو جامِ توحید پلا کر ایک طرف تو انہیں اس بت پرستی سے نکالا جو صدیوں سے ان کے رگ و پے میں سرایت کر گئی تھی تو دوسری طرف ان کو تمام رشتوں ناطوں کی محبت سے آزاد کر دیا جو اللہ اور رسول کے مخالفین تھے۔ ذاتِ رسول سے محبت ہی وہ جذبہ تھا جس نے اصحابِ رسول کو اپنے

خونی رشتے داروں کو بدروحنین و خندق وغیرہ کے مواقع پر مرنے مارنے پر تیار کر دیا۔
 دورِ جدید میں ایک طرف تو فرد کو مغربی کلچر اپنی پوری آب و تاب سے مائل کر رہا ہے تو
 دوسری طرف فکر و تعلیمی محاذ پر محبت رسولؐ کو نابود کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ دین سے
 دوری و بد عملی، تعیش و ہوس پرستی اور دیگر تمام خطرات سے اُس وقت ہی نبرد آزما ہونا ممکن ہے کہ
 جب ملتِ اسلامیہ سوزِ صدیقؑ اور عشقِ بلالؓ کی روش کو اپنالے کیونکہ اس پُر فتن دور میں
 محبتِ رسولؐ ہی سے مسلمان اندرونی اور بیرونی فتنوں سے بچ کر اپنے ایمان کو محفوظ کر سکتے ہیں
 اور حضور ﷺ سے سچی محبت ہی ملتِ اسلامیہ کو موجودہ زوال و پستی سے نکال کر اوجِ ثریا تک
 پہنچانے کی قوت رکھتی ہے اور نبی ﷺ کی محبت صرف اسی صورت میں نصیب ہو سکتی ہے جب
 ہم رسول اللہ ﷺ کے حقوق کو پہچانیں گے اور آپ ﷺ کے حقوق کو پہچانتے ہوئے ان حقوق
 کی ادائیگی کی بھرپور کوشش کریں گے۔

ذیل کی سطور میں ہم ان حقوق کو مع ان کی تفصیلات کے سپرد قلم کر رہے ہیں کہ اللہ عز و جل
 ہمیں سمجھنے اور عمل کرنے والا بنادے۔ واللہ الموفق!



پہلا حق

نبی کریم ﷺ کی عبدیت اور رسالت پر ایمان

”وَنَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ“ اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضرت

محمد ﷺ اس (اللہ) کے بندے اور اس (اللہ) کے رسول ہیں۔“

رشتہ ہائے عابد و معبود سلجھاتا ہوا

وادی بطنیا سے اٹھا نور برساتا ہوا

(ثمر)

ایمان کی تعریف:

لفظ ایمان ”آمَنَ يُؤْمِنُ إِيمَانًا فَهُوَ مُؤْمِنٌ“ سے مصدر ہے، جس کے اہل لغت

کے ہاں کئی معانی ہیں۔ ان میں سے ایک معنی تصدیق کرنا ہے۔ جیسا کہ امام محمد بن احمد اللہروی

الازہری متوفی ۷۰۳ھ فرماتے ہیں:

((واتفق اهل العلم من اللغويين وغيرهم أن الإيمان معناه

التصديق))^①

”لغت والوں اور ان کے علاوہ دوسرے اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ایمان

کا معنی تصدیق ہے۔“

لیکن علمائے سلف کے ہاں اس کے معنی اکیلے تصدیق کے نہیں بلکہ تصدیق کے ساتھ

ساتھ اقرار اور اس کے مطابق اعضاء و جوارح کے ذریعے عمل بھی لازمی ہے جیسا کہ شیخ الاسلام

① تہذیب اللغة: ۵/۵۱۳.

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مایہ ناز کتاب ”الصارم المسلول علی شاتم الرسول“ (ص ۵۱۹) میں وضاحت سے لکھا ہے۔ نیز دیکھئے: کتاب الایمان ابن تیمیہ (ص: ۱۶۲) و مجموع الفتاویٰ ابن تیمیہ (۷/ ۶۴۲)

اصطلاحی طور پر ایمان کی تعریف میں علمائے سلف کے ہاں تین چیزیں شامل ہیں:

(۱) قول باللسان (زبان کے ذریعے اقرار کرنا) (۲) اعتقاد بالجنان (دل کے ذریعے تصدیق) اور (۳) عمل بالجوارح (اعضاء و جوارح ذریعے عمل کرنا)۔ اور ان تینوں چیزوں میں اطاعت و فرمانبرداری کرنے سے ایمان میں زیادتی اور معصیت و نافرمانی کرنے سے کمی اور نقص واقع ہوتا رہتا ہے۔

ایمان کے لغوی معنوں میں سے ایک معنی (الامانہ) امانت داری بھی ہے جو کہ خیانت کی ضد ہے۔ اور دوسرا معنی تصدیق بالقلب ہے جس کی ضد تکذیب ہے۔ اور تیسرا معنی امن ہے جس کی ضد خوف ہے۔ کیونکہ انسان جب ایمان لے آتا ہے تو وہ امن میں آجاتا ہے اور اللہ اس کو اپنی امان میں لے لیتا ہے۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے:

﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ﴾ (الانعام: ۸۲)

”جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے،

ایسوں ہی کے لیے امن ہے اور وہی راہ راست پر چل رہے ہیں۔“

اور حق کی تصدیق کرنے والے کو مؤمن اس لیے بھی کہا جاتا ہے کہ وہ امن میں آجاتا

ہے اور اس سے مال، جان اور عزت محفوظ ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے:

((الْمُؤْمِنُ مَنْ أَمِنَهُ النَّاسُ عَلَى دِمَائِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ))^①

① مسند احمد: ۲/ ۳۷۹، و ۶/ ۲۲۔ سنن ترمذی، ابواب الایمان، باب ما جاء فی

ان المسلم من سلم المسلمون.....، رقم: ۳۶۲۷۔ سلسلة الصحیحة، رقم: ۵۴۹۔

نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے کا مطلب:

رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی تصدیق کی جائے کہ آپ ﷺ اللہ کے بندے اور سچے رسول ہیں جن کو اللہ نے دنیا کے تمام گورے، کالے انسانوں اور جنوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اب آپ ﷺ کے بعد کوئی اور سچا نبی نہیں آئے گا اور اس بات پر ایمان لانا کہ آپ ﷺ کی اللہ تعالیٰ نے معجزات کے ذریعے تائید و نصرت فرمائی اور ان کو تمام رسولوں پر فضیلت عطاء فرما کر ان کی محبت کو فرض قرار دیا اور آپ ﷺ کی اطاعت واجب ہے اور اتباع بھی لازم ہے اور آپ کے کچھ خصائص ہیں جو کہ دوسروں کو نہیں ملے، مثلاً: وسیلہ، حوض کوثر، مقام محمود، ایک مہینے کی مسافت پر ہی دشمن پر کپکپی طاری ہو جانا وغیرہ۔ اور جو کچھ آپ ﷺ لے کر آئے ہیں اس کی تصدیق و پیروی و اتباع کرنا۔ اللہ عزوجل نے ان تمام انسانوں اور جنوں کے لیے رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا واجب قرار دیا ہے جن تک آپ ﷺ کا پیغام پہنچے، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۗ وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ۝﴾

(النساء: ۱۳۶)

”اے ایمان والو! اللہ پر، اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر اتاری ہے اور ان کتابوں پر جو اس سے پہلے اس نے نازل فرمائی ہیں ایمان لاؤ۔ جو شخص اللہ سے اور اس کے فرشتوں سے اور اس کی کتابوں سے اور اس کے رسولوں سے اور قیامت کے دن سے کفر کرے تو وہ بہت بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑا۔“

نبی کریم ﷺ پر ایمانِ کامل:

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے۔ آپ ﷺ کی

رسالت پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ زبان سے اقرار کیا جائے اور دل و جان سے تصدیق کی جائے، جسم و روح کے کسی گوشے میں ایمان بالرسالت پر کوئی شک و شبہ نہ ہو۔ یہ ایمان اتنا مضبوط ہو کہ اگر پہاڑ ہلتے ہیں تو ہل جائیں، سمندر اپنی جگہ سے ہٹتے ہیں تو ہٹ جائیں، مشرق و مغرب، زمین و آسمان میں کوئی تبدیلی آتی ہے تو آجائے حتیٰ کہ شہ رگ پر خنجر و تلوار چلتی ہے تو چل جائے مگر اللہ کے رسول کریم ﷺ پر ایمان میں ذرا جنبش پیدا نہ ہو۔ ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ﴾ (الحجرات: ۱۵)

” (یاد رکھو) مومن تو وہ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر (پکا) ایمان لائیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَأَنْفَقُوا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلِفِينَ فِيهِ ۖ فَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَأَنْفَقُوا لَهُمْ أَجْرٌ كَبِيرٌ ۝ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۚ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ لِتُؤْمِنُوا بِرَبِّكُمْ ۚ وَقَدْ أَخَذَ مِيثَاقَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝﴾ (الحديد: ۷، ۸)

”اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ اور اس مال میں سے خرچ کرو جس میں اللہ نے تمہیں (دوسروں کا) جانشین بنایا ہے، پس تم میں سے جو ایمان لائیں اور خیرات کریں انہیں بہت بڑا ثواب ملے گا۔ تم اللہ پر ایمان کیوں نہیں لاتے؟ حالانکہ خود رسول تمہیں اپنے رب پر ایمان لانے کی دعوت دے رہا ہے اور اگر تم مومن ہو تو وہ تو تم سے مضبوط عہد و پیمان بھی لے چکا ہے۔“

اسی طرح ایک مقام پر فرمایا:

﴿فَأْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّورِ الَّذِي أَنْزَلْنَا ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝﴾ (التغابن: ۸)

”سو تم اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس نور پر جسے ہم نے نازل فرمایا ہے ایمان لاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے ہر عمل سے باخبر ہے۔“

اور سورۃ الفتح میں فرمایا:

﴿إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝ لِّتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَ
تُعِزُّوهُ وَتُقِرُّوهُ ۝ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝﴾ (الفتح: ۸، ۹)
”یقیناً ہم نے تجھے گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر
بھیجا ہے تاکہ (اے مسلمانوں) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اور اس کی
مدد کرو، اور اس کا ادب کرو اور اللہ کی پاکی بیان کرو صبح و شام۔“

اور سورۃ الاعراف میں فرمایا:

﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا ۝ الَّذِي لَهُ مُلْكُ
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۝ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۝ فَأَمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ
النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝﴾
(الاعراف: ۱۵۸)

”آپؐ کہہ دیجیے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا بھیجا ہوا ہوں جس
کی بادشاہی تمام آسمانوں اور زمین میں ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق
نہیں وہی زندگی دیتا ہے، اور وہی موت دیتا ہے، سو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس
کے نبی اُمی پر جو کہ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہیں، اور ان کا
اتباع کرو تا کہ تم راہ پر آ جاؤ۔“

پس آپ ﷺ پر ایمان لانا آپ ﷺ کا پہلا بنیادی حق ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:
(﴿أَمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ،
وَيُؤْمِنُوا بِنِيٍّ﴾) ①

”مجھے حکم ہوا ہے کہ اس وقت تک لوگوں سے لڑتا رہوں یہاں تک کہ وہ گواہی
دیں کہ کوئی معبود برحق نہیں سوائے اللہ عزوجل کے اور مجھ پر ایمان لائیں۔“

اسی طرح حدیث رسول ﷺ ہے:

((وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَا يَسْمَعُ بِنِي أَحَدٍ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ يَهُودِيٍّ وَلَا نَصْرَانِيٍّ ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ))^①

”قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے! اس زمانے (یعنی میرے اور میرے بعد قیامت تک) کا کوئی یہودی یا نصرانی (یا کوئی اور دین والا) میرا حال سنے پھر ایمان نہ لائے اس پر جو چیز میں دے کر بھیجا گیا ہوں (یعنی قرآن) تو وہ جہنم میں جائے گا۔“

مذکورہ بالا احادیث اور اس طرح کی دوسری احادیث کا مقتضی و مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ پر ایمان و یقین رکھنا لازمی ہے، اسی طرح جو کچھ آپ ﷺ اللہ عزوجل کی طرف سے حلال و حرام اور اوامر و نواہی لائے ہیں ان پر بھی تسلیم و رضا ہو۔
رسول اللہ ﷺ کی عبدیت پر ایمان:

اللہ تعالیٰ کی ہستی کو ماننے، اس کی الوہیت و وحدانیت پر لانے اور اس کو ذات اور صفات میں وحدہ لا شریک لہ تسلیم کرنے کے بعد ذات لایزال کے فرستادہ انسانِ کامل سید البشر حضرت محمد ﷺ کی عبدیت کی شہادت دینا بھی مسلمان ہونے کی شرط ہے۔ یعنی دل کی تصدیق کے ساتھ زبان سے اقرار کریں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں اور اس کے سچے رسول ہیں۔ حضور ﷺ نے اپنی رسالت کے اقرار پر اپنی عبدیت کے اقرار کو مقدم رکھا ہے۔ تاکہ ہر مسلمان جو حضور ﷺ کو رسول اللہ مانے وہ آپ کو اللہ عزوجل کا عبد یعنی بندہ بھی مانے۔ کیونکہ رسالت اور عبدیت دونوں لازم و ملزوم ہیں جو پیغمبر اللہ کی طرف سے دنیا میں آیا وہ عبد اور بشر ہی تھا۔ ہرگز غیر بشر نہ تھا تو رسالت کے اقرار سے قبل رسول کی عبدیت اور

① صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب وجوب الإیمان برسالة نبينا محمد ﷺ إلى جميع الناس ونسخ الملل بملته، رقم: ۳۸۶.

بشریت پر ایمان لانا بھی ضروری ہوا۔ اگر کوئی شخص کسی رسول کو عبد یا بشر نہ مانے تو وہ منکر رسالت ہے کہ بشریت کے انکار سے رسالت کا انکار لازم آتا ہے۔

کیونکہ یہ حقیقت آپ کو معلوم ہے کہ اصلی ہیرا پتھر ہوتا ہے تو حجریت ہیرے کو لازم ہوئی۔ اگر ہیرا پتھر کی جنس سے نہ ہو تو وہ ہیرا نہ ہوگا۔ (کوئی اور شے ہوگی نقلی ہیرا کہہ لو) تو حجریت کے انتقا سے ہیرے کی نفی لازم آئی۔ ایسے ہی انکار بشریت انکار رسالت کو مستلزم ہوا۔ تو حسب ارشاد سید الکونین رضی اللہ عنہ اس بات پر دل سے یقین اور زبان سے اقرار کریں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص ”عبد“ ہیں، بشر ہیں، آدمی ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ باقی رہا آپ کا درجہ تو درجہ اور مرتبہ میں آپ بے مثل ہیں۔ آپ کی شان کا آدم کی اولاد میں کوئی آدمی، کوئی بشر، کوئی عبد اور کوئی رسول نہیں ہے ۵

حضرت خیر البشر! وہ سرور کون و مکاں
وہ رئیس عرشیاں، وہ خاتم پیغمبراں
اس کا ہر نقش قدم ہے مشعلِ راہ حیات
وہ امیر کارواں، فانوسِ ایوان جہاں
اس نے بندے کو الوہیت شناسا کر دیا
مرکزی نقطہ وہ جس کے گرد گھومی داستاں
(ثمر)

عبدیت خیر الوریٰ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ”عبدہ“ ہیں۔ یعنی ”اللہ کے بندے ہیں۔“ یاد رکھیں! کہ ہر شخص اللہ کا عبد ہے، غلام ہے اور کسی کو اس کی غلامی اور بندہ ہونے سے مفر نہیں۔ پھر غلامی ہو تو صرف اللہ ہی کی ہو۔ اللہ کی غلامی کے سوا کسی کو کسی کی غلامی جائز نہیں اور نہ ہی کوئی عبد کسی کا عبد ہو سکتا ہے ۵
بشر غلامی کرے بشر کی، کسی بھی صورت روا نہیں ہے
میں دار پر یہی کہوں گا بشر، بشر ہے خدا نہیں ہے

تمام بنی نوع انسان اللہ وحدہ القہار کی غلامی کی زنجیر میں جکڑے ہوئے ہیں۔ کوئی اس زنجیر سے نکل سکتا ہے نہ ہی کسی کو چارہ چوں و چرا ہے۔ اگر وہ مالک ہوا بند کر دے، آکسیجن ناپید کر دے تو تمام انسان بلکہ ہر ذی روح ہلاک ہو جائے۔ اسی طرح اگر وہ زمین کے اندر پانی خشک کر لے تو اس کے تمام غلام مارے پیاس کے تڑپ تڑپ کے جان دے دیں۔ اگر زمین سے رزق نہ اگائے تو قوتِ لایموت نہ ملنے کے باعث ذریتِ آدم دم توڑ دے۔

معلوم ہوا کہ اللہ کے غلام اپنی زندگی رواں دواں رکھنے کے لیے ہر لمحہ اللہ عظیم و برتر کے سخت محتاج ہیں۔ اور غلام اپنے مالک کی عبادت کرتے کرتے خواہ کتنا ہی اس کا مقرب ہو جائے، حق غلامی بدرجہ اتم ادا کر کے اس کے قرب کی معراج کو بھی پالے۔ وہ پھر بھی غلام ہی ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلٰی الْمَسْجِدِ
الْاَقْصَا الَّذِیْ بُرُکْنَا حَوْلَہٗ لِیُزِیْرَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ۗ اِنَّہٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۝۱﴾

(بنی اسرائیل: ۱)

”وہ اللہ (عجز و شراکت کے عیب سے) پاک ہے۔ جو اپنے بندے (محمدؐ) کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا۔ جس کے گرد اگر وہم نے (دنیا و دین کی) برکتیں دے رکھی ہیں تاکہ دکھائیں ہم اس کو اپنی نشانیوں سے۔ بے شک وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔“

اس آیت میں حضور ﷺ کے اسراء و معراج کا حال ہے۔ غور کریں! کہ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کو ساتوں آسمانوں سے بہت بہت آگے اور آگے..... اور آگے جہاں تک چاہا لے گیا۔ یعنی انتہائی قرب بخشا۔ اس عظیم قرب کے مقام پر پہنچ کر بھی ”اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ“ حضور ﷺ ہنوز عبد ہیں۔ اللہ کے بندے ہیں۔ اسی لیے آقائے لایزال کے حضور سرور کائنات ﷺ نے خود کو عبدہ کی حیثیت سے پیش کیا ہے اور امت کو بھی سبق دیا ہے کہ کہو..... ”عبدہ ورسولہ“ کہ ”محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔“ یعنی پہلے مجھے عبدہ

کہو، پھر رسولؐ کہو۔ کتنا عزیز ہے حضور ﷺ کی اس عبدیت میں، کتنا شرف و مجد اور کس قدر کیف ہے حضور ﷺ کے عبدہ فرمانے میں ۵

جلوہ ماہ نیم شب، تابش نور آفتاب!

یہ بھی نہیں تیرا جواب، وہ بھی نہیں تیرا جواب

(ثمر)

تو یاد رکھیں! کہ تمام کے تمام رب الارباب کی غلامی کے جال کے اسیر ہیں، سب کے گلے میں رب العالمین کی ربوبیت کا گلوگیر ہے۔ اسی طرح زندگی اپنی بقاء کے لیے اسی مالک کے در سے طعام اور نسیم کی بھیک مانگتی ہے۔ جب اللہ کا حکم رات کی شکل میں جہان پر مسلط ہوتا ہے تو سب اُس کے حکم کے زیر اثر آ کر سو جاتے ہیں۔ اگر کوئی غلام کہے کہ میں رات سے نکل جاؤں تو نہیں نکل سکتا۔ ایسے ہی جب دن خلقت پر چھا جاتا ہے تو سب دن کو قبول کر کے کاروبار میں لگ جاتے ہیں۔ طوعاً و کرہاً اسیرانِ غلامی لیل و نہار کا لباس زیب تن کر لیتے ہیں۔ جب خالق کل زمانے پر موسم سرما مسلط کر دیتا ہے تو سب گرم لباس پہننے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور جب موسم گرما اپنا رنگ دکھاتا ہے تو لوگ گرم لباس اتارنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور سرد لباس پہن لیتے ہیں۔ ہر کہہ و مہہ چار و ناچار اس کی غلامی کا اسیر ہے اور کسی ہفت اقلیم کے بادشاہ یا اولوالعزم پیغمبر کو بھی اس کی قید غلامی سے فرار ممکن نہیں۔

﴿يَبْعَثُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَوَاتِ
وَالْأَرْضِ فَانْفُذُوا وَلَا تَنْفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَانٍ﴾ (الرحمن: ۳۳)

”اے جنوں اور انسانوں کے گروہ! اگر تم آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل کر بھاگ سکتے ہو، تو بھاگ جاؤ، مگر تم بغیر قوت و غلبہ کے نہیں بھاگ سکو گے۔“

پھندے سے تیرے جائے کیونکر نکل کے کوئی

پھیلا ہوا ہے ہر سو، عالم میں جال تیرا

(حالی)

رحمتِ عالم ﷺ کا اقرار عبودیت:

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ خود اقرار فرماتے:

((اللَّهُمَّ إِنِّي عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ أَمَتِكَ، نَاصِيَتِي بِيَدِكَ، مَا ضِي فِي حُكْمِكَ، عَدْلٌ فِي قَضَائِكَ، أَسْأَلُكَ بِكُلِّ إِسْمٍ هُوَ لَكَ، سَمَّيْتَ بِهِ نَفْسَكَ، أَوْ أَنْزَلْتَهُ فِي كِتَابِكَ أَوْ عَلَّمْتَهُ أَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ أَوْ اسْتَأْثَرْتَ بِهِ فِي عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدِكَ، أَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ رَبِيعَ قَلْبِي وَنُورَ صَدْرِي وَجَلَاءَ غَمِّي وَذَهَابَ هَمِّي.))

”اے اللہ! میں تیرا بندہ ہوں۔ میں تیرے بندے اور تیری بندی کا بیٹا ہوں۔ میری پیشانی تیرے قابو میں ہے۔ میرے حق میں تیرا حکم جاری ہے۔ میرے بارے میں تیرا فیصلہ انصاف کے ساتھ ہے، میں تجھ سے تیرے ہر اس نام کے ساتھ سوال کرتا ہوں کہ جسے تو نے اپنے لیے پسند کیا ہے، یا اسے تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھا دیا ہو، یا تو نے اپنی کتاب میں اتارا ہے، یا اس کو تو نے اپنے ہاں غیب کے خزانوں میں مخفی رکھا ہے کہ قرآن کو تو میرے دل کی بہار اور میرے سینے کا نور بنا دے، اور قرآن کو میرے غم کو دور کرنے والا اور میرے دکھ کو مٹا دینے والا بنا دے۔“

مذکورہ دعا میں حضور ﷺ اللہ سے یوں التجا کرتے ہیں ”اللَّهُمَّ إِنِّي عَبْدُكَ“ ”اے اللہ! میں تیرا غلام ہوں۔“ اللہ کی غلامی پر حضور ﷺ کتنے خوش ہیں اور اس میں کتنا اعزاز سمجھتے ہیں اور اس عبودیت کے اقرار میں یہ بھی واضح ہے کہ حضور ﷺ جنس انسان سے ہیں۔ تاکہ

① مسند احمد، رقم: ۳۷۱۲۔ صحیح ابن حبان، رقم: ۲۳۷۲۔ مستدرک حاکم: ۱/ ۵۰۹، ۵۱۰۔ عمل الیوم واللیلة لابن السنی، رقم: ۳۳۶۔ الفرج بعد الشدة لابن ابی دنیا، رقم: ۵۳۔ سلسلۃ الصحیحۃ، رقم: ۱۹۹۔

اُمت عیسائیوں اور یہودیوں کی طرح گمراہ نہ ہو جائے کہ عیسائیوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو الہ کہا، ابن اللہ بھی کہا اور ثالث ثلاثہ بھی کہا۔ اسی طرح یہودیوں نے سیدنا عزیر علیہ السلام کو ابن اللہ کہا اور گمراہ اور مشرک ہو گئے۔

پھر حضور ﷺ نے فرمایا: ”وَإِبْنُ عَبْدِكَ“ ”اور تیرے غلام (عبد اللہ) کا بیٹا ہوں۔“ یعنی میرا باپ بھی تیرا بندہ اور غلام ہے۔

وَإِبْنُ أُمَّتِكَ ”اور تیری لونڈی (آمنہ) کا بیٹا ہوں۔“ یعنی میری ماں بھی تیری لونڈی۔ مطلب یہ کہ ساری اولادِ آدم کے ذکور و اناث تیرے غلام اور تیری لونڈیاں ہیں اور تو ان سب کا خالق، مالک، رب اور داتا ہے۔

دعا کے آخر میں ان عبدہ نے اللہ کے خاص الخاص نام کی برکت سے اپنے مالک لایزال سے سوال کیا کہ قرآن کو میرے دل کی بہار بنا دے اور قرآن ہی سے میرے غم و غم کا نور کر دے۔ پس عبدہ کی عبودیت معراجِ کمال پر ہے۔

امروز جائے ہر کس پیدا شودز خواہاں
کاں ماہ مجلس آرا اندر صدارت آمد
(حافظ شیرازی)

رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر ایمان:

جناب محمد اکرم ﷺ نے اپنی ذات کے بارے میں عبدہ کی شہادت دینے اور اُمت سے یہ شہادت دلوا کر پھر فرمایا: ”وَرَسُولُهُ“ ”کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔“ رسول کے معنی قاصد اور اپیلچی کے ہیں۔ ایک بادشاہ اپنا اپیلچی دوسرے بادشاہ کے پاس بھیجتا ہے تو اس اپیلچی کو رسول کہتے ہیں۔ جیسے رسولِ روم، رسولِ ایران، رسولِ مصر، تو ہر انسان کے قاصد اور پیغام رساں کو رسول کہیں گے۔ یہ تو ہوئے انسانوں کے انسانوں کی طرف رسول۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کسی انسان کو اپنا پیغام دے کر بھیجتا ہے تو اس کو رسول اللہ کہا جاتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا قاصد، اپیلچی اور پیغامبر۔

اپنی عمر کے چالیس سال سے قبل حضور انور ﷺ محمد بن عبد اللہ کے نام سے جانے پہچانے جاتے تھے اور وہ بھی اپنی برادری اور قبیلہ کے اندر۔ اس عمر تک آپ نیک، راست باز اور امین مشہور تھے۔ جب تاج نبوت پہن کر غارِ حرا سے نکلے تو اس وقت محمد بن عبد اللہ سے محمد رسول اللہ بن گئے۔ اللہ کے بھیجے ہوئے قاصد۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿قُلْ إِنبَاءَ أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنبَاءَ إِلَهًا وَاحِدًا﴾

(الکہف: ۱۱۰)

”کہہ دیجیے! سوائے اس کے نہیں کہ میں انسان ہوں مانند تمہاری وحی کی جاتی ہے میری طرف، یہ کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔“

مطلب یہ کہ ہوں تو میں وہی محمد بن عبد اللہ، بشر اور آدمی ہی۔ ہاں! مجھ پر مزید انعام یہ ہوا ہے کہ میں رسول اللہ ہو گیا ہوں۔ کیونکہ میری طرف وحی آتی ہے کہ لوگو! سنو! تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ وحدہ لا شریک لہ ہے۔

حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا ایمان بالرسالت:

رسول اللہ ﷺ پر ایمان لاؤ کہ تمہارے ایمان کی بنیاد یقین و محبت کی بنیاد پر استوار ہو اور تمہارا ایمان حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے اس ایمان کی طرح ہو جس کی نشاندہی مخبر صادق ﷺ نے ایک مثال دے کر فرمائی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ایک چرواہا اپنے ریوڑ میں تھا کہ بھیڑیے نے حملہ کر کے اسی میں سے ایک بکری پکڑ لی۔ چرواہے نے پیچھا کر کے اس سے بکری چھڑالی۔ بھیڑیے نے اس کی جانب متوجہ ہو کر کہا: بتاؤ چیر پھاڑ کے دن ان کی حفاظت کون کرے گا جب میرے سوا ان کا چرواہا اور کوئی نہ ہوگا۔ لوگوں نے تعجب سے کہا سبحان اللہ، پس نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں اس واقعہ کی صحت پر یقین رکھتا ہوں اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی۔ حالانکہ حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما

وہاں موجود نہ تھے۔^①

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت رسالت:

ایک یہودی اور ایک نام نہاد مسلمان کا آپس میں کسی بات پر تنازعہ ہو گیا۔ دونوں فیصلہ لینے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور انور ﷺ نے دونوں کے بیان سن کر فیصلہ یہودی کے حق میں دے دیا۔ مسلمان یہودی سے کہنے لگا کہ آؤ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے چل کر فیصلہ لیں۔ یہودی نے کہا ہوش کرو تمہارے رسول میرے حق میں فیصلہ دے چکے ہیں۔ اس کے باوجود تم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جانا چاہتے ہو؟ مسلمان نہ مانا اور یہودی کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا۔ جب ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو نام نہاد مسلمان نے کہا کہ اے عمر! ہمارے درمیان فیصلہ کرو۔ اتنے میں یہودی بولا کہ اے عمر! ہم تمہارے رسول کے پاس گئے تھے۔ انہوں نے ہم دونوں کے بیان سن کر فیصلہ میرے حق میں دے دیا ہے۔ لیکن یہ ان کے فیصلہ پر رضا مند نہیں ہوا اور مجھے آپ کے پاس لے آیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نام نہاد مسلمان سے پوچھا یہودی ٹھیک کہتا ہے کیا؟ مسلمان نے کہا جی ہاں۔ لیکن میں نے چاہا کہ آپ سے بھی فیصلہ لیں۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اچھا ٹھہرو میں تمہیں فیصلہ دیتا ہوں۔ اٹھے، تلوار لے آئے اور نام نہاد مسلمان کی گردن اڑادی اور ارشاد فرمایا:

”هَذَا قِضَاءُ عُمَرَ مَنْ لَمْ يَرْضَ بِقِضَاءِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ.“^②

”عمر کا یہی فیصلہ ہے اس شخص کے بارے جو رسول اللہ ﷺ کے فیصلے پر راضی نہیں ہوتا۔“

پھر مقتول کے ورثاء نے رسول اللہ ﷺ کے حضور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر قتل کا استغاثہ کر دیا۔ جب دونوں فریق پیش ہوئے تو جبریل علیہ السلام آیت ذیل لے کر آگئے:

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَىٰ الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنْفِقِينَ

① صحیح بخاری، کتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ، رقم: ۳۶۹۰۔

② تفسیر ابن کثیر و تفسیر معالم التنزیل تحت الآیة: فلا وربك.....

يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا ۝ ﴿٦١﴾ (النساء: ٦١)

”اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس طرف جو اللہ نے اتارا ہے اور رسول (کے فیصلہ) کی طرف تو تم (ان) منافقوں کو دیکھتے ہو کہ وہ تجھ سے رک رک رہتے ہیں۔“
یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو آپ کے فیصلہ کو قبول نہیں کرتا، وہ اور اس کے ساتھی مسلمان نہیں ہیں، بلکہ منافق ہیں اور یہ منافق آپ ﷺ کے فیصلہ سے رکتے اور ہٹ کر رہتے ہیں۔ معلوم یہ ہوا کہ حضور ﷺ کے فیصلہ، ارشاد، فرمان اور حدیث کو چھوڑ کر کسی امتی کے قول کو لینے والا بقول قرآن مجید منافق ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روح پر بارش کے قطروں اور درختوں کے پتوں برابر اپنی بخششیں اور رحمتیں نازل فرمائے کہ وہ قبول رسالت کی ذمہ داری سے بہ احسن وجوہ عہدہ برآ ہوئے اور جس خلوص سے انہوں نے رسالت کی شہادت دی ہے۔ فضا اس شہادت سے تانور نیر اعظم گونجتی رہے گی۔ اسے کہتے ہیں: وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

ایکہ صد طور است پیدا از نشانِ پائے تو
خاک یثرب را تجلی گاہِ عرفاں کردہ
(اقبال)

لہذا ایمان کے لیے یہ ضروری شرط ہے کہ نبی کریم ﷺ کی عبدیت اور رسالت دونوں پر ایمان لایا جائے اور دل اُس ایمان کی تصدیق کر رہا ہو۔ اور جن امور کی تصدیق دل سے مطلوب ہے، وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱)..... آپ ﷺ کی رسالت عالمگیر ہے یعنی آپ ﷺ تمام انسانوں اور جنوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

(۲)..... آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں اور آپ ﷺ کی رسالت خاتمۃ الرسالات ہے۔

(۳)..... آپ ﷺ کی نبوت و رسالت گزشتہ تمام شریعتوں کی ناسخ ہے۔

اب ان تینوں امور کی تفصیل پیش خدمت قارئین ہے:

① عالم گیر نبی ﷺ

آپ ﷺ کی نبوت عالمگیر و آفاقی ہے آپ جن و انس کے رسول بنا کر بھیجے گئے لیکن اس سے بڑھ کر بکریم نے اپنے حبیب کو وہ شرف عطا فرمایا ہے جو پہلے انبیاء کو حاصل نہ تھا۔ وہ شرف یہ ہے کہ ہر نبی خاص قوم برادری علاقہ و نسل کی طرف مبعوث ہوا لیکن نبی کریم ﷺ پوری دنیا کے عالم کے جن و انس کے نبی ہیں اس کے لیے ہم سات قسم کے دلائل آپ کے سامنے پیش کریں گے۔

لیکن ان دلائل کو ذکر کرنے سے قبل ہم آپ کے سامنے چند معروضات پیش کریں گے۔

① کیا سرور کونین ﷺ نے اپنے عالمگیر ہونے کا دعویٰ کیا ہے؟

② کیا والی یثرب ﷺ کے علاوہ کسی نے اپنے عالمگیر ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔

جی ہاں! صاحبان علم و فکر اس بات سے آگاہ ہیں کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اعلان فرمایا:

﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا﴾ (الاعراف: ۱۵۸)

”اے نبی! اعلان فرمادیجیے) اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔“

اور حدیث میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً وَفِي رِوَايَةٍ وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً.)) ①

① صحیح بخاری، کتاب الصلاة، باب قول النبی ﷺ وجعلت لی الارض.....،

”ہر نبی صرف اپنی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا (لیکن) میں تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔“
تمام لوگوں کے لیے رسول:

قرآن کریم میں بہت سے مقامات پر رسالت محمد ﷺ کے بارے میں فرمایا کہ:
 ﴿وَأَرْسَلْنَاكَ لِلنَّاسِ رَسُولًا ط﴾ (النساء: ۷۹)
 ”ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے۔“
تمام جہاں والوں کے لیے رسول:

آپ تمام جہان والوں کے لیے رسول رحمت بنا کر بھیجے گئے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:
 ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ﴿۱۰۷﴾﴾ (الانبیاء: ۱۰۷)
 ”ہم نے آپ کو تمام جہاں والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔“
جملہ بنی نوع جن وانس کے لیے نبی:
 فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ﴾ (السبا: ۲۸)
 ”ہم نے آپ کو جملہ بنی نوع (جن) وانس کے لیے بھیجا ہے۔“
سب کے لیے نبی:

سیدنا محمد ﷺ کو بنی نوع جن وانس کی طرف نبی بنا کر بھیجا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:
 ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا﴾ (الاعراف: ۱۵۸)
 ”کہہ دیجیے! اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف رسول بن کر آیا ہوں۔“
جہاں تک دعوت پہنچے ان سب کے لیے نبی:
 ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ أُمِّي شَيْءٌ أَكْبَرُ شَهَادَةً ط قُلِ اللَّهُ شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ قَدْ

”اَوْحِيَ اِلَيَّ هَذَا الْقُرْآنُ لِأُنذِرْكُمْ بِهِ وَمَنْ بَلَغَ ۗ ﴿١٩﴾ (الانعام: ۱۹)
 ”آپ ان سے پوچھئے کہ سب سے بڑھ کر سچی گواہی کس کی ہے؟ آپ کہئے اللہ
 کی، جو میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے نیز یہ کہ قرآن میری طرف وحی کیا گیا
 ہے تاکہ اس میں تمہیں بھی ڈراؤں اور ان سب کو بھی جن تک یہ پہنچے۔“
 جبکہ باقی انبیاء کسی خاص قوم یا قبیلے کے لیے مبعوث ہوئے:

جبکہ باقی انبیاء کے بارے میں قرآن کہتا ہے:

سیدنا موسیٰ و ہارون علیہما السلام:

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُولَا إِنَّا رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦﴾ أَنْ أَرْسِلَ مَعَنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿١٧﴾﴾ (الشعراء: ۱۶ تا ۱۷)

”تم دونوں (موسیٰ و ہارون) فرعون کے پاس جا کر کہو کہ بلاشبہ ہم رب العالمین
 کے بھیجے ہوئے رسول ہیں کہ تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو روانہ کر دے۔“

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے متعلق تورات کیا کہتی ہے؟

موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بھی تورات کے مقاصد وہی ہیں جو انجیل کے عیسیٰ علیہ السلام کے لیے

ہیں۔ ملاحظہ ہو:

”اب دیکھ بنی اسرائیل کی فریاد مجھ تک آئی اور میں نے وہ ظلم جو مصری ان پر
 کرتے ہیں، دیکھا ہے۔ بس اب تو جا۔ میں تجھے فرعون کے پاس بھیجتا ہوں،
 میرے لوگوں کو جو بنی اسرائیل ہیں مصر سے نکال۔“^①

اسی طرح کتاب استثناء میں ہے:

”موسیٰ (علیہ السلام) نے ہم کو ایک شریعت (کی وصیت) فرمائی جو کہ یعقوب (علیہ السلام)
 کی جماعت کی میراث ہو۔“

① خروج باب ۳، فقرہ ۷ تا ۱۰۔

مذکورہ بالا حوالہ جات نے شریعت تورات کو اسرائیلیوں کے ساتھ خاص کر دیا ہے، اگر یہ آخری کتاب استثناء والا فقرہ نہ ہوتا تو ممکن تھا کہ کوئی مدعی کہہ سکتا کہ شریعت تورات سب دنیا کے لیے عالمگیر ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں پیغمبر ﷺ بنی اسرائیل اور اس خطے کے نبی تھے۔
سیدنا عیسیٰ علیہ السلام:

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ ﴾ (آل عمران: ۴۹)

”اور وہ رسول ہوگا بنی اسرائیل کے لیے۔“

اور انجیل بھی عیسیٰ علیہ السلام کے لیے عالمگیریت کا دعویٰ نہیں کرتی بلکہ وہاں بھی لکھا ہے، میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا کسی اور کے پاس نہیں بھیجا گیا۔^① انجیل ہی میں دوسری جگہ یوں لکھا ہوا ہے:

”غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ

اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا۔“^②

اس صاف اعلان کے بعد مسیح علیہ السلام کو کل دنیا کے لیے بتلانا خدا کے راست باز نبی کو جھٹلانے کے مترادف ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ مسیح علیہ السلام کے بارہ کے بارہ شاگرد بنی اسرائیل سے تھے یعنی عیسیٰ علیہ السلام بھی صرف بنی اسرائیل کے نبی ہیں عالمگیر نہیں۔

① ﴿ وَآلِي مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ﴾ (الاعراف: ۸۵)

”مدین والوں کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔“

② ﴿ وَآلِي عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا ﴾ (الاعراف: ۶۵)

① متی، باب ۱۵ فقرہ ۲۴۔

② متی، باب ۱۰ فقرہ ۵۔۶۔

”عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو۔“

③ ﴿وَإِلَىٰ شُعُوبٍ أُخَاهُمْ صٰلِحًا﴾ (الاعراف: ۷۳)

”شعوب کی طرف صالح کو۔“

④ ﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ﴾ (الاعراف: ۵۹)

”نوح کو ان کی قوم کی طرف۔“

حاصل کلام:

حاصل یہ کہ اللہ کے نبی سیدنا و مولانا محمد النبی الامی ﷺ دنیا جہاں کے تمام جن وانس کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں اگر کوئی اب بھی ایمان نہیں لاتا تو پھر حرمان خیر کے لیے فرمان نبوی ﷺ ہے:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يَسْمَعُ بِي رَجُلٌ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ يَهُودِيٌّ وَلَا نَصْرَانِيٌّ ثُمَّ لَا يُؤْمِنُ بِي إِلَّا دَخَلَ النَّارَ.))^①

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس امت میں سے کوئی یہودی ہو یا نصرانی (عیسائی) وہ میری نبوت کے بارے میں سنے اور ایمان نہ لائے تو وہ جہنم میں جائے گا۔“



① صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب وجوب ایمان برسالة نبینا محمد ﷺ الی جمیع الناس ونسح الملل مملته، رقم: ۱۵۲.

② ختم نبوت

آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں اور آپ ﷺ کی رسالت خاتمۃ الرسالات ہے۔
(۱)..... ختم و خاتم کا معنی ہے کسی چیز کو ڈھانپ دینا اس انداز سے کہ نہ تو اس سے کچھ نکلے نہ داخل ہو۔

(۲)..... ختم کسی چیز کے آخری حصہ یا انتہا کو بھی کہا جاتا ہے۔
تو پھر ختم نبوت کا معنی ہوا سلسلہ نبوت کی انتہاء و بندش۔ جیسا کہ کلام باری تعالیٰ میں ہے:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾ (الاحزاب: ۴۰)

”محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہیں، بلکہ وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین (نبیوں کے سلسلہ کو ختم کرنے والے) ہیں۔“
لب لباب یہ کہ خاتم اور ختم دونوں کا معنی ایک ہے۔ تفصیل درج ذیل کتب لغت میں دیکھی جاسکتی ہے۔^①

اور کلمہ ”النبیین“ کا الف لام جنس کا ہے جو کہ جملہ انبیاء و رسل کو شامل ہے۔
پس کلام اللہ کی آیت اعلان کر رہی ہے کہ سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ النبی الامی ﷺ کے وجود سعید پر نبوت کا خاتمہ کر دیا گیا ہے۔

① المحکم لابن سیدہ: ۲۶/۵۔ لسان العرب: ۱۲/۱۶۳۔ القاموس المحيط: ۱۵/۲۔ تاج العروف للزبیدی: ۲۶۶/۸۔ المفردات، ص: ۱۴۲-۱۴۳۔ والمنجد وغیرہ۔

یہ ایک عجیب پیش گوئی ہے اور اس کے اندر ایک عجیب طاقت منجانب اللہ موجود ہے۔ ایران کو دیکھو، وہاں ہزاروں سال تک متواتر سروش آسمانی کی آوازیں بیسیوں پاک سرشت بزرگوں کو سنائی دیتی رہیں۔

ہندوستان کا دعویٰ ہے کہ یہاں کروڑوں سال تک مہارشی ایسے ہوئے جن پر آکاس بانی کا پرکاش ہوتا رہا۔

بنی اسرائیل کے حالات پڑھو، جہاں ایک ایک وقت میں دو، دو، چار، چار نبی موجود پائے گئے۔

مصریوں چینیبوں نے بھی سینکڑوں سال تک اپنے اندر نبوت و رسالت ہونے کے دعاوی کو بلند کیا۔

لیکن جب سے کلام اللہ میں آیت زیب عنوان ہوا ہے اور ختم نبوت کا فرمان سنا دیا گیا ہے اس وقت سے ان سب مذاہب و ادیان نے بھی اپنے اپنے دروازوں پر قفل ڈال دیے ہیں۔

مجوسی اب کیوں کسی شخص کو جائے اسپ و زرتشت کے اورنگ پر نہیں بٹھاتے۔ آریہ دت اب کیوں آکاش بانی کا ایک حرف بھی نہیں سنتا؟ بنی اسرائیل کیوں اپنی قوم اور اپنے ملک میں کسی کا نبی ہونا تسلیم نہیں کرتے؟

پیارے قارئین! یہ سب قدرت الہیہ کا روشن کارنامہ ہے۔ جس نے نبی کریم ﷺ کو خاتم النبیین بتانے کے بعد تمام دنیا کے جملہ مذاہب کے دماغوں اور طبیعتوں سے بھی یہ بات نکال دی ہے کہ خود ان کے مذہب کے اندر بھی کسی کو نبی، رسول، پیغمبر و اوتار کہا جائے۔^①

شریعت مطہرہ میں اس جزو ایمان کے ثبوت کے لیے پانچ قسم کے دلائل وارد ہوئے ہیں۔
(۱) آیات قرآنیہ (۲) احادیث صحیحہ و صریحہ (۳) تمثیلی احادیث (۴) نبی کریم ﷺ کے بعض اسماء، اقوال صحابہ اور (۵) آپ ﷺ کا اعلان ختم نبوت اور جھوٹے نبیوں سے ڈرانا۔

① رحمة اللعالمین: ۸۱/۲-۸۲.

(۱) آیات قرآنیہ:

زیب عنوان کے تحت ایک آیت اوپر گزر چکی ہے۔ اور دوسری یہ ہے:

﴿الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ اتَّخَبْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَ رَضِيتُ لَكُمْ
الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (المائدہ: ۳)

”آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی
اور تمہارے لیے اسلام کو دین کے طور پر پسند کر لیا۔“

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”ہذہ اکبر نعم اللہ تعالیٰ علیٰ ہذہ الامۃ حیث اکمل
تعالیٰ لہم دینہم فلا یحتاجون الی دین غیرہ ولا الی نبی
غیر نبیہم صلوات اللہ وسلامہ علیہ، ولہذا جعلہ اللہ
تعالیٰ خاتم الانبیاء وبعثہ الی الانس والجن.“^①

”اس امت پر اللہ تعالیٰ کی یہ سب سے بڑی عظیم الشان نعمت ہے کہ اس نے ان
کے لیے ان کے دین کو کامل اور مکمل کر دیا ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
آپ ﷺ کو خاتم الانبیاء بنا کر قیامت تک کے جنوں اور انسانوں کے لیے
مبعوث فرمایا ہے۔“

(۲) احادیث صحیحہ و صریحہ:

اگر اس مضمون کی احادیث کو جمع کیا جائے تو اپنے مفہوم و مدعی کے لحاظ سے یہ تواتر کی حد
کو پہنچ جاتی ہیں۔ یعنی یہ عقیدہ اجماع امت کے ساتھ ساتھ متواتر احادیث سے بھی ثابت
ہے۔ جو اس عقیدہ میں کوئی قدغن یا نقب لگانے کی کوشش کرے گا تو وہ جھوٹا نبی کہلائے گا یا پھر
مرتد عن الاسلام ہوگا، اس میں کوئی تیسری راہ نہیں ہے۔

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْتَ

① تفسیر ابن کثیر: ۲/ ۴۶۵.

رَسُولُ اللَّهِ، وَخَاتَمُ الْأَنْبِيَاءِ.))^①

ایک لمبی حدیث جس میں قیامت کے دن کا تذکرہ ہے اور اس بات کا ذکر ہے کہ لوگ تمام رسولوں کے پاس جائیں گے کہ آپ اللہ کے ہاں ہماری سفارش کریں تاکہ حساب شروع ہو جائے ہر نبی دوسرے نبی (ﷺ) کی طرف بھیجیں گے آخر کار لوگ نبی ﷺ کے پاس آ کر عرض کریں گے۔ اے محمد! آپ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں ﷺ۔

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ تَسُوسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ، كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ وَإِنَّهُ لَا نَبِيَّ وَبَعْدِي.))^②

”نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بنی اسرائیل کی قیادت انبیاء کیا کرتے تھے، جب کوئی نبی فوت ہو جاتے تو دوسرے نبی ان کے جانشین ہو جاتے مگر میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔“

(۳) تمثیلی احادیث:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: إِنَّ مَثَلِي وَمَثَلُ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى بَيْتًا فَأَحْسَنَهُ وَأَجْمَلَهُ إِلَّا مَوْضِعَ لَبْنَةٍ مِنْ زَاوِيَةِ فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوفُونَ بِهِ وَيَعْجَبُونَ لَهُ وَيَقُولُونَ: هَلَّا وُضِعَتْ هَذِهِ اللَّبْنَةُ؟ قَالَ: فَأَنَا اللَّبْنَةُ، وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ.))^③

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری اور

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب ذریۃ من حملنا مع نوح.....، رقم: ۴۷۱۲.

② صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، رقم:

۳۴۵۵.

③ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب خاتم النبیین، رقم: ۳۵۳۵.

مجھ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے ایک آدمی نے ایک عمارت بنائی اور خوب حسین و جمیل بنائی مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوٹی ہوئی تھی۔ لوگ اس عمارت کے گرد پھرتے اور اس کی خوبصورتی پر اظہار حیرت کرتے تھے مگر کہتے کہ اس جگہ اینٹ کیوں نہ رکھی گئی؟ تو وہ اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔“

یعنی میرے آنے کے بعد نبوت کی عمارت مکمل ہو چکی ہے، اب کوئی جگہ باقی نہیں ہے جسے پُر کرنے کے لیے کوئی اور آئے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اس مضمون کے ساتھ چار اسناد نقل کی ہیں اور ایک میں یہ الفاظ زائد ہیں: ((جِئْتُ فَخَتَمْتُ الْأَنْبِيَاءَ ﷺ)) ①

”پس میں نے آ کر سلسلہ نبوت و رسالت کو ختم کر دیا۔“

(۴) اسماء النبی ﷺ و اقوال صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

((عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: أَنَا مُحَمَّدٌ، وَأَنَا أَحْمَدُ، وَأَنَا الْمَاحِي الَّذِي يُمْحِي بِي الْكُفْرَ، وَأَنَا الْحَاشِرُ الَّذِي يُحْشِرُ النَّاسَ عَلَى عَقِبِي وَأَنَا الْعَاقِبُ، وَالْعَاقِبُ الَّذِي عَيْسَى بَعْدَهُ نَبِيٌّ.)) ②

”حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی بھی ہوں اس لیے کہ میرے سبب اللہ تعالیٰ کفر کو مٹائے گا اور میرا نام حاشر بھی ہے لوگوں کو میرے نقش قدم پر اٹھایا جائے گا اور میرا نام عاقب بھی ہے اور عاقب سے مراد وہ شخص ہے جس کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔“

① مسلم، کتاب الفضائل، باب ذکر کونہ ﷺ خاتم النبیین، رقم: ۲۲۸۶ و ۲۲۸۷.

② صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی اسمائہ ﷺ، رقم: ۲۳۵۴۔ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب فی اسماء رسول اللہ ﷺ، رقم: ۳۵۳۲.

پس آپ ﷺ عاقب ہیں یعنی سب سے پیچھے آنے والے، جملہ انبیاء کی اقتداء کو جمع کرنے والے، عدیم النظیر، عدیم المثال، آغاز نبوت کا انجام اور انجام رسالت کا اتمام۔
(۵) اقوال صحابہ:

((عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: إِنَّ أَنْاسًا كَانُوا يُؤَاخِذُونَ بِالْوَحْيِ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَإِنَّ الْوَحْيَ قَدْ انْقَطَعَ.))^①
”حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک لوگ عہد نبوی میں وحی کے ذریعے مواخذہ کیے جاتے تھے لیکن اب وحی منقطع ہو چکی ہے۔“

((قَالَ إِسْمَاعِيلُ: قُلْتُ لِابْنِ أَبِي أَوْفَى رَأَيْتَ إِبْرَاهِيمَ بْنَ النَّبِيِّ ﷺ؟ قَالَ: مَاتَ صَغِيرًا وَلَوْ قُضِيَ أَنْ يَكُونَ بَعْدَ مُحَمَّدٍ ﷺ نَبِيٌّ عَاشَ ابْنُهُ وَلَكِنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ.))^②

”اسماعیل بن خالد الکوفی رضی اللہ عنہ (تابعین میں سے ہیں) کہتے ہیں: میں نے ابن ابی اوفی (یعنی عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ) سے دریافت کیا کہ آپ نے نبی ﷺ کے فرزند ابراہیم کو دیکھا تھا؟ (اسماعیل کہتے ہیں کہ مجھے جواباً انہوں نے) کہا: وہ بچپن ہی میں فوت ہو گئے تھے اگر یہ فیصلہ کیا جاتا کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی ہوگا تو آپ ﷺ کے فرزند زندہ رہتے۔ لیکن نبی کریم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔“

سیدنا علی رضی اللہ عنہ جب نبی کریم ﷺ کو آخری غسل دے رہے تھے تو اپنی زبان سے یوں فرما رہے تھے:

”بَابِي أَنْتَ وَأُمِّي لَقَدْ انْقَطَعَ بِمَوْتِكَ مَا يَنْقَطِعُ بِمَوْتِ

① صحیح بخاری، کتاب الشهادات، باب الشهداء العدول، رقم: ۲۶۴۱.
② صحیح بخاری، کتاب الادب، باب من سمی باسماء الانبياء، رقم: ۶۱۹۴.

غَيْرِكَ مِنَ النَّبُوَّةِ وَالنَّبَاءِ وَأَخْبَارِ السَّمَاءِ. ①

”میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں حضور ﷺ کی موت سے وہ چیز ختم ہوگئی جو اور کسی شخص کی موت سے ختم نہ ہوئی تھی۔ یعنی نبوت اور اخبار غیب اور آسمان سے خبروں کا آنا اب ختم ہو گیا۔“

(۶) آپ ﷺ کا اعلان نبوت اور جھوٹے نبیوں سے ڈرانا:

آپ صادق المصدق ﷺ نے جہاں اعلان ختم نبوت فرمایا وہاں اپنی حیات مبارکہ ہی میں پیشین گوئی فرمادی تھی کہ میرے بعد قیامت تک تقریباً تیس ۳۰ جھوٹے دجال، کذاب پیدا ہوں گے اور ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَقْتَلَ فِئْتَانِ عَظِيمَتَانِ تَكُونُ بَيْنَهُمَا مَقْتَلَةٌ عَظِيمَةٌ، دَعْوَتُهُمَا وَاحِدَةٌ، وَحَتَّى يُبْعَثَ دَجَالُونَ كَذَّابُونَ قَرِيبٌ مِنْ ثَلَاثِينَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ رَسُولُ اللَّهِ..... الخ.)) ②

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی کہ جب تک دو گروہ آپس میں نہ لڑیں۔ دونوں میں بڑی جنگ ہوگی اور دونوں کا دعویٰ ایک ہوگا اور قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تیس کے قریب جھوٹے دجال ظاہر نہ ہوں (یعنی) ان میں سے ہر ایک یہی دعویٰ کرے گا کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔“

اب بھی اگر کسی نے ایسا دعویٰ کیا یا کرے گا جو بھی اس دیوار کو پھانسنے کی کوشش کرتا ہے وہ ان تیس (یا بعض روایات کے مطابق کم و بیش) افراد میں داخل ہوگا۔

① نہج البلاغہ، ص: ۲۰۵، چھاپہ مطبع دار السلطنت تبریز ۱۲۲۷ھ بحوالہ رحمة العالمین: ۸۵/۳۔

② صحیح بخاری، کتاب الفتن، رقم: ۷۱۲۱۔ صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب اذ تواجہ المسلمان بسيفيهما، رقم: ۷۳۴۲۔

③ آپ ﷺ کی نبوت تمام شریعتوں کی ناسخ ہے

آپ ﷺ کی نبوت و رسالت گزشتہ تمام شریعتوں کی ناسخ ہے۔ اسلامی ادب کا یہ دعویٰ ہے کہ پیغمبر اسلام آخری پیغمبر اور کتاب اسلام آخری کتاب اور امت محمد ﷺ (یعنی امت اسلام) آخری امت، قرآن زندوں کے لیے رہنما ہے کتب سابقہ کانگراں، نگہبان و محافظ ہے پچھلی غلطیوں کی اصلاح کرتا ہے اور آگے قیامت تک کے لیے دستور العمل و نظام حیات وضع کرتا اور تمام جنوں انسانوں تمام مذاہب تمام اقوام کو پیغام دعوت میں شریک کرتا ہے۔ اور خود پیغمبر ﷺ فرماتے ہیں: میں ہر کالے، گورے، عربی اور عجمی کے لیے رہبر و رسول بن کر آیا ہوں اور تمام اس شریعت میں شریک ہی نہیں بلکہ کسی کو کسی پر اجارہ داری و تفوق کا حق حاصل نہیں۔

لہذا اب پچھلی شریعتیں منسوخ ہیں اور میری شریعت کے بعد قیامت تک کسی اور شریعت و نظام دستور العمل راہ نجات کی ضرورت نہیں ہے۔

اس کے کچھ دلائل تو پیچھے عنوان ”عالمگیر نبی کریم ﷺ“ کے تحت دیئے جا چکے ہیں، کچھ اس اجمال کی مزید توضیح آگے چند مراحل میں نذر قارئین ہے۔

① نسخ شرايع پر قرآنی دلائل۔

② احادیث رسول ﷺ۔

③ سابقہ کتب اور انبیاء سابقین ﷺ کی دعوت۔

(۱) نسخ شرايع پر قرآنی دلائل:

﴿وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ

جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ وَ لَتَنْصُرُنَّهُ ۗ قَالَ
ءَاَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذٰلِكُمْ اِصْرِي ۗ قَالُوْا اَقْرَرْنَا ۗ قَالَ فَاشْهَدُوْا
اِنَّا مَعَكُمْ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿٨١﴾ (آل عمران: ۸۱)

”اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب اللہ نے تمام انبیاء سے یہ عہد لیا کہ اگر میں تمہیں
کتاب و حکمت عطا کروں پھر کوئی ایسا رسول آئے جو اس کتاب کی تصدیق کرتا
ہو جو تمہارے پاس ہے تو تمہیں اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنی ہوگی۔
اللہ نے (یہ حکم دے کر نبیوں سے) پوچھا؟ کیا تم اس بات کا اقرار کرتے ہو اور
میرے اس عہد کی ذمہ داری قبول کرتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: ہم اس بات
کا اقرار کرتے ہیں تو اللہ نے فرمایا: تو اب تم اس بات پر گواہ رہو اور میں خود بھی
تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔“

دعویٰ عموم اور خطاب عموم:

سابقہ کتب میں سے کوئی کتاب ایسی نہیں ہے جس میں یہ دعویٰ ہو کہ یہ تمام جہاں والوں
کے لیے اور کہیں بھی تمام اولاد آدم کو خطاب نہیں کیا گیا، بلکہ تورات و انجیل تو بار بار کہتی ہیں بنی
اسرائیل کا خدا: اے بنی اسرائیل، جبکہ قرآن نے کہا:

﴿ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۙ ﴾ (الانعام: ۹۰)

﴿ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۙ ﴾ (یوسف: ۱۰۴، ص: ۸۷)

﴿ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۙ ﴾ (القلم: ۵۲)

ان تینوں آیات میں تینوں مقامات پر قرآن کریم کو تمام جہانوں کے لیے نصیحت قرار دیا
گیا ہے۔

﴿ يٰۤاٰدَمُ خُذْ وَاٰزِيۡنَتَكَ عِنۡدَ كُلِّ مَسْجِدٍ ﴾ (الاعراف: ۳۱)

اس آیت کریمہ میں پوری اولاد آدم کو خطاب کیا گیا ہے۔

مزید برآں اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو حکم دیتے ہیں کہ:

﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا﴾ (الاعراف: ۱۵۸)

”آپ دنیا والوں کو بتادیجیے آپ اللہ کے رسول ہیں (چاہے ان کا تعلق کسی بھی

نسل، برادری یا مذہب سے ہو)۔“

ایک اہم بات:

وہ یہ کہ ہر نبی اور رسول نے اپنے بعد آنے والے ایک نبی کی خوشخبری دی ہے لیکن آپ

ﷺ نے فرمایا کہ اب یہ دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام نے آ کر بتایا کہ میں تورات کو منسوخ کرنے نہیں آیا۔ جبکہ نبی علیہ السلام نے علی

الاعلان یہودیوں اور عیسائیوں، مجوسیوں اور مشرکین کو دعوت اسلام دی ہے کہ سب اپنے اپنے

دین چھوڑ کر خالص دین اللہ الاسلام اپنالو۔ جس کی واضح نشان دہی احادیث مبارکہ میں موجود

ہے۔ ملاحظہ ہو:

(۲) احادیث سے نسخ شرايع سابقہ کے دلائل:

((عن ابی ہریرۃ عن رسول اللہ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: وَالَّذِي نَفْسُ

مُحَمَّدٌ بِيَدِهِ لَا يَسْمَعُ بِنِي أَحَدٍ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ يَهُودِيٌّ وَلَا

نَصْرَانِيٌّ ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَّا كَانَ

مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ))^①

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس ذات

کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس امت میں کوئی بھی یہودی یا عیسائی

میرے متعلق سن لیتا ہے اور اس کے بعد اس اپنی سابقہ شریعت کو چھوڑ کر میری

اس شریعت پر ایمان نہیں لاتا اور اس بے ایمانی کی حالت میں مرجاتا ہے تو وہ

① صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب وجوب الایمان برسالة نبینا ﷺ الی جمیع

الناس ونسخ الملل بملته، رقم: ۲۴۰.

جہنم میں جائے گا۔“

((عن ابی بردة بن ابی موسی عن ابیہ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ثَلَاثَةٌ يُؤْتُونَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ: رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمَنَ بِنَبِيِّهِ وَأَدْرَكَ النَّبِيَّ ﷺ فَأَمَّنَ بِهِ وَاتَّبَعَهُ وَصَدَّقَهُ فَلَهُ أَجْرَانِ))^①

”حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین آدمی ایسے ہیں جن کے لیے دوہرا اجر ہے۔ ایک وہ شخص جو اہل کتاب (تورات و انجیل وغیرہ کو ماننے والوں) میں سے اپنے نبی ﷺ پر ایمان لایا اور پھر نبی ﷺ کے زمانہ نبوت کو پالیتا ہے اور پھر آپ پر ایمان لاتا ہے آپ ﷺ کی اتباع کرتا ہے اور آپ ﷺ کی تصدیق کرتا ہے تو اس کے لیے دوہرا اجر ہے۔“

اس حدیث میں ایمان کے ساتھ ساتھ دو اور چیزوں کی بھی تاکید کی گئی ہے۔

(۱) اتباع:..... آپ ﷺ کی سنن و طریقہ کو اختیار کرنا۔

(۲) تصدیق:..... آپ کی نبوت کی اور جو کچھ آپ لے کر آئے ہیں (یعنی قرآن و

حدیث میں موجود ہر چیز کی) تصدیق کرنا۔

اسی طرح نزول عیسیٰ ﷺ کی تمام احادیث بھی اس مضمون پر دال ہیں۔

(۳) سابقہ کتب سے شریعت محمد ﷺ کے نسخ ہونے کے دلائل:

اس بحث میں پہلی اصولی بات تو یہی ہے کہ سابقہ پیغمبروں میں سے آخری پیغمبر سیدنا

عیسیٰ ﷺ ہیں۔ وہ اپنی شریعت و دعوت کے متعلق یوں گویا ہیں۔

عیسیٰ ﷺ کا قول:

”یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں منسوخ

کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔“ (متی باب ۵، فقرہ ۱۷)

”پس جو کچھ تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے ساتھ کریں وہی تم بھی ان کے ساتھ کرو کیونکہ توریت اور نبیوں کی تعلیم نہیں ہے۔“ (متی باب ۷، آیت ۱۲)

موسیٰ علیہ السلام کا قول:

کتاب استثناء باب ۳۲ فقرہ ۴ میں ہے:
”موسیٰ نے ہم کو ایک شریعت کی وصیت فرمائی جو کہ یعقوب علیہ السلام کی جماعت کی میراث ہو۔“ (باب ۳۲، فقرہ ۴)

اپنے بعد آنے والے پیغمبر علیہم السلام کی خوشخبری

❖ موسیٰ علیہ السلام کا فرمان:

”خداوند تیرا خدا تیرے لیے تیرے ہی درمیان تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا تم اس کی سننا تیری درخواست کے مطابق ہوگا جو تو نے خداوند اپنے خدا سے مجمع کے دن خواب میں کی تھی کہ مجھ کو نہ تو خداوند اپنے خدا کی پھر آواز سننی پڑے اور نہ ایسی بڑی آگ ہی کا نظارہ ہوتا کہ میں مرنے جاؤں اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ وہ جو کہتے ہیں ٹھیک کہتے ہیں میں ان کے لیے ان کے بھائیوں میں تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا۔“

(کتاب استثناء، باب ۱۸، فقرہ ۱۵)

❖ قول عیسیٰ علیہ السلام:

”لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لیے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔“ (یوحنا باب ۱۶، فقرہ ۷ تا ۱۶)

اس کے علاوہ متی باب ۲۱ فقرہ ۳۳ تا ۴۶ یوحنا باب ۱۴ فقرہ ۱۵ تا ۱۷ و فقرہ ۲۵ تا ۳۰

و باب ۱۵ فقرہ ۲۵ و ۲۶ میں بھی آنے والے نبی کی خوشخبری موجود ہے۔
اسی کے بارے میں قرآن فرماتا ہے:

﴿الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا
عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ﴾ (الاعراف: ۱۵۷)

” (پس آج یہ رحمت ان لوگوں کا حصہ ہے) جو اس پیغمبر، نبی امی کی پیروی اختیار
کریں جس کا ذکر انہیں اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا ملتا ہے۔“
اس کی وضاحت یوں فرمائی:

﴿وَ إِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ
مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي
اسْمُهُ أَحْمَدٌ﴾ (الصف: ۶)

” اور جب عیسیٰ بن مریم نے کہا تھا کہ اے اسرائیل کے بیٹو میں تمہاری طرف اللہ
کا رسول ہوں میں اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرتا ہوں اور ایک رسول
کی خوشخبری دیتا ہوں جو میرے بعد آئے گا اس کا نام بڑی تعریف والا ہوگا۔“
قرآن مجید اور سابقہ کتب کی مذکورہ پیش گوئیوں اور عبارات سے مندرجہ ذیل باتیں
سامنے آتی ہیں:

- ① انبیاء بنی اسرائیل نسلی انبیاء تھے۔
- ② ان کی شریعتیں بھی اسی نسل کے لیے تھیں۔
- ③ ہر ایک نے کہا ایک نبی میرے بعد آئے گا۔ یعنی ابھی شریعت الہیہ کی تکمیل ہونا
باقی ہے۔
- ④ ان میں سے کوئی بھی شریعت و کتاب آفاقی نہیں تھی اور نہ ہی دائمی تھی۔
لہذا انسانیت کے لیے ایک ایسی شریعت کی ضرورت تھی جو آفاقی بھی ہو اور دائمی بھی،
مروزرمانہ سے ہم آہنگ بھی سو وہ شریعت شریعت محمدیہ ﷺ ہے۔

غلط فہمی کا ازالہ:

اگر کوئی یہ کہے کہ ویدھ مت (ہندومت) اور بدھ مت وغیرہ تو آفاقی مذاہب ہو سکتے تھے۔ مگر نہیں ان میں بھی یہ صلاحیت نہیں تھی کیونکہ بدھ مت کی صدہا سالہ تاریخ اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ انہوں نے اپنے عروج میں بھی ہندو جاتی کے علاوہ کسی دوسری قوم کو اپنے دین کی دعوت نہیں دی اور کسی غیر مذہب اسرائیلی، بابلی، مصری، حجازی، مغربی وغیرہ کے ماننے والے کو اپنے دین میں داخل نہیں کیا۔ تاریخ کی یہ زبردست شہادت بدھ ازم کو محدود و درقبہ محدود قوم کے لیے خاص بتا رہی ہے۔

ہندو مذہب:

ہندو مذہب پر بھی برہمن کی اجارہ داری ہے کوئی کھتری برہمن کے مقام کو نہیں پہنچ سکتا کوئی شودر مندر نہیں جاسکتا کسی ویش کو وید سمرتی پڑھنے کا کوئی حق نہیں ہے اور نہ ہی اس نے اپنے زمانہ عروج مہا بھارت کی جنگ سے قبل کسی کو اپنے مذہب میں داخل کیا اور نہ ہی غیر قوموں میں اس کی تبلیغ کی۔

حیرت انگیز بات:

اگر تاریخ کے دریچوں میں دور تک جھانکا جائے تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ شریعت موسوی کا امام کبھی کسی غیر اسرائیلی کو تسلیم نہیں کیا گیا۔ روما کے کلیسا نے پطرس کا جانشین کبھی کسی غیر یورپین کو تسلیم نہیں کیا اور ایشیائی نسل کا کوئی شخص کبھی پوپ نہیں بنایا گیا۔

ہندو قوم میں کبھی کوئی یہودی یا عیسائی یا مغربی نسل کا شخص رشی مہارشی، بلکہ کسی مندر کا پجاری نہیں بنایا گیا۔^①

جبکہ اسلام نے کہا:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾ (الحجرات: ۱۰)

① رحمۃ للعالمین، از قاضی سلیمان منصور پوری، ۷۸/۳۔

”مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔“

ابھی مزید فیضانِ رحمت دیکھیں۔ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((يَا أَيُّهَا النَّاسُ، أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ، وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ، أَلَا لَأَفْضَلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى أَعْجَمِيٍّ وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ، وَلَا لِأَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ وَلَا أَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ إِلَّا بِالتَّقْوَى.))^①

”اے لوگو! خبردار تم سب کا رب ایک ہے تم سب کا باپ (آدم) ایک ہے خبردار کسی عرب کو عجمی پر، کسی عجمی کو عربی پر، کسی گورے کو کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں۔ ہاں فضیلت و افضلیت کا معیار تقویٰ ہے۔“

ہاں تو ایسا ہی مذہب و قانون، دستور العمل، نظام حیات و دستور زندگی دائمی ہو سکتا ہے جس کا رب، رب العالمین، نبی، رحمۃ للعالمین، کتاب، ہدایت و ذکر للعالمین، اور کعبہ، مبارک و ہدی للعالمین یعنی تمام کائنات کے لیے برکت و ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ جس میں ہر ایک کو برابر کا حق ملے برابر کی عزت ملے، برابر کا احترام ملے، جس میں عمومی و دائمی اور آفاقی ہونہ کہ نسلی علاقائی اور رنگوں کے ساتھ جڑے ہوئے ہوں۔

آپ ﷺ نے رسالت پہنچانے کا حق ادا فرما دیا:

آپ ﷺ نے کما حقہ رسالت کا فریضہ انجام دیا اور امت کی خیر خواہی میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا، بلکہ امت کو واضح دین پر چھوڑا جس کی رات دن کی طرح روشن ہے۔ ہر مسلمان کا یہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ کو جو اللہ رب العزت نے ذمہ داریاں سونپی تھیں، آپ نے اُسے احسن انداز میں ادا فرمایا۔

﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ۗ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَغْتَ رِسَالَتَهُ ۗ﴾ (المائدہ: ۶۷)

”اے رسول! جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے اسے

① مسند احمد ۵/۴۱۱، رقم: ۲۳۴۸۹۔ شیخ شعیب نے اسے ”صحیح الاسناد“ قرار دیا ہے۔

لوگوں تک پہنچا دیے اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو اللہ کا پیغام پہنچانے کا حق ادا نہ کیا اور اللہ آپ کو لوگوں (کے شر) سے محفوظ رکھے گا۔“
چنانچہ آپ ﷺ نے اسے بغیر کسی ملامت گر کی ملامت کے پہنچایا اور پہنچانے میں بڑی محنت کی، رب تعالیٰ خود فرماتا ہے:

﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِنْ لَمْ يُؤْمِنُوا بِهَذَا الْحَدِيثِ
أَسْفًا ۝﴾ (الكهف: ۶)

”آپ شاید ان کافروں کے پیچھے اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالیں گے اس غم سے کہ یہ لوگ اس قرآن پر ایمان کیوں نہیں لاتے۔“

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی توصیف اس انداز میں فرماتا ہے:

﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ
بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۝﴾ (التوبة: ۱۲۸)

”اے لوگو! تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آیا ہے۔ اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے تو اسے گراں گزرتی ہے وہ (تمہاری فلاح و ہدایت کا) حریص ہے مومنوں پر نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔“

احتیاط:

اللہ کی طرف سے سادل جانا کافی تھا کہ آپ مطمئن ہو جاتے لیکن آپ ﷺ نے کمال احتیاط کا مظاہرہ فرماتے ہوئے اس موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس کے متعلق سوال فرمایا:
(عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: خَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَىٰ عَهْدِ رَسُولِ
اللَّهِ ﷺ..... أَلَا هَلْ بَلَغْتُ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ! هَلْ
بَلَغْتُ) ①

① صحیح مسلم، کتاب الکسوف، باب صلاة الكسوف، رقم: ۹۰۱.

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صلاۃ الکسوف کا لمبا واقعہ بیان کرنے کے بعد فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا اس کے بعد آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر فرمایا: اے اللہ! میں نے یقیناً تیرا پیغام پہنچا دیا۔“

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ حجۃ الوداع کا پورا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ خطبہ دینے کے بعد نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”وَأَنْتُمْ تُسْأَلُونَ عَنِّي فَمَا أَنْتُمْ قَائِلُونَ؟ قَالُوا: نَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ بَلَغْتَ وَأَدَيْتَ وَنَصَحْتَ، فَقَالَ بِإِصْبَعِهِ السَّبَابَةَ يُرْفَعُهَا إِلَى السَّمَاءِ وَيَنْكُتُهَا إِلَى النَّاسِ أَللَّهُمَّ! اشْهَدْ، أَللَّهُمَّ! اشْهَدْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ.“^①

”لوگو! قیامت کے دن تم سے میرے بارے میں بھی پوچھا جائے گا۔ مجھے ذرا بتاؤ تم کیا جواب دو گے؟ سب نے کہا: ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا۔ آپ نے رسالت و نبوت کا حق ادا کر دیا۔ آپ نے خوب نصیحت و خیر خواہی بھی کی۔ اس وقت نبی کریم ﷺ نے اپنی انگشت شہادت کو آسمان کی طرف اٹھایا۔ نبی کریم ﷺ اپنی انگلی مبارک اٹھاتے تھے اور اس کو لوگوں کی طرف جھکاتے تھے (اور ساتھ ساتھ فرماتے) اے اللہ! سن لے تیرے بندے کیا کہہ رہے ہیں اے اللہ گواہ رہنا یہ جملہ آپ نے تین مرتبہ دہرایا۔“

اعتقاد صحابہ رضی اللہ عنہم:

((عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: مَنْ حَدَّثَكَ أَنَّ مُحَمَّدًا ﷺ كَتَمَ شَيْئًا

① صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی ﷺ، رقم: ۱۲۱۸۔ مسند احمد: ۲/۳۲۰۔ سنن ابوداؤد، کتاب المناسک، باب صفة حج النبی ﷺ، رقم: ۱۹۰۷،

مِمَّا أَنْزَلَ إِلَيْهِ فَقَدْ كَذَبَ.))^①

”سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جو شخص یہ گمان کرے کہ نبی کریم ﷺ نے اس چیز میں سے کچھ چھپالیا جو آپ ﷺ پر نازل کی گئی تو اس نے یقیناً جھوٹ کہا۔“

شاہراہ مصفا:

جس شاہراہ پر نبی ﷺ ہمیں چھوڑ کر گئے ہیں، اس شاہراہ مصفا کے بارے میں خود

ارشاد فرمایا:

((عن عرباض بن سارية..... قَالَ: قَدْ تَرَكْتُكُمْ عَلَى

الْبَيْضَاءَ لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا وَلَا يَزِيغُ عَنْهَا بَعْدِي إِلَّا هَالِكٌ.))^②

”حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں

تمہیں روشن شریعت پر چھوڑ رہا ہوں جس کی رات بھی دن کی طرح روشن ہے،

میرے بعد وہی شخص گمراہی و کج روی اختیار کرے گا جو ہلاک ہونے والا ہے۔“

یعنی یہ ایسا راستہ ہے جس میں کوئی شک و شبہ دھندلاہٹ اور کسی قسم کی بھی ملاوٹ نہیں

ہے بلکہ پاک صاف اور دن کی طرح روشن اور آفتاب کی طرح چمک دار ہے اس پر چل کر ہی

انسان ہدایت یافتہ ہو سکتا ہے۔ ہاں وہ شخص جو فتنوں سے جھانکنے لگے اور ادھر ادھر متوجہ ہونے

لگے اور واضح راستہ کو چھوڑ کر شیطان کے پیچھے چل پڑے تو وہ گمراہ ہو جائے گا۔



① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب یاہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک،

رقم: ۴۶۱۲.

② سنن ابن ماجہ، مقدمہ، باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين، رقم: ۴۳۔ سلسلہ

الصحيحة، رقم: ۹۳۷.

نواقض ایمان بالرسول

یہ بات ذہن میں رہے کہ ”تُعْرِفُ الْأَشْيَاءُ بِأَضْدَادِهَا“ ”کہ ہر چیز اپنی ضد اور نقیض و مخالف سے پہچانی جاتی ہے“ اسی طرح مذکورہ باتیں ایمان کا حصہ ہیں اگر معاملہ اس کے برعکس ہو جائے تو یہ سب بھی نواقض ایمان کہلائیں گی۔

لہذا ایمان بالرسول کے تحت ان تمام افعال و اعمال سے بچنا ضروری ہے جو آپ ﷺ پر ایمان کی نفی کریں ہم ان افعال و اعمال کو ”نواقض ایمان بالرسول“ کا نام دے سکتے ہیں، یہ دو قسم پر ہیں: پھر ان کی آگے کئی قسمیں ہیں جن میں سے ہم فقط سات کا ذکر کرتے ہیں:

- ① آپ ﷺ کی شخصیت میں طعن کرنا۔
 - ② آپ ﷺ کی شریعت میں طعن کرنا۔
 - ③ رسول اللہ ﷺ کی حدیث سے اعراض کرنا۔
 - ④ آپ ﷺ کی احادیث میں شک کرنا۔
 - ⑤ آپ ﷺ کی حدیث کی تکذیب کرنا۔
 - ⑥ آپ ﷺ کے حکم کے آگے تکبر کرنا۔
 - ⑦ آپ ﷺ کے حلال کو حرام یا حرام کو حلال کہنا۔
- ⑧ آپ ﷺ کی شخصیت میں طعن کرنا:

جو آدمی ایمان لانے کے بعد آپ ﷺ کی ذات بارے کسی گستاخی کا مرتکب ہوتا ہے یا آپ ﷺ کی عفت و پاکدامنی اور عقل و دانش پر حرف گیری کا ارتکاب کرتا ہے یا آپ ﷺ کو گالی دینے جیسے بُرے فعل میں ملوث ہوتا ہے یا آپ کے نسب و حسب اور دین داری میں

کوئی عیب نکالتا ہے یا آپ ﷺ سے بغض و عناد رکھتا ہے اس کا دل ایمان بالرسول سے خالی ہو جاتا ہے، یاد رہے کہ کوئی آدمی چاہے یہ کام ہنسی مذاق میں کرے یا قصد و ارادہ سے! اس شخص کو شاتم رسول اللہ ﷺ کہا جاتا ہے، ایسا کرنے والا بالاتفاق کافر ہو جاتا ہے اور قابل گردن زنی ہے اور اگر وہ مسلمان نہیں ہے تو بھی اس کو یہی سزا دی جائے گی، اب آئیے تھوڑا سا اس جرم کا پس منظر دیکھ لیتے ہیں۔ اس فعل شنیع کی ابتدا تو انسانیت کی تخلیق کے ساتھ ہی انسانیت و امن و سکون کے دشمن شیطان مردود نے کر دی تھی کہ وہ آدم ﷺ کو اپنے آپ سے کمتر سمجھ بیٹھا اور تکبر و نخوت کے ساتھ یہ نعرہ بلند کیا۔

﴿ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ جَخَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ ۝۱۱ ﴾

(الاعراف: ۱۲)

”کہنے لگا میں اس سے بہتر ہوں (میں اس کو کیوں سجدہ کروں؟ اے اللہ!) تو

نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو تو نے تو مٹی سے پیدا کیا ہے۔“

اسی بات کو رب تعالیٰ نے سورہ ص آیہ ۷۶ میں بھی ذکر فرمایا ہے اس کے بعد قوم

نوح و ابراہیم اور موسیٰ و عیسیٰ ﷺ سے ہوتا ہوا یہ فعل بدشکرین مکہ اور یہود تک آن پہنچا اور ایران کے خسرو پر ویز دوم کے حصے میں بھی یہ بدبختی آئی کہ اس نے آپ ﷺ کے نامہ مبارک کو چاک کر کے غضب الہی کو دعوت دی۔

پھر وقت اپنی سی رفتار کے ساتھ چلتا رہا اور چلتے چلتے جب ۲۳۴ھ ۸۵۰ء میں کچھ

ہمت کے ہارے ہوئے احساس کمتری میں بتلا اور جھوٹی شہرت کو محبوب رکھنے والے تنگ نظر و کم ظرف شخص پادری یولوجیس نے اس کو امیر عبدالرحمن الاوسط کے دور حکومت میں تحریک کی شکل دے ڈالی۔

ایک عیسائی مصنف پروفیسر ابن ہارٹ ڈوزی اس کے ذاتی کردار کے بارے میں لکھتا

ہے۔ یہ (بدبخت) جب بھی کوئی مہوش اور پری جمال چہرہ دیکھتا، اس کی زلف پر پیچ کا اسیر ہو کر رہ جاتا۔ راہبات کی خانقاہوں کا جا کر معائنہ کرنے میں اس کو خاص لطف حاصل ہوتا تھا۔

یہ دل کے ہاتھوں اتنا مجبور تھا کہ اپنی ایک محبوبہ فلورا (جو کہ گستاخی رسول ﷺ کی پاداش میں کوڑے کھا چکی تھی) کو خط لکھتے ہوئے یوں رقم طراز ہے:

”ایک زمانہ تھا کہ تم اپنی مجروح گردن، جس پر تازیانے کے نشان تھے، مجھے دکھانے کی عزت بخشی تھی۔ افسوس! اس وقت وہ خوبصورت لمبے لمبے بال، جن میں حسین گردن چھپی رہتی تھی موجود نہ تھے..... نرمی سے میں نے اپنا ہاتھ تمہارے زخموں پر رکھا۔ اے کاش! مجھ کو یہ مسرت نصیب ہوتی کہ ایک بوسے سے ان زخموں کو اچھا کر دیتا۔ مگر ہمت نہ پڑی جس وقت تم سے رخصت ہوا تو زمین پر میرے قدم اس طرح پڑتے تھے جیسے کوئی خواب میں چلتا ہو اور میری آہوں کا یہ حال تھا کہ بند ہونا نہ جانتی تھیں۔“^①

اور جن لوگوں نے اس تحریک میں حصہ لیا ان کے بارے میں لین پول لکھتا ہے:

”ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہ مسیحی شہداء راہ راست سے بھٹکے ہوئے تھے۔ بے شک انہوں نے اپنی عزیز جانیں مفت میں ضائع کیں اور انہوں نے جو کچھ کیا، فی الجملہ برا کیا۔“^②

یہ انہوں نے برا اس لیے کیا کہا کہ وہ جانتے تھے کہ جہاں جہاں بھی مسلمانوں کی حکومت رہی ہے، وہاں شاتم انبیاء ﷺ کو سزائے موت بطور حد دینے کا قانون ملک کے قانون عام کے طور پر نافذ رہا ہے، چنانچہ حجاز، شام، عراق، مصر، سوڈان، مراکش، اسپین، ترکی، سمرقند، بخارا، ایران، افغانستان اور ہندوستان میں بھی جب تک اسلامی قانون نافذ رہا، شاتم رسول کو سزائے موت بطور حد دی جاتی رہی اور کسی مسلک و مذہب یا مکتبہ فکر کے گروہ یا جماعت نے اس سے اختلاف تک نہیں کیا اور اسی پر یہ مذہب جمہور چلا آ رہا ہے۔ اسی لیے دیگر پیروان

① کیمبرج میڈبول ہسٹری ج ۳، ص ۴۱۶-۴۱۷ ول ڈیوراں عہد مذہب ص ۳۰۰ و ۳۰۱ رابن ہارٹ ڈوزی

ہسپانوی اسلام ص ۲۶۸ منقول از ناموس رسول ﷺ اور قانون توہین رسالت۔

② منقول از ناموس رسول ﷺ اور قانون توہین رسالت۔

مذہب و ادیان نے بھی اس کی مخالفت نہ کی کیونکہ قرآن اور اسلام کی تعلیمات تو یہ ہیں کہ تمام انبیاء اور پیغمبران مذہب میں کوئی فرق و امتیاز نہیں، البتہ فضیلت اور اتمام نعمت کا معاملہ اور ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿أَمِنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمِنَ بِاللَّهِ وَ
مَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نَفَرَقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهِ وَقَالُوا
سُبْحَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ﴾ (البقرہ: ۲۸۵)

”رسول ایمان لایا اس چیز پر جو اس کی طرف نازل کی گئی ہے اور مؤمن بھی ایمان لائے، یہ سب اللہ اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں اور رسولوں پر ایمان لائے، اس کے رسولوں میں سے کسی میں ہم تفریق نہیں کرتے انہوں نے کہہ دیا کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی، ہم تیری بخشش طلب کرتے ہیں اے ہمارے رب! اور ہمیں تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔“

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ مِّنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللَّهُ وَرَفَعَ
بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ ۖ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ
الْقُدُسِ﴾ (البقرہ: ۲۵۳)

”یہ رسول ہیں جن میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے ان میں سے بعض وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا ہے اور بعض کے درجے بلند کیے ہیں اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو معجزات عطاء فرمائے اور روح القدس (جبریل علیہ السلام کے ذریعے) سے ان کی تائید کی۔“

اس سے تھوڑا اور آگے دیکھیں تو ہمیں یہ بات بھی ملے گی کہ اسلام تو اس بارے میں اتنا حساس ہے کہ جن کو تم معبود نہیں مانتے اور وہ تمہارے نزدیک معزز و محترم نہیں ہیں۔ لیکن انسانی معاشرے کے کچھ افراد ان کو معزز و محترم یا معبود جانتے ہیں تو ان کے

بارے میں بھی زبان پر تحقیر و تذلیل کے الفاظ نہ لاؤ تا کہ معاشرے میں تناؤ پیدا نہ ہو۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ﴾

(الانعام: ۱۰۸)

”اے مسلمانو! یہ لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں انہیں گالی نہ دو، ورنہ یہ لوگ جہالت کی وجہ سے چڑ کر اللہ کو گالی دیں گے۔“

اور نبی کریم ﷺ نے ایک عام قاعدہ و قانون مقرر فرما دیا ہے۔

((أَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ))^①

”ہر انسان سے اس کی قدر و منزلت کے مطابق برتاؤ کرو۔“

اور اسلام سب و شتم کو نفاق کی علامت بتلاتا ہے یعنی اسلام میں یہ ایک گھٹیا حرکت تصور کی جاتی ہے۔ لہذا اگر اب بھی کوئی شخص اس طرح کا کوئی کام کرتا ہے تو وہ اس لائق نہیں کہ انبیاء علیہم السلام جیسی پاکباز ہستیوں کو سب و شتم کرنے کے باوجود اس زمین پر چلے پھرے۔

یہ قانون کوئی انوکھا نہیں بلکہ بعثت نبوی ﷺ سے قبل موسوی قانون کے تحت قبل مسیح (علیہ السلام) کے انبیاء کی اہانت اور تورات کی بے حرمتی کی سزا سنگسار مقرر تھی آپ رومن امپائر کے شہنشاہ جسٹینسن کے دور حکومت کو دیکھیں جب وہ یہودی تھا تو یہ سزا قائم رہی لیکن جب اس نے دین مسیح قبول کر لیا تو قانون موسوی کو منسوخ کر کے انبیاء بنی اسرائیل کی بجائے صرف یسوع مسیح علیہ السلام کی توہین اور انجیل کی تعلیمات سے انحراف کی سزا سزائے موت مقرر کی گئی۔ اس دور سے قانون توہین مسیح علیہ السلام سارے یورپ کی سلطنتوں کا قانون بن گیا۔ روس اور سکاٹ لینڈ میں اٹھارویں صدی تک اس جرم کی سزا سزائے موت ہی دی جاتی رہی ہے۔^②

جب روس میں بالشویک انقلاب کے بعد کمیونسٹ حکومت برسر اقتدار آئی تو سب سے

① سنن ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی تنزیل الناس منازلہم، ۴۸۴۲۔

② انسائیکلو پیڈیا آف بریٹانیکا ج ۱۱، ص ۷۴۰ بحوالہ ناموس رسول ﷺ اور قانون توہین رسالت ص ۲۹۳۔

پہلے اس نے دین و مذہب کو سیاست و ریاست سے نکال باہر کیا لیکن سزائے موت برقرار رہی لیکن اہانت مسیح کی وجہ سے نہیں بلکہ اشتراکی امپائر کے سربراہ کی توہین کی وجہ سے جس کی سائبریا کے بیگار کیمپ اب بھی گواہی دیتے ہیں۔ رائسن کے قریبی ساتھی ٹرائسکی کی خونچکاں موت روگٹے کھڑے کر دینے کے لیے کافی ہے۔

آپ ﷺ کی ذات میں طعن کفر ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَيْنِ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ
وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ ﴿٦٥﴾ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ
إِيمَانِكُمْ ط﴾ (التوبہ: ٦٥-٦٦)

”اگر آپ ان سے پوچھیں تو صاف کہہ دیں گے کہ ہم تو یونہی آپس میں ہنس بول رہے تھے کہہ دیجیے! کہ اللہ، اس کی آیتیں اور اس کا رسول ہی تمہارے ہنسی مذاق کے لیے رہ گئے ہیں؟ تم بہانے نہ بناؤ یقیناً تم اپنے ایمان کے بعد بے ایمان ہو گئے۔“

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ ان آیات کے شان نزول کے بارے میں نقل فرماتے ہیں:

”بہت سارے اہل علم سے مروی ہے جن میں سے ابن عمر، محمد بن کعب، زید بن اسلم، اور قتادہ ہیں کہ منافقوں میں سے ایک آدمی نے غزوہ تبوک کے موقع پر کہا: میں نے ان قاریوں سے بڑھ کر کھانے کی طرف رغبت کرنے والا دیکھا اور نہ ان سے زیادہ جھوٹی زبانوں والا، اور ملاقات کے وقت ان سے زیادہ بخیل (یعنی رسول اللہ ﷺ کے قاصد اور آپ کے قراء صحابہ جیسا) تو حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ تو جھوٹا ہے بلکہ تو منافق ہے۔ میں ضرور اس کی خبر نبی ﷺ کو دوں گا، حضرت عوف رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس خبر دینے گئے تو قرآن مجید ان کے جانے سے پہلے ہی نازل ہو چکا تھا، پس وہ آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور وہ اونٹنی پر سوار تھا۔ اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! ہم تو سفر طے کرنے

کے لیے کھیل رہے تھے اور باتیں کر رہے تھے۔ پس حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے اس کو دیکھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کی مہار کو پکڑے ہوئے تھا اور پتھروں سے ٹھوکریں کھاتا ہوا جا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ ہم تو صرف ہنسی مذاق کر رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ اس سے کہہ رہے تھے کہ: کیا تم اللہ، اس کی آیات اور اس کے رسول کے ساتھ مذاق کرتے تھے؟ نہ آپ ﷺ اس کی طرف دیکھتے تھے، اور نہ ہی اس سے زیادہ کوئی بات کہتے تھے۔^①

ان لوگوں نے نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام میں سے اہل علم کے متعلق نازیبا الفاظ کہے اگرچہ اپنی طرف سے یہ وضاحت بھی کرتے رہے کہ ہم تو صرف وقت گزاری کے لیے باتیں کر رہے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو ﴿قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ آيَاتِنَا﴾ جیسے سخت الفاظ سے خطاب کیا ہے۔ اسی طرح جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس پر طعن کرتے ہیں ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا مزید ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا﴾ (الاحزاب: ۵۷)

”جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں۔ ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی پھٹکار ہے اور ان کے لیے رسوا کن عذاب تیار ہے۔“

ایک اور جگہ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا أَهَذَا الَّذِي يَذْكُرُ آلِهَتَكُمْ﴾ (الانبياء: ۳۶)

”اور جب کافر آپ کو دیکھتے ہیں تو پس مذاق ہی اڑاتے ہیں (کہتے ہیں) کیا یہ وہی شخص ہے جو تمہارے معبودوں کا ذکر کیا کرتا ہے جبکہ وہ خود رحمن کے ذکر کے منکر ہیں۔“

① تفسیر ابن کثیر: ۲/۳۶۷.

لہذا آپ ﷺ کی ذات بارے طعن و تشنیع کرنا، عیب جوئی اور نقص کا اعتقاد رکھنا نواقضِ ایمان بالرسول ﷺ سے ہے۔

سابقہ انبیاء کی ذات و شریعت میں طعن:

طعن فی الرسول کے بارے میں قرآن میں پانچ قسم کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں ”سَخِرُ، طعن، استہزاء، ہزوا اور لعب“ ان سب کا نتیجہ شریعت میں ایمان سے خالی ہو جانا، آخرت میں عذاب کا مستحق ہونا اور دنیا میں اگر توبہ نہ کی تو سزائے موت کا مستحق ہونا ہے۔ اور یہ مرض صرف اس امت میں نہیں ہے بلکہ یہ مرض اس سے پہلی امتوں میں بھی موجود تھا اور وہ اس کے سبب اپنے انجام کو پہنچ گئیں۔ اس بحث کو حسبِ ذیل ہم نے چند عنوانات کے تحت بیان کیا ہے۔

سابقہ انبیاء کا مذاق اڑانا:

جس طرح قوم نوح علیہم السلام کے بارے میں قرآن بیان کرتا ہے کہ جب نوح علیہ السلام حکم الہی کو بجالاتے ہوئے کشتی بنا رہے تھے تو قوم کے افراد کا رویہ کچھ اس طرح کا تھا۔

﴿وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ ۗ وَكَلَّمَا مَرْءًا عَلَيْهِ مَلَأَ مِنْ قَوْمِهِ سَخِرُوا مِنْهُ ۗ قَالَ إِنْ تَسَخَرُوا مِنِّي مَنَّا فَإِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُونَ ۗ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ۗ مَنْ يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ۗ﴾ (ہود: ۳۸ تا ۳۹)

”نوح (علیہ السلام) نے کشتی بنانا شروع کی تو جب بھی اس کی قوم کے سردار وہاں سے گزرتے تو اس کا مذاق اڑاتے (تمسخر و ٹھٹھا کرتے) نوح (علیہ السلام) نے کہا اگر (آج) تم ہمارا مذاق اڑاتے ہو تو ہم بھی (ایک دن تمہارا ایسے ہی مذاق اڑائیں گے تمہیں جلد ہی معلوم ہو جائے گا کہ کون ہے جس پر ایسا عذاب آتا ہے جو اس کو رسوا کر دے اور کس پر دائمی عذاب نازل ہوتا ہے۔“

ان آیات سے یہ بات بالکل واضح و روز روشن کی طرح سامنے آرہی ہے کہ اس قوم پر

عذاب (۱) نوح علیہ السلام کا مذاق اڑانے کی وجہ سے آیا۔ (۲) یہ عذاب دنیا کی رسوائی اور آخرت کی بربادی کی صورت میں ظاہر ہوا۔

قوم نوح کا انجام اور سبب عذاب:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿فَكَذَّبُوهُ فَأَنْجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ فِي الْفُلِكِ وَ أَخْرَقْنَا الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا عَصِيْبِينَ ۝٤٤﴾ (الاعراف: ۶۴)

”پھر بھی ان لوگوں نے ان کی تکذیب کی تو ہم نے ان کو اور جو لوگ ان کے ساتھ کشتی میں تھے بچالیا اور ہم نے ان لوگوں کو جو ہماری آیات کو جھٹلاتے تھے غرق کر دیا بے شک وہ ایک اندھی قوم تھی۔“

سورہ اعراف ہی کی دوسری آیت میں یوں وارد ہوا ہے:

﴿فَأَنْجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَمَا كَانُوا مُؤْمِنِينَ ۝٧٢﴾ (الاعراف: ۷۲)

”پھر ہم نے ان کو اور جو لوگ ان کے ساتھ تھے اپنی رحمت سے بچالیا اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور مؤمن نہ تھے ہم نے ان کی جڑ کاٹ ڈالی۔“

اسی طرح اہل سدوم نے سیدنا لوط علیہ السلام اور دیگر مومنوں کا مذاق اڑایا، جس کو قرآن نے ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا۔

﴿وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَخْرِجُوهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ إِنَّهُمْ أَنْفُسٌ يَّتَطَهَّرُونَ ۝٨٢﴾ (الاعراف: ۸۲)

”اور ان کی قوم کے پاس اس کا کچھ جواب نہ تھا سوائے اس کے کہ آپس میں کہنے لگے کہ ان کو اپنے شہر سے نکال دو یہ لوگ بہت ہی پاکباز بنتے ہیں۔“

قوم لوط کا انجام:

اس طعن و تشنیع کی مرتکب قوم کا انجام رب تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

﴿فَاَخَذْتَهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِينَ ﴿۷۳﴾ فَجَعَلْنَا عَلِيَهَا سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيلٍ ﴿۷۴﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّمُتَوَسِّبِيْنَ ﴿۷۵﴾ وَ اِنَّهَا لِبِسْبِيلٍ مُّقِيْمٍ ﴿۷۶﴾﴾ (الحجر: ۷۳ تا ۷۶)

”تو آفتاب نکلنے کے بعد ایک چیخ نے انہیں پکڑ لیا۔ پھر ہم نے انہیں تہہ و بالا کر دیا اور ان پر کنکر کے پتھروں کی بارش کر دی۔ یقیناً اس واقعہ میں عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں اور وہ بستی سیدھے راستے پر واقع ہے۔“

تمام انسانوں کے لیے تشبیہ:

قرآن پاک میں رب تعالیٰ نے واضح الفاظ میں فیصلہ فرما دیا ہے کہ:

﴿وَ لَقَدْ اَسْتَهْزِئُ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهِ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۱﴾﴾ (الانبیاء: ۴۱)

”(اے نبی!) یقیناً آپ سے پہلے رسولوں کا بھی مذاق اڑایا جا چکا ہے۔ مگر ان (انبیاء) کا مذاق اڑانے والے اسی چیز میں خود گھر گئے جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔“

یعنی وہ لوگ عذاب الہی کا شکار ہو کر دنیا و آخرت میں ذلیل و رسوا ہو گئے اور جو بھی انسان قرآن پڑھتا ہے تو ضرور وہ قوم عاد و ثمود، سدوم و قوم شعیب علیہم السلام وغیرہم کے اسباب عذاب اور انجام کا علم رکھتا ہے۔

گستاخ رسول ﷺ کی سزا:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

((قال رسول الله ﷺ: مَنْ سَبَّ نَبِيًّا قُتِلَ وَمَنْ سَبَّ اَصْحَابَهُ

جُلِدَ.))^①

① المعجم الصغير للطبرانی، ص: ۲۳۶.

”رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی پیغمبر کو گالی دی اسے قتل کیا جائے اور جس نے کسی صحابی کو گالی دی اسے کوڑے مارے جائیں۔“
کیونکہ اہانت انبیاء ارتداد ہے اور مرتد کی سزا تمام کتب آسمانی میں قتل ہے۔ ارشادِ محبوب باری تعالیٰ ہے:

((وَمَنْ بَدَّلَ دِينًا فَاقْتُلُوهُ))^①

”جو اپنا دین تبدیل کرے اسے قتل کر دو۔“

بائبل جو کہ یہودی اور مسیحی دونوں برادریوں میں یکساں آسمانی قانون کی حیثیت رکھتی ہے۔ تورات باب استثناء باب ۱۳ آیت ۶-۱۰ میں یہ واضح حکم ہے کہ ماں، باپ، بیٹا، بیٹی یا بیوی اور دوست جو بھی دین سے بغاوت پر آمادہ کرے اسے قتل یا سنگسار کر دیا جائے۔

انگلستان میں ایک پادری جو یہودی عورت سے شادی کر کے دین مسیحی سے منحرف ہو گیا تھا اسے آکسفورڈ میں ۱۷ اپریل ۱۲۳۲ء میں زندہ جلادیا گیا تھا۔^②

اب ہم چند ایک ان بد بخت لوگوں کا تذکرہ کریں گے کہ جن کو گستاخی رسول ﷺ کی پاداش میں موت کے گھاٹ اتار کر ابدی جہنم کے الاؤ میں دھکا دیا گیا۔
صحابی رسول نے اپنی گستاخ رسول ﷺ بیوی کو قتل کر دیا:

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ:

((أَنَّ أَعْمَى كَانَتْ لَهُ أُمٌّ وَلِدِ تَشْتِمُ النَّبِيَّ ﷺ وَتَقَعُ فِيهِ، فَيَنْهَاهَا فَلَا تَنْتَهِي، وَيَزْجُرُهَا فَلَا تَنْزَجِرُ! قَالَ: فَلَمَّا كَانَتْ ذَاتَ لَيْلَةٍ جَعَلَتْ تَقَعُ فِي النَّبِيِّ ﷺ وَتَشْتِمُهُ فَأَخَذَ الْمِغْوَلَ فَوَضَعَهُ فِي بَطْنِهَا، وَاتَّكَأَ عَلَيْهَا فَقَتَلَهَا، فَوَقَعَ بَيْنَ رِجْلَيْهَا

① صحیح بخاری، کتاب استتابة المرتدين، ولمعاندين وقاتلهم، باب حکم المرتد والمرتدة واستتابتهم، رقم: ۶۹۲۲.

② ملاحظہ ہو انسائیکلو پیڈیا آف ریپبلن اینڈ لیتھکس جلد ۶، بحوالہ ناموس رسول ص ۲۷۱۔

طِفْلٌ، فَلَطَّخَتْ مَا هُنَاكَ بِالدَّمِ، فَلَمَّا أَصْبَحَ ذُكِرَ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَجَمَعَ النَّاسَ فَقَالَ: أُنشِدُ اللَّهَ رَجُلًا فَعَلَ مَا فَعَلَ، لِي عَلَيْهِ حَقٌّ إِلَّا قَامَ، فَقَامَ الْأَعْمَى يَتَخَطَّى النَّاسَ وَهُوَ يَتَزَلُّزِلُ حَتَّى قَعَدَ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَنَا صَاحِبُهَا، كَانَتْ تَشْتِمُكَ وَتَقَعُ فِيكَ فَأَنْهَاهَا فَلَا تَنْتَهِي، وَأَزْجُرُهَا فَلَا تَنْزَجِرُ وَلِي مِنْهَا ابْنَانِ مِثْلُ اللُّؤْلُؤَتَيْنِ وَكَانَتْ بِي رَفِيقَةً، فَلَمَّا كَانَ الْبَارِحَةَ جَعَلَتْ تَشْتِمُكَ وَتَقَعُ فِيكَ، فَأَخَذْتُ الْمِغْوَالَ فَوَضَعْتُهُ فِي بَطْنِهَا، وَاتَّكَأْتُ عَلَيْهَا حَتَّى قَتَلْتُهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَلَا اشْهَدُوا أَنَّ دَمَهَا هَدْرٌ. ①

”ایک نابینا صحابی کی امّ ولد (لونڈی) تھی جو رسول اللہ ﷺ کے بارے میں گستاخانہ کلمات کہتی تھی۔ وہ صحابی اسے منع کرتے لیکن وہ باز نہ آتی اور اگر ڈانٹتے تو ڈانٹ کی بھی پروا نہ کرتی۔ ایک رات اس عورت نے رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دینا شروع کیں اس صحابی نے ایک خنجر لے کر اس کے پیٹ میں پیوست کر دیا اور اس پر اپنا پورا دباؤ دے دیا جس سے وہ مر گئی اسی اثنا میں اس کا ایک بچہ عورت کے پاؤں کے درمیان گرا اور خون میں لتھڑ گیا۔ جب صبح ہوئی تو اس بات کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کیا گیا آپ ﷺ نے لوگوں کو جمع فرمایا اور ارشاد فرمایا میں اس آدمی کو قسم دیتا ہوں جس نے کیا۔ جو کچھ بھی کیا ہے۔ میرا اس پر حق ہے کہ وہ کھڑا ہو جائے۔ رسول اللہ ﷺ کی بات سن کر ایک نابینا آدمی کھڑے ہوئے اور اضطرابی کیفیت میں لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے آئے

① سنن ابوداؤد، کتاب الحدود، باب الحکم فیمن سب رسول اللہ ﷺ، رقم الحدیث

: ۴۳۶۱۔ سنن نسائی، کتاب تحریم الدم، باب الحکم فیمن سب النبی ﷺ، رقم

الحدیث: ۴۰۷۰۔ محدث البانی نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیٹھ گئے اور عرض کی اے اللہ کے نبی! اس عورت کا قاتل میں ہوں۔ وہ آپ ﷺ کو برا بھلا کہتی تھی۔ میری زجر و توبیخ و ڈانٹ کی پرواہ نہ کرتی تھی اور نہ ہی منع کرنے پر باز آتی تھی۔ اس کے بطن سے میرے تو ہیرے موتیوں کی مانند دو بیٹے ہیں اور وہ مجھ سے محبت کرنے والی اور میری رفیقہ حیات بھی تھی، لیکن کل رات جب اس نے آپ ﷺ کو برا بھلا کہا اور آپ ﷺ کی ہجو (گالیاں دیں) کی تو میں نے اس کے پیٹ میں خنجر گھونپ کر اس کو مار دیا ہے (جب نبی اکرم ﷺ کے سامنے ان کی کوئی تردید پیش نہ ہوئی تو) آپ ﷺ نے فرمایا: دیکھو گواہ رہو اس کا خون رائیگاں گیا (یعنی اس کے خون کے بدلے قصاص یا دیت کا مطالبہ باقی نہیں رہا) کیونکہ وہ واجب القتل ہو چکی تھی۔“

نیز صحیح بخاری کتاب المغازی، باب قتل ابی رافع عبد اللہ بن الحقیق میں ایک جانثاروں کے چھوٹے سے گروپ نے اس مالدار یہودی کو کس طرح حفاظتی حصار سے اٹھا کر واصل جہنم کیا، اور صحیح بخاری کتاب فرض الخمس باب من لم یخمس الاسلاب میں ابو جہل کا عبرت ناک انجام ملاحظہ کیا جاسکتا ہے، اور اس کے علاوہ الصارم المسلمول لابن تیمیہ، الشفاء اسی طرح از قاضی عیاض اور مصنف عبد الرزاق حدیث نمبر ۹۷۰۸ تا ۹۷۵۳ کو بھی ملاحظہ کیا جاسکتا ہے کہ کس طرح گستاخان رسالت کو ان کے منطقی انجام تک پہنچایا گیا۔ اگر دور صحابہ کے بعد آج تک کے جانثاران ناموس رسالت کا تذکرہ کیا جائے تو بات بہت طویل ہو جائے گی۔

﴿آپ ﷺ کی ذات میں طعن:

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿وَ إِذَا رَأَوْكَ إِن يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا ۖ أَهَذَا الَّذِي بَعَثَ اللَّهُ

رَسُولًا ﴿٥١﴾ (الفرقان: ۴۱)

”اور جب یہ لوگ آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ سے مذاق کے سوا انہیں کچھ سوچتا ہی نہیں (کہتے ہیں) کیا یہی وہ شخص ہے جسے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا۔“
ان بد خصلت لوگوں کے بارے میں رب تعالیٰ خود خبر دیتا ہے:

﴿أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ ۗ إِن هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ
بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا ۗ﴾ (الفرقان: ۴۴)

”کیا آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ ان میں اکثر سنتے اور سمجھتے ہیں؟ یہ تو چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے ہیں۔“

کیونکہ جانور کو بھی شعور و احساس نہیں ہوتا کہ ہانکنے والا انہیں چرانے کے لیے لے جا رہا ہے یا پھر ذبح کرنے کے لیے یعنی وہ قصائی اور اپنے محسن چرواہے کے درمیان فرق نہیں کر سکتے۔ اور یہ لوگ بھی اپنے محسن اعظم ﷺ کی قدر و قیمت و احترام و تعظیم و محبت کی بجائے ان کے استہزاء و تمسخر پر اتر آئے ہیں تو پھر یہ بھی سن لیں کہ اب ان کا مقابلہ رب تعالیٰ سے ہے۔ فرمان رب العالمین ہے:

﴿إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ ۗ﴾ (الحجر: ۹۵)

”ان ٹھٹھا و مذاق کرنے والوں کو ہم کافی ہیں۔“

یعنی رب تعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے محبوب ہم خود ان سے نمٹ لیں گے جس کی مثال آپ قرآن مجید میں سورۃ اللہب و سورۃ الکوثر کو ملاحظہ کر سکتے اور جب ایمان کا اعلان کرنے والے منافقین نے اپنے خبث باطن کا مظاہرہ کیا تو رب تعالیٰ نے دنیا کے سامنے ان کا ایمانی گراف بتا دیا کہ یہ اپنے قول میں جھوٹے ہیں۔ (ملاحظہ کیجیے سورہ منافقون کا پہلا رکوع)
آپ ﷺ کی شریعت میں طعن کرنا:

جو دین رسول ﷺ لائے ہیں اس میں طعن کرنا بھی نواقضِ ایمان بالرسول ﷺ سے ہے۔ جیسے کہ ارکان اسلام میں سے کسی ایک پر طعن کرنا اور اس کی توہین کرنا۔ ہمارے معاشرہ میں عموماً دیکھنے میں آتا ہے کہ جو آدمی سنت کے مطابق نماز پڑھتا ہے اس پر مختلف انداز میں

پھبتیاں چسپاں کی جاتی ہیں۔ اگر کسی بندہ خدا نے نماز میں رفع الیدین کی تو کہا گیا کہ یہ مکھیاں اڑا رہا ہے یا اڑنے لگا ہے۔ اسی طرح کسی نے شلوار ٹخنوں سے اوپر کی تو کہا گیا کہ کیا ندی یا نالہ عبور کرنے کا ارادہ ہے، کوئی روزہ رکھتا ہے تو بعض جدت پسند اسے فقر و فاقے سے بچاؤ کا ایک ذریعہ کہہ دیتے ہیں وَقِسْ عَلٰی هٰذَا!

یہ سب شریعت اسلامیہ میں طعن و تشنیع کرنے کے مترادف ہے اسی طرح یہ اعتقاد رکھنا کہ آپ ﷺ کے راستہ سے اعلیٰ و افضل راستہ بھی کوئی ہے حقیقت میں شریعت اسلامیہ کو ناقص سمجھنا ہے اور ایمان بالرسول کے منافی ہے۔ اب ہم اس کے کچھ دلائل ذکر کرتے ہیں۔ اس بارے میں قرآن و احادیث میں متعدد آیات و احادیث وارد ہوئی ہیں جن میں سے چند ایک یہاں نقل کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہوں:

آپ کی شریعت کا مذاق اڑانا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۗ وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٦٨﴾﴾ (الانعام: ٦٨)

”اور جب ان لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیات میں نکتہ چینیاں کرتے ہیں تو ان کے پاس بیٹھنے سے اعراض کیجیے یہاں تک کہ وہ کسی دوسری بات میں لگ جائیں اور اگر شیطان آپ کو بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو۔“

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَبَعْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ يُكْفَرُ بِهَا وَ يُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۗ إِنَّكُمْ إِذَا مِثْلَهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا ﴿١٤٠﴾﴾

(النساء: ١٤٠)

”یقیناً اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں یہ حکم پہلے نازل فرما چکا ہے کہ جب تم سنو کہ آیات الہی کا انکار کیا جا رہا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے تو وہاں ان کے ساتھ مت بیٹھو یہاں تک کہ یہ لوگ کسی دوسری بات میں نہ لگ جائیں ورنہ تم بھی اس وقت انہی جیسے ہو جاؤ گے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے۔“

حاصل کلام:

ان دونوں آیات کا حاصل کلام و لب لباب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی آیات یعنی شریعت محمدی کا مذاق اڑانے والے مشرکین مکہ اور یہود مدینہ اور منافقین تھے اور جو ان کے مونہوں سے شریعت کا مذاق سن کر بھی ٹھنڈے دل کے ساتھ بیٹھے رہیں ان کی حمیت نہ جاگے تو وہ بھی انہیں میں سے ہے یعنی اس کا ایمان بھی ختم۔

اگر آپ ﷺ کی سیرت و احادیث کا مطالعہ کیا جائے تو ہمیں یہ بات روز روشن اور آفتاب نصف النہار کی طرح اپنے تمام پردوں کو ہٹا کر اپنا کھلا چہرہ دکھاتی ہے کہ شریعت محمدیہ ﷺ میں طعن کرنا، مذاق اور خامیاں تلاش کرنا یہ یہود و منافقین کا شیوہ ہے۔ بطور مثال ایک واقعہ ہمارے سامنے ہے کہ:

((عَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَالَ لَهُ بَعْضُ الْمُشْرِكِينَ وَهُمْ يَسْتَهْزِئُونَ بِهِ إِنَّي أَرَى صَاحِبَكُمْ يُعَلِّمُكُمْ كُلَّ شَيْءٍ حَتَّى الْخِرَاطَةَ قَالَ أَجَلُ أَمْرِنَا أَنْ لَا نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ وَلَا نَسْتَنْجِيَ بِأَيْمَانِنَا وَلَا نَكْتَفِي بِدُونِ ثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ لَيْسَ فِيهَا رَجِيعٌ وَلَا عَظْمٌ.))^①

”حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بعض مشرکین ان کا مذاق اڑانے لگے ایک مشرک نے کہا: میں دیکھتا ہوں کہ تمہارا ساتھی (محمد ﷺ) تمہیں سب کچھ سکھاتا ہے حتیٰ کہ قضائے حاجت کے طریقے بھی (سکھاتا ہے)۔ حضرت سلمان

① سنن ابن ماجہ، کتاب الطہارہ، باب الاستنجاء بالحجارة والنہی عن الروث والرمۃ، رقم: ۳۱۶ واللفظ لہ۔ صحیح مسلم، رقم: ۲۶۲.

فارسی میں اللہ نے فرمایا: ہاں آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم (قضائے حاجت کے لیے) قبلہ کی طرف منہ نہ کریں اور دائیں ہاتھ سے استنجانہ کریں اور تین پتھروں سے کم استعمال نہ کریں، ان میں لید یا ہڈی شامل نہ ہو۔“

پس معلوم ہوا کہ شریعت محمدی ﷺ کا مذاق اڑانا کافروں کا پرانا شیوہ ہے اور اگر مسلمان ایسا فعل شنیع انجام دے گا تو وہ بھی انہیں میں سے ہوگا۔

آپ ﷺ کی حدیث سے اعراض کرنا:

اگر کوئی شخص آپ ﷺ پر اتاری گئی احادیث میں سے کسی ایک کا بھی انکار کر دے تو اس کا ایمان بالرسول ختم ہو جائے گا یعنی وہ شخص ایمان سے تہی دامن ہو جائے گا۔ رب تعالیٰ کا فرمان مبارک ہے:

﴿كَذَلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ مَا قَدْ سَبَقَ ج وَ قَدْ آتَيْنَاكَ مِنْ لَدُنَّا ذِكْرًا ۗ مَنْ أَعْرَضَ عَنْهُ فَإِنَّهُ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وِزْرًا ۝﴾

(طلہ: ۹۹ تا ۱۰۰)

”(اے نبی!) اسی طرح ہم گزرے ہوئے لوگوں کی خبریں آپ سے بیان کرتے ہیں۔ نیز ہم نے اپنے ہاں سے آپ کو ذکر عطا کیا ہے جو شخص اس (ذکر) سے اعراض کرے گا وہ قیامت کے دن گناہ کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہوگا۔“

رب تعالیٰ نے مزید فرمایا:

﴿وَمَنْ يُعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ۝﴾ (الجن: ۱۷)

”اور جو شخص اپنے پروردگار کے ذکر سے اعراض کرے گا تو وہ اسے سخت عذاب میں مبتلا کر دے گا۔“

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”اعراض“ کا معنی یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے قلب و عمل سے اقوال رسول ﷺ سے منہ پھیر لے، نہ آپ ﷺ کی تصدیق کرے، نہ تکذیب، نہ آپ ﷺ سے دوستی رکھے، نہ دشمنی اور جو کچھ آپ ﷺ لائے ہیں اس کی طرف مائل

نہ ہو۔^①

﴿ آپ ﷺ کی احادیث میں شک کرنا:

بندے کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک شک کا خاتمہ اور کامل تصدیق نہ ہو جائے۔ فرمان الہی ہے کہ:

﴿ إِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوبُهُمْ فَهُمْ فِي رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُونَ ﴾ (التوبة: ۷۵)

”آپ سے رخصت صرف وہی لوگ مانگتے ہیں جو اللہ پر اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں اور وہ اپنے اس شخص میں ہی سرگرداں ہیں۔“

آپ کی احادیث میں شک و شبہ میں مبتلا لوگ حیران و پریشان ہی رہتے ہیں، ایک قدم ان کا آگے بڑھتا ہے تو دوسرا پیچھے ہٹتا ہے۔ انہیں ثابت قدمی اور استقلال نہیں۔ یہ ہلاک ہونے والے ہیں۔ یہ نہ ادھر کے ہیں نہ ادھر کے، یہ اللہ کے گمراہ کیے ہوئے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان عالیشان ہے کہ:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ... أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّي رَسُولُ اللَّهِ، لَا يَلْقَى اللَّهُ بِهِمَا عَبْدٌ غَيْرُ شَاكٍ فِيهِمَا إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ.))^②

”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں، جو بندہ بھی ان دونوں (گواہیوں) کے ساتھ اللہ سے ملے گا (ملنے کے وقت اس کی کیفیت یہ ہو کہ) ان میں شک نہ کرتا ہو تو وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا۔“

یعنی پیغمبر ﷺ کی نبوت یا ارکان اسلام و ایمان میں شک کرنے والا ایمان سے خارج

① مدارج السالکین : ۱/۳۳۷.

② صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید دخل الجنة، رقم : ۴۴.

ہو جائے گا۔

﴿۵﴾ آپ ﷺ کی حدیث کی تکذیب کرنا:

جس شخص کو رسول اللہ ﷺ کی کسی حدیث کا علم ہو جائے اور یہ یقین ہو جائے کہ یہ آپ ﷺ کی حدیث و سنت ہے پھر بھی وہ اس کا انکار کرے تو وہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لَيَحْزُنُكَ الَّذِي يَقُولُونَ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ﴾ (الانعام: ۳۳)

”اے محمد (ﷺ) ہم جانتے ہیں کہ ان لوگوں کی باتیں آپ کو غمزدہ کر دیتی ہیں۔ لیکن یہ ظالم آپ کو نہیں جھٹلاتے بلکہ اللہ کی آیات کے منکر ہیں۔“

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کا شان نزول سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ:

((أَنَّ أَبَا جَهْلٍ قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: إِنَّا لَا نُكْذِبُكَ وَلَكِنْ نَكْذِبُ بِمَا جِئْتَ بِهِ.))^①

”سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابو جہل نے ایک بار نبی ﷺ سے کہا: ہم آپ (ﷺ) کو جھوٹا نہیں کہتے، بلکہ جو کچھ آپ لے کر آئے ہیں ہم اسے جھٹلاتے ہیں (تو یہ آیت نازل ہوئی)۔“

قارئین! کچھ لوگ اس دنیائے گل و بو میں ایسے بھی ہیں کہ جن کا یہ کہنا ہے کہ جو کچھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں ہم ان میں سے ایک کو مانتے ہیں یعنی کتاب اللہ کو، اور ایک کو نہیں مانتے یعنی احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان لوگوں کے متعلق رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَ

① سنن ترمذی، ابواب التفسیر، رقم الحدیث: ۳۰۶۴.

رُسُلِهِ وَ يَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۚ وَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا
بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا ۝ اُولَئِكَ هُمُ الْكٰفِرُونَ حَقًّا ۚ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكَٰفِرِينَ عَذَابًا
مُّهِينًا ۝ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهِ وَ لَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ
اُولَئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمُ اُجْرَهُمْ ۙ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

(النساء: ۱۵۰-۱۵۲)

”جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق رکھیں اور جو لوگ کہتے ہیں کہ بعض نبیوں پر تو ہمارا ایمان ہے اور بعض پر نہیں اور چاہتے ہیں کہ کوئی درمیانی راہ اختیار کریں۔ یقین مانو یہ سب لوگ اصلی کافر ہیں اور کافروں کے لیے ہم نے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور جو لوگ اللہ پر اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے یہ ہیں وہ لوگ جنہیں اللہ ان کے پورے ثواب دے گا اللہ بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا ہے۔“

اور ایسے ہی بدطینت لوگوں کے بارے میں رب تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

﴿ اَفْتُوْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضِ ۙ ﴾ (البقرة: ۸۵)

”کیا تم کتاب اللہ کے بعض احکام مانتے ہو اور بعض کا انکار کر دیتے ہو۔“

جبکہ ایک سچے اور محب رسول مومن کے لیے نبی ﷺ نے واضح الفاظ میں راستہ متعین فرما دیا ہے کہ:

((عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيكَرِبَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّهُ قَالَ:

اَلَا اِنِّيْ اُوتِيْتُ الْكِتٰبَ وَ مِثْلُهُ مَعَهُ، اَلَا يُوشِكُ رَجُلٌ شَبَعَانُ

عَلٰى اَرِيْكْتِهٖ يَقُوْلُ: عَلَيْكُم بِهٰذَا الْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتُمْ فِيْهِ مِنْ

حٰلَالٍ فَاَحِلُّوْهُ مَا وَجَدْتُمْ فِيْهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوْهُ.)) ❶

❶ سنن ابوداود، کتاب السنہ، باب فی لزوم السنہ، رقم: ۴۶۰۴۔ سنن ابن ماجہ،

رقم: ۱۲۔ مسند احمد: ۴/۱۳۰، رقم: ۱۷۲۱۳۔ محدث البانی نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

”حضرت مقدم بن معدیکرب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خبردار! مجھے قرآن کے ساتھ اس جیسی ایک اور چیز بھی دی گئی ہے، عنقریب ایسے ہوگا کہ ایک پیٹ بھرا (آسودہ حال) آدمی اپنے تخت یا دیوان پر بیٹھا کہے گا کہ اسی قرآن کو لازم پکڑو، جو اس میں حلال ہے اسے حلال جانو اور جو اس میں حرام ہے اسے حرام سمجھو.....“

یہ حدیث بتاتی ہے کہ جس طرح قرآن کی تکذیب کرنے والا کافر اور خارج ایمان ہے اس طرح صحیح حدیث کی تکذیب کرنے والا بھی۔

﴿آپ ﷺ کے حکم کے آگے تکبر کرنا:

یعنی تکبر کی بناء پر رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی تعلیمات کو نہ ماننا اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی اطاعت کے لیے نہ جھکانا۔ مشرکین بھی رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کو تکبر کی بناء پر رد کرتے تھے، ان کے متعلق رب تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ﴾

(الصافات: ۳۵)

”جب بھی ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں تو وہ تکبر کرتے ہیں۔“

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللَّهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ فَحَسْبُهُ جَهَنَّمُ ط وَ لِبَيْتِ الْبِهَادِ﴾ (البقرة: ۲۰۶)

”اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈرو تو اس کا غرور اسے گناہ پر جمادیتا ہے ایسے شخص کے لیے جہنم کافی ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔“

اور حق کو جھٹلانا ہی اصل تکبر ہے:

((عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا يَدْخُلُ

الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرِ قَالَ:
الْكِبْرِ: بَطْرُ الْحَقِّ وَغَمَطُ النَّاسِ. ❶

”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے دل میں ذرا سا بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا (لوگوں کے پوچھنے پر) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تکبر یہ ہے کہ واضح حق کو جھٹلانا اور لوگوں کو حقیر جاننا۔“

حافظ ابن قیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

کفر استکبار (تکبر) ابلیس کے کفر کی طرح ہے، اس نے محض اللہ کے حکم کا انکار نہیں کیا تھا بلکہ تکبر کی وجہ سے انکار کیا تھا۔ اس طرح اس شخص کا کفر ہے جو پیغمبر ﷺ کی لائی ہوئی تعلیمات کی صداقت کا یقین رکھنے کے باوجود محض تکبر کی وجہ سے اس کا انکار کرے۔ پیغمبروں کے اکثر دشمن اسی کفر کے مرتکب ہوا کرتے تھے۔ یہود نے بھی یہی کفر کیا اور ابوطالب کا کفر بھی یہی تھا۔ (ہم کہتے ہیں کہ ابو جہل کا کفر بھی یہی تھا) ❷

آپ ﷺ کی وحی کو جھٹلانے کا مطلب یہ ہے کہ:

❶ انسان قرآن کی کسی آیت کے متعلق یہ عقیدہ رکھے کہ یہ قرآن کا حصہ نہیں، یا یہ کہے کہ قرآن میں کمی کر دی گئی ہے۔

❷ یا سرے سے یہ عقیدہ رکھنا کہ یہ محمد ﷺ کا کلام امور دینی نہیں ہے۔ یا کسی دینی امر کا انکار کر دینا جس کے بارے میں معلوم ہو کہ یہ دین کا جزو لا ینفک ہے۔

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: مَا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ نَبِيٍّ إِلَّا أُعْطِيَ مِنَ الْآيَاتِ مَا مِثْلُهُ آمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ، وَإِنَّمَا

❶ صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب تحريم الكبر، رقم: ۲۶۵۔ سنن ابوداود، كتاب اللباس، باب ماجاء في الكبر، رقم: ۴۰۹۲.

❷ مدارج السالكين: ۳۳۷/۱.

كَانَ الَّذِي أُوتِيَتْهُ وَحِيًّا أَوْحَاهُ اللَّهُ إِلَيَّ، فَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ
أَكْثَرَهُمْ تَابِعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ. ①

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نبیوں میں سے ہر ایک نبی کو ایسے معجزات عطا کیے گئے کہ ان کے بقدر لوگ ایمان لائے۔ اور بے شک جو معجزہ مجھے عطا کیا گیا ہے وہ وحی (قرآن و حدیث) ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نازل فرمائی ہے۔ مجھے امید ہے کہ میرے پیروکار روز قیامت سب سے زیادہ ہوں گے۔“

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ﴾ (الكهف: ۱۱۰)

”اے نبی (ﷺ)! آپ ان سے کہہ دیجئے کہ میں تو تمہارے جیسا ایک انسان ہوں (ہاں یہ فرق ضرور ہے کہ) میری طرف وحی کی جاتی ہے۔“

مذکورہ حدیث اور قرآنی آیت سے یہ معلوم ہوا کہ آپ ﷺ پر نازل ہونے والی وحی دو قسم کی ہے۔

① وحی متلو (یعنی قرآن)۔

② وحی غیر متلو (یعنی حدیث مبارک)۔

اب جو بھی وحی کا استکباراً انکار کرتا ہے یا آپ ﷺ کی وحی کی تکذیب کرتا ہے تو یہ دونوں ہی کفر ہیں اور نواقض ایمان میں سے ہیں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَقَدْ نَعَلْنَا أَنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ لِّسَانُ الَّذِي يُلْحِدُونَ إِلَيْهِ أَعْجِبِي ۗ وَهَذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِينٌ ③﴾ إِنَّ الَّذِينَ لَا

① صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب کیف نزل الوحي و اول ما نزل، رقم

: ۴۹۸۱۔ صحیح مسلم، کتاب الايمان، باب وجوب الايمان برسالة نبينا محمد

ﷺ رقم: ۲۳۹/۱۵۲۔

يَوْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ لَا يَهْدِيهِمُ اللَّهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٠٤﴾

(النحل: ۱۰۲-۱۰۴)

”ہم خوب جانتے ہیں کہ کافر یہ کہتے ہیں کہ کوئی انسان ہے جو اس (نبی) کو (یہ قرآن) سکھا جاتا ہے حالانکہ جس شخص کی طرف یہ بات منسوب کرتے ہیں وہ عجمی ہے اور یہ (قرآن) سلیس عربی زبان ہے۔ بلاشبہ جو لوگ اللہ کی آیات پر ایمان نہیں لاتے انہیں وہ کبھی راہ پر نہیں لاتا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔“

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کچھ سونا بھیجا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تقسیم فرمایا تو اثنائے تقسیم میں آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا:

((اتَّقِ اللَّهَ يَا مُحَمَّدُ فَقَالَ: مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ إِذَا عَصَيْتُ يَا مَنْنِي اللَّهُ عَلَى أَهْلِ الْأَرْضِ؟ وَلَا تَأْمَنُونِي؟ فَسَأَلَهُ رَجُلٌ قَتَلَهُ أَحْسِبُهُ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ، فَمَنَعَهُ، فَلَمَّا وَلَّى، قَالَ: "إِنَّ مِنْ ضِئْضِئِي هَذَا- أَوْ فِي عَقِبِ هَذَا قَوْمٌ يَقْرَأُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ مُرُوقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ.....))^①

”اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اللہ سے ڈرو۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں ہی اللہ کی نافرمانی کرنے لگوں تو کون اس کی اطاعت کرے گا؟ اللہ عزوجل تو مجھے زمین والوں کے لیے امین بنائے اور تم مجھے امین نہیں سمجھتے ہو؟ اس پر ایک آدمی نے اجازت طلب کی، کیا میں اس کو قتل کر دوں؟ میرا خیال ہے وہ خالد بن ولید تھے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں روک دیا، پھر جب وہ کمر پھر کر چلا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

① صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿والی عناد اخانہم یہودا﴾، رقم: ۳۳۴۴۔ صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب ذکر الخوارج.....، رقم: ۱۰۶۴۔ سنن ابوداؤد، رقم: ۴۷۶۴۔

فرمایا: اس شخص کی نسل میں ایسے لوگ ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے مگر وہ ان کے حلقوں سے نیچے نہیں اترے گا، (وہ) دین اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیرا پنے شکار سے نکل جاتا ہے.....“

﴿آپ ﷺ کے حرام و حلال کے فیصلہ کو تسلیم نہ کرنا:﴾

یعنی مسلمان اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ کسی چیز کے حلال ہونے کا اعتقاد رکھے جیسے کوئی یہ موقف و نظریہ رکھتا ہو کہ شراب حلال ہے یا پھر حدیث میں جن چیزوں کی حرمت وارد ہوئی ہے ان کو تسلیم نہ کرتا ہو۔ فرمان باری تعالیٰ:

﴿قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ﴾ (التوبة: ۲۹)

”اور ان لوگوں سے جنگ کرو جو نہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں نہ آخرت کے دن پر، نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول نے ان پر حرام کی ہیں۔“

یعنی اللہ اور رسول ﷺ دونوں کی حرام کردہ اشیاء کو حرام سمجھنا ایمان ہے۔ دونوں میں سے کسی ایک کی حرام کردہ چیز کو تسلیم نہ کرنا ایمان سے خارج ہونا اور کفر ہے۔

((عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيكَرِبَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْكِتَابَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ، أَلَا يُوشِكُ رَجُلٌ شَبَعَانُ عَلَى أَرِيكَتِهِ يَقُولُ: عَلَيْكُمْ بِهَذَا الْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَلَالٍ فَأَحِلُّوهُ مَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوهُ أَلَا يَحِلُّ لَكُمْ لَحْمَ الْحِمَارِ الْأَهْلِيِّ، وَلَا كُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبْعِ وَلَا لُقْطَةٌ مُعَاهِدٍ))^①

”حضرت مقدم بن معدیکرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد

① سنن ابوداؤد، کتاب السنہ، باب فی لزوم السنہ، رقم: ۵۷۰۴۔ مسند أحمد: ۴/۱۳۰۔ محدث البانی نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

فرمایا: خبردار! مجھے قرآن کے ساتھ اس جیسی ایک اور چیز بھی دی گئی ہے۔
 عنقریب ایسے ہوگا کہ ایک آسودہ حال آدمی اپنے تخت یا دیوان پر بیٹھا کہے گا کہ
 اس قرآن کو اختیار کر لو، جو اس میں حلال ہے اسے حلال جانو اور جو اس میں حرام
 ہے اسے حرام سمجھو۔ خبردار! تمہارے لیے پالتو گدھے، کچلی والے درندے اور
 کسی ذمی (کافر) کا گرا پڑا مال اٹھالینا حلال نہیں الا یہ کہ اس کا مالک اس سے
 بے پرواہ ہو۔“

یہاں نبی ﷺ نے کچھ ایسی حرام کردہ چیزوں کا ذکر فرمایا ہے جو قرآن مجید میں حرام قرار
 نہیں دی گئیں، پس جو ان کو تسلیم نہ کرے اس کا ایمان بالرسول قابل قبول نہ ہوگا۔



اطاعت رسول ﷺ

﴿مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾ (النساء: ۸۰)

”اور جس شخص نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔“

پیغمبر کی اطاعت فرض ہے ہر فرد امت پر

کتاب پاک میں اس امر کی پوری وضاحت ہے

نبی کریم ﷺ کے حقوق میں سے آپ کی اطاعت دوسرا بڑا حق ہے۔ جو کوئی آپ پر ایمان لائے اور پھر آپ کی اطاعت نہ کرے تو سمجھیے کہ وہ آپ پر ایمان کے دعویٰ میں جھوٹا ہے اور اطاعت رسول ہمیشہ غیر مشروط ہوتی ہے اور ہوگی، اللہ تعالیٰ کی الوہیت و حاکمیت کو بھی غیر مشروط ہی تسلیم کرنا ہوگا۔ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہما جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے، کہتے ہیں کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میری گردن میں سونے کی صلیب تھی۔ آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا: اے عدی! اس بت کو اپنی گردن سے اتار کر پھینک دے تو میں نے اُسے پھینک دیا۔ پھر میں آپ کے قریب ہوا اور آپ سورۃ توبہ تلاوت فرما رہے تھے۔ اس وقت آپ اس آیت پر تھے: ﴿إِتَّخَذُوا أَحْبَابَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ (التوبة: ۳۱) ”انہوں نے اپنے علماء اور اپنے درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنا لیا۔“ حضرت عدی کہتے ہیں میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول! ہم تو ان کی عبادت نہیں کرتے۔ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جو چیز اللہ تعالیٰ نے حلال کر دی ہے، اسے یہ لوگ حرام قرار دیتے ہیں تو تم بھی اسے حرام کر دیتے ہو اور جو چیز اللہ تعالیٰ نے حرام کر دی ہے اسے یہ لوگ حلال کر دیتے

ہیں تو تم بھی اسے حلال کر دیتے ہو؟“ حضرت عدی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی ہاں! ایسا ہی ہے، تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”یہی تو ان کی بندگی اور عبادت ہے، یہی ان کو رب بنانا ہے۔“^①

جنوں کا نام خرد رکھ دیا، خرد کا جنوں
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے
لہذا اطاعت رسول صرف اور صرف وہ ہے جو بغیر کسی شرط کے کی جائے کہ آپ کی
اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم پر لازم ہے۔
فرضیت اطاعت قرآن کی روشنی میں:

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ لَا تُبْطِلُوا
أَعْمَالَكُمْ ۝﴾ (محمد: ۳۳)

”اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کا کہا مانو اور اپنے اعمال
کو غارت نہ کرو۔“

اطاعت ہی معیار ہدایت ہے:

کوئی بھی ہدایت یافتہ تب ہی ہو سکتا ہے جب وہ نبی کریم ﷺ کی اطاعت کرے۔
فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنْ تُطِيعُوا تَهْتَدُوا ۝﴾ (النور: ۵۴)

”ہدایت تو تمہیں اسی وقت ملے گی جب رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔“

کیونکہ انبیاء و رسل کی بعثت کا مقصد ہی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کی اطاعت
کی جائے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

① سنن ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة التوبة، رقم: ۳۰۹۵۔ محدث البانی نے
اسے ”حسن“ کہا ہے۔

﴿ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ ط ﴾ (النساء: ۶۴)

”ہم نے ہر ہر رسول کو صرف اسی لیے بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی فرمانبرداری کی جائے۔“

فرضیت اطاعت احادیث کی روشنی میں:

اب رسول اللہ ﷺ کے فرامین بھی دیکھئے کہ ان میں اطاعت و فرمانبرداری کی کتنی تاکید بیان ہوئی ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبِي قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَمَنْ يَا أَبِي؟ قَالَ مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبِي.))^①

”میری ساری امت جنت میں جائے گی سوائے ان کے جنہوں نے انکار کیا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! انکار کون کرے گا؟ فرمایا کہ جو میری اطاعت کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو میری نافرمانی کرے گا اس نے انکار کیا۔“

اسی طرح آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

((مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللَّهَ.))^②

”جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔“

اس کی وضاحت قرآن کے الفاظ میں یوں ہے:

﴿ مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ﴾ (النساء: ۸۰)

① صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ، رقم: ۷۲۸۰۔ فتح الباری: ۱۳/۲۴۹۔

② صحیح البخاری، کتاب الأحکام، باب قول اللہ تعالیٰ: أطيعوا الله واطيعوا الرسول واولی الامر منکم، رقم: ۷۱۳۷۔

”اس رسول کی جو اطاعت کرے اس نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی۔“
 مذکورہ قرآنی آیت حدیث میں آپ ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کو اللہ تعالیٰ کی
 اطاعت گردانا گیا ہے۔ ایک فرمان نبوی اس طرح ہے۔
 ((مَنْ نَزَعَ يَدًا مِنْ طَاعَةِ اللَّهِ فَإِنَّهُ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَأُحْجَّةَ
 لَهُ))^①

”جس نے اپنا ہاتھ اللہ کی اطاعت سے کھینچا (اطاعت نہ کی) پس اس کے لیے
 قیامت کے دن کامیابی کی کوئی دلیل نہیں ہوگی۔“

نبی کریم ﷺ کا ایک فرمان بایں الفاظ منقول ہے کہ:
 ((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ كُلُّكُمْ إِلَّا مَنْ أَبِي
 وَشَرَدَ عَلَى اللَّهِ كَشَرَادِ الْبَعِيرِ، قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَمَنْ
 يَا بِي أَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ؟ قَالَ: مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ
 عَصَانِي فَقَدْ أَبِي))^②

”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! البتہ ضرور ضرور تم جنت میں
 داخل ہو گے مگر جس نے جانے سے انکار کر دیا اور اللہ کی اطاعت سے اس طرح
 نکل گیا جیسے اونٹ بدک کر نکل جاتا ہے، اس (پوچھنے والے صحابی) نے کہا: اللہ
 کے رسول! جنت میں جانے سے کون انکار کرے گا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
 کہ جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں جائے گا اور جس نے نافرمانی کی اس
 نے انکار کیا۔“

نبی کریم ﷺ کی اطاعت کو ایک مثال سے سمجھا جاسکتا ہے، جو خود نبی کریم ﷺ نے بیان

① مسند أحمد، رقم: ۵۵۵۱۔ صحیح مسلم، کتاب الامارة، رقم: ۴۷۹۳۔

② صحیح ابن حبان: ۱/۱۵۳۔ مستدرک الحاکم: ۴/۲۴۷۔ مجمع الزوائد: ۱۰

۸۰/۔ ابن حبان اور حاکم نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

فرمائی، آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَنَا مَثَلِي وَمَثَلُ مَا بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ كَمَثَلِ رَجُلٍ أَتَى قَوْمًا فَقَالَ: يَا قَوْمُ! إِنِّي رَأَيْتُ الْجَيْشَ بِعَيْنَيْ، وَإِنِّي أَنَا النَّذِيرُ الْعُرْيَانُ، فَالْتَّجَاءَ فَاطَاعَهُ طَائِفَةٌ مِنْ قَوْمِهِ فَأَدْلَجُوا فَانْطَلَقُوا عَلَى مَهْلِهِمْ فَانْجَبُوا، وَكَذَّبَتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ فَأَصْبَحُوا مَكَانَهُمْ فَصَبَّحَهُمُ الْجَيْشُ فَأَهْلَكَهُمْ وَاجْتَا حُهُمْ، فَذَلِكَ مَثَلُ مَنْ أَطَاعَنِي فَاتَّبَعَ مَا جِئْتُ بِهِ، وَمَثَلُ مَنْ عَصَانِي وَكَذَّبَ بِمَا جِئْتُ بِهِ مِنَ الْحَقِّ.))^①

”میری اور جس دعوت کے ساتھ اللہ نے مجھے بھیجا ہے اس کی مثال ایک ایسے شخص جیسی ہے جو کسی قوم کے پاس آئے اور کہے کہ اے قوم! میں نے ایک لشکر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور میں کھلم کھلا تم کو ڈرانے والا ہوں۔ پس بچاؤ کی صورت کرو۔ تو اس قوم کے ایک گروہ نے بات مان لی اور رات کے شروع ہی میں نکل بھاگے اور حفاظت کی جگہ چلے گئے۔ اس لیے نجات پا گئے لیکن ان کی دوسری جماعت نے جھٹلایا اور اپنی جگہ پر ہی موجود رہے، پھر صبح سویرے ہی دشمن کے لشکر نے انہیں آلیا اور انہیں مارا اور ان کو برباد کر دیا۔ تو یہ مثال ہے اس کی جو میری اطاعت کریں اور جو دعوت میں لایا ہوں اس کی پیروی کریں اور اس کی مثال ہے جو میری نافرمانی کریں اور جو حق میں لے کر آیا ہوں اسے جھٹلائیں۔“

اسی طرح دوسری مثال بایں الفاظ بیان فرمائی جو حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((جَاءَتْ مَلَائِكَةٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ نَائِمٌ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّهُ نَائِمٌ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبَ يَقْظَانُ،

① صحیح البخاری، کتاب الاعتصام، باب الاقتداء بسنن رسول ﷺ، رقم: ۷۲۸۳.

فَقَالُوا: إِنَّ لِمَا حَبِطْتُمْ هَذَا مَثَلًا، قَالَ فَاضْرِبُوا لَهُ مَثَلًا، فَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّهُ نَائِمٌ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبُ يَقْضَانُ، فَقَالُوا: مَثَلُهُ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى دَارًا وَجَعَلَ فِيهَا مَادُّبَةً وَبَعَثَ دَاعِيًا، فَمَنْ أَجَابَ الدَّاعِيَ دَخَلَ الدَّارَ وَأَكَلَ مِنَ المَادُّبَةِ، وَمَنْ لَمْ يُجِبِ الدَّاعِيَ لَمْ يَدْخُلِ الدَّارَ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنَ المَادُّبَةِ فَقَالُوا: أَوْلُوها لَهُ يَفْقَهُها، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّهُ نَائِمٌ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبُ يَقْضَانُ، فَقَالُوا: فَالدَّارُ: الْجَنَّةُ، وَالدَّاعِيَ: مُحَمَّدٌ ﷺ، فَمَنْ أَطَاعَ مُحَمَّدًا ﷺ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ، وَمَنْ عَصَى مُحَمَّدًا ﷺ فَقَدْ عَصَى اللَّهَ، وَمُحَمَّدٌ فَرَّقَ بَيْنَ النَّاسِ. ①

”کہ فرشتے نبی کریم ﷺ کے پاس آئے (جبرائیل و میکائیل) اور آپ ﷺ سوئے ہوئے تھے۔ ایک نے کہا کہ یہ سوئے ہوئے ہیں، دوسرے نے کہا کہ ان کی آنکھیں سو رہی ہیں لیکن ان کا دل بیدار ہے۔ انہوں نے کہا کہ تمہارے ان صاحب (محمد ﷺ) کی ایک مثال ہے، پس ان کی مثال بیان کرو۔ تو ان میں سے ایک نے کہا کہ یہ سو رہے ہیں، دوسرے نے کہا کہ آنکھ سو رہی ہے اور دل بیدار ہے۔ انہوں نے کہا کہ ان کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے ایک گھر بنایا اور کھانے کی دعوت کی اور بلانے والے کو بھیجا، پس جس نے بلانے والے کی دعوت قبول کر لی وہ گھر میں داخل ہو گیا، اور دسترخوان سے کھایا، اور جس نے بلانے والے کی دعوت قبول نہیں کی وہ گھر میں داخل نہیں ہوا اور دسترخوان سے کھانا نہیں کھایا۔ پھر اس نے کہا کہ اس کی ان کے لیے تفسیر کر دو تا کہ یہ سمجھ

① صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول

جائیں۔ بعض نے کہا کہ یہ تو سوئے ہوئے ہیں، لیکن بعض نے کہا کہ آنکھیں
گوسور ہی ہیں لیکن دل بیدار ہے۔ پھر انہوں نے کہا کہ گھر تو جنت ہے اور بلانے
والے محمد ﷺ ہیں۔ پس جو ان کی اطاعت کرے گا وہ اللہ کی اطاعت کرے گا۔
اور جو ان کی نافرمانی کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا اور محمد ﷺ اچھے
اور بُرے لوگوں کے درمیان فرق کرنے والے ہیں۔“
اطاعت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نکتہ نظر:

مصور کھینچ وہ نقشہ جس میں یہ صفائی ہو
ادھر فرمان محمدؐ ہو ادھر گردن جھکائی ہو

اطاعت رسول ﷺ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نکتہ نظر یہ تھا کہ ادھر حکم پہنچا اور ادھر یہ عمل کے
لیے لپک پڑیں ادھر سے اعلان ہوا اور ادھر انہوں نے خود کو تبدیل کر لیا۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
نے کبھی احکام قرآنی اور فرامین احادیث میں کبھی عملی لحاظ سے فرق روانہ رکھا، بلکہ انہوں نے
احادیث نبویہ کو ہی قرآن کریم کی تفسیر و تعبیر شمار کیا۔ چنانچہ جناب علقمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

((لَعَنَ عَبْدُ اللَّهِ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ
لِلْحُسْنِ، الْمُغَيَّرَاتِ خَلَقَ اللَّهُ، فَقَالَتْ أُمُّ يَعْقُوبَ: مَا هَذَا؟
قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: وَمَا لِي لَا أَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ (ﷺ)
وَفِي كِتَابِ اللَّهِ؟ قَالَتْ: وَاللَّهِ لَقَدْ قَرَأْتُ مَا بَيْنَ الْوَحْيَيْنِ
فَمَا وَجَدْتُهُ، قَالَ: وَاللَّهِ لَئِنْ قَرَأْتِيهِ لَقَدْ وَجَدْتِيهِ ﴿وَمَا آتَاكُمْ
الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾)) (الحشر: ۷) ①

”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے وعظ میں بال گودھنے والی، چہرے کے
بال اکھاڑنے والی، حسن کے لیے دانتوں میں کشادگی کرنے والی، اور اللہ کی
خلقت میں تبدیلی کرنے والی عورتوں پر لعنت بھیجی تو (قبیلہ بنو اسد کی ایک

① صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب المتنمصات، رقم: ۵۹۳۹.

عورت) ام یعقوب نے پوچھا کہ آپ نے ایسا کیوں کہا؟ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ایسی عورتوں پر لعنت کیوں نہ بھیجوں؟ جن پر اللہ کے رسول ﷺ نے لعنت کی ہے اور جو اللہ کی کتاب کے مطابق بھی ملعون ہیں۔ اس عورت نے کہا: میں نے پورا قرآن پڑھا ہے لیکن اس میں مجھے تو یہ چیز کہیں نہیں ملی۔ اس پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر تو نے قرآن پڑھا ہوتا تو تمہیں یہ حکم مل جاتا۔ جو کچھ رسول تمہیں دے وہ لے لو جس چیز سے منع کرے اس سے باز رہو۔“

اس حدیث پر غور کریں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے فرمان کو اللہ تعالیٰ کا فرمان اور کتاب اللہ کا حکم قرار دیا۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی زبان حق ترجمان سے نکلے ہوئے الفاظ قرآن ہی کی طرح واجب الطاعت ہیں۔

مظاہر الطاعت:

قارئین کرام! اب ہم آپ کو قلم کی آنکھ سے ایسے مظاہر و مشاہدات سامنے لا کر دکھلاتے ہیں کہ جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کا یہ حق ادا کرنے کا حق ادا کر دیا ہے۔ جب اللہ رب العزت نے اپنے مقدس کلام میں شراب کی قطعی حرمت نازل کی تو ارشاد فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّا الْخَمْرُ وَالْبَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ٩١﴾ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْبَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ ٩٢﴾ (المائدة: ٩٠-٩١)

”اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! بے شک شراب جوا، آستانے اور فال نکالنے کے تیر، سب گندے کام ہیں اور عمل شیطان سے ہیں، پس تم ان سے بچو تاکہ

فلاح پاؤ۔ بے شک شیطان چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان شراب اور جوئے کے ذریعے سے دشمنی اور بغض ڈال دے اور تمہیں اللہ کے ذکر اور نماز سے روکے پھر کیا تم ان سے باز آتے ہو؟“

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان آیات کے آخری الفاظ سنے کہ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ پھر کیا تم ان (شیطانی کاموں) سے باز آتے ہو۔“ تو فوراً فرمایا: بس ہم باز آ گئے، ہم باز آ گئے۔^① ((عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ كُنْتُ سَاقِي الْقَوْمِ فِي مَنْزِلِ أَبِي طَلْحَةَ، وَكَانَ خَمْرُهُمْ يَوْمَئِذٍ الْفَضِيحَ، فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مُنَادِيًا يُنَادِي: أَلَا إِنَّ الْخَمْرَ قَدْ حُرِّمَتْ، قَالَ: فَقَالَ لِي أَبُو طَلْحَةَ: أَخْرِجْ فَأَهْرِقْهَا، فَخَرَجْتُ فَهَرَقْتُهَا فَجَرَّتْ فِي سِكَكِ الْمَدِينَةِ.....))^②

”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس دن شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا میں ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر ساقی (شراب پلانے والا) کے فرائض انجام دے رہا تھا۔ اور ان دنوں کچی پکی کھجوروں کی شراب استعمال ہوتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے ایک آدمی اعلان کر رہا تھا کہ شراب کو حرام قرار دے دیا گیا ہے۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا: کہ جاؤ اس شراب کو گرا دو، میں نے اسے گرا دیا، مدینہ کی گلیوں میں شراب بہنے لگی یعنی ہر ایک نے شراب گرا دی۔“

حالانکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ خود بیان فرماتے ہیں جب انہوں نے مجھے شراب گرانے کا حکم

① سنن ابوداؤد، کتاب الاشریہ، باب تحريم الخمر، رقم: ۳۶۷۰۔ سنن ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة المائدة، رقم: ۳۰۴۹۔ سنن نسائی، کتاب الاشریہ، باب تحريم الخمر، رقم: ۵۵۴۲۔ محدث البانی نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔
② صحیح بخاری، کتاب المظالم، باب صب الخمر فی الطريق، رقم: ۲۴۶۴۔ صحیح مسلم، کتاب الاشریہ، باب تحريم الخمر..... رقم: ۱۹۸۰۔

دیا وہ اس وقت نشے میں چور ہونے کے قریب تھے۔^①

آخری حدیث صاف بتلاتی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بے ہوشی بھی ہماری بیداری و ہوش سے بہتر تھی۔

دوسرا ایک طویل واقعہ ہے کہ تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنت تبوک میں پیچھے رہ گئے، واپسی پر نبی اکرم ﷺ نے سب سے عذر دریاقت فرمائے تو منافقین نے جھوٹے سچے عذر گھڑ کر پیش کر دیئے۔ لیکن ان تینوں نے دربار رسالت مآب میں سچ کہا تو نبی رحمت ﷺ نے فرمایا تم تینوں کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے پچاس دن کے لیے تمہارا بائیکاٹ کر دیا گیا سب مسلمانوں کو ممانعت کر دی گئی کہ ان سے کوئی کلام نہ کرے۔ آخری دس دن میں تو بیویوں سے قربت بھی ممنوع ٹھہرا دی گئی اس بارے میں ان تین صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے دو ساتھی تو گھر میں رونے بیٹھ گئے لیکن میں مسجد میں جا کر نماز ادا کرتا بازاروں میں گھومتا لیکن مجال جو مجھ سے کوئی کلام کرتا حتیٰ کہ میں تنگ آ کر ایک دن اپنے جگری یار دنیا میں سے زیادہ محبوب و دوست اپنے چچا زاد بھائی ابو قتادہ کے باغ کی دیوار پھلانگ کر اندر چلا گیا میں نے ان کو سلام کیا مگر انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے کئی جتن کیے کہ کسی طرح وہ مجھ سے بات کریں مگر سب بے سود آخر کار میں نے ان سے کہا کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں۔ انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے اپنا یہ سوال تین بار دہرایا تو تیسری بار انہوں نے فقط اتنا کہا کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ میں روتا ہوا دیوار پھلانگ کر واپس آ گیا۔ مجھے سب لوگ اجنبی محسوس ہونے لگے، وہ زمین انجان علاقہ محسوس ہونے لگی، زمین اپنی تمام وسعتوں کے باوجود تنگ ہو گئی آخر کار اللہ نے ہماری توبہ کا اعلان نازل فرما دیا۔ ﴿وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خَلَفُوا ط...﴾ (التوبة: ۱۱۸)^②

① مسند احمد: ۳/۱۸۱۔

② صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث کعب بن مالک.....، رقم: ۴۴۱۸۔
صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب حدیث توبة کعب بن مالک وصاحبيه..... رقم:
۲۷۶۹۔ مسند احمد ۳/۴۵۶، ۴۵۹۔

کوئی قوم اپنے مقتدا کی اطاعت کا مظہر پیش نہیں کر سکتی مگر یہ حق شناس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حصہ میں آئی ہے فلله الحمد علی نعمہ۔

اگر اس طرح کے واقعات کو لکھنا شروع کر دیا جائے تو ایک مستقل کتاب بن جائے مگر ہم طوالت کے خوف سے اس پر ہی اکتفاء کرتے ہیں۔

اطاعت سے پاکیزہ زندگی کا حصول:

بہر حال نبی کریم ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری امت پر فرض ہے جس کی ادائیگی عسرویسر، سفر و حضر میں لازم ہے۔ کیونکہ اشرف کائنات و اکرم الخلاق جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات ہی وہ مینا ہے جس میں حیاتِ جاوداں کا زلال بھرا ہوا ہے۔ جس نے یہ زلال پیا، وہ ہمیشہ کی زندگی پا گیا۔ قرآن فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ﴾

(الانفال: ۲۴)

”اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول کے کہنے کو بجا لاؤ، جب کہ رسول تم کو تمہاری زندگی بخش چیز کی طرف بلائے ہیں۔“

مطلب واضح ہے کہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول پر سختی سے عمل کرو، کبھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے جی نہ چراؤ اور توجہ سے سنو کہ رسول تم کو پکارتا اور بلاتا ہے کہ تم کو زندگی بخش چیز عطا کرے یعنی اگر تم نے رسول کے بلانے کو قبول کر لیا، آپ کی آواز پر لبیک کہا۔ آپ کے قول و فعل کے زلال کو نوش جان کیا تو تم کو حیاتِ جاوداں نصیب ہوگی۔ جنت کی ابدی زندگی ملے گی ۵

پیتے ہی جس کے زندگی جاوداں ملی

اس جانفزا زلال کے مینا تمہی تو ہو

لہذا خوب سمجھ لو کہ جو شخص احادیث و سنن کے ارم میں خراماں خراماں زندگی گزار لے گا وہ

یقیناً بہشت طوبیٰ کے سایہ میں جگہ پائے گا کیونکہ ذرے کو آفتاب کرنے والے، خاک کو اکسیر بنانے والے، میر کاروانِ حیات، سرورِ کائنات ﷺ، خلاصہ موجودات، مشتعل راہ ہدایت، رہبر طریقت، معیارِ تکمیل کتاب روح و روان یوم حساب، مظہرِ رضائے کبریا، مصدرِ وحی خفی، حاملِ وحی جلی، واضح طرق عبادات، حضرت محمد ﷺ کی اطاعت میں ہی تممیل قرآن حکیم ہے، امتثال ربِّ عرشِ عظیم ہے۔ پھر جو شخص ان نبی خیر الانام ﷺ کی اطاعت سے روکتا ہے اور ایک افسانوی، لٹریری اور ماڈرن اسلام پیش کرتا ہے۔ دراصل وہ ماڈرن ایجوکیٹڈ طبقہ کو (جو اسلام کی اصل تعلیم سے ہنوز ناواقف ہے) افیون کا گھولا دے رہا ہے، تاکہ ان کے روح و ایمان کو آرٹھ فینشل اسلام کے پناٹزم سے مسحور کر کے انہیں دانائے سبل کی راہ سے ہٹائے، لیکن مسلمان کی پہچان یہ ہے کہ اس کی ہڈیوں میں توحیدِ رچی ہو اور اس کے گوشت پوست اور لہو میں محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت اور اطاعت سمائی ہو ۵

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبار راہ کو بخشنا فروغِ وادی سینا

قیامت کے دن جواب دینا ہوگا:

اطاعتِ رسول کی بابت اللہ تعالیٰ قیامت کو بھی سوال کریں گے، کہ آیا تم لوگوں نے ہمارے انبیاء و رسل ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کی یا کہ نہیں؟ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ وَلَنَسْأَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ ۝۱﴾

(الاعراف: ۶)

”پھر ہم ان لوگوں سے ضرور پوچھیں گے جن کے پاس پیغمبر بھیجے گئے تھے اور ہم پیغمبروں سے بھی ضرور پوچھیں گے۔“

اطاعت کے فوائد و ثمرات:

اور پھر اسی سوال کی بنیاد پر آخرت میں لوگوں کے دو طبقے ہوں گے۔ ایک وہ جنہوں نے

اطاعت و فرمانبرداری میں اپنے شب و روز گزارے، اور دوسرے وہ جو اس سے اعراض اور پہلو تہی اختیار کرتے رہے۔ اول الذکر کے لیے جنت اور اس کی نعمتیں اور آخر الذکر کو عذاب الیم و مہین کی وعید سنائی، چنانچہ فرمایا۔

﴿ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ ۖ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۗ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا ۖ وَلَهُ عَذَابٌ مُهِينٌ ۗ ۝۱۳﴾

(النساء: ۱۴، ۱۳)

”اور جو اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا اُسے اللہ تعالیٰ جنتوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہے گا اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی مقررہ حدوں سے آگے نکلے اسے وہ جہنم میں ڈال دے گا، جس میں ہمیشہ رہے گا، ایسوں ہی کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔“

اطاعت نہ کرنے کا انجام:

آپ ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری سے اعراض کرنے والے جہنم میں حسرت بھری تمنائیں کریں گے کہ ہائے کاش! ہم نے نبی کریم ﷺ کی اطاعت کی ہوتی، قرآن پاک ان کی ناکام حسرتیں اس طرح بیان فرماتا ہے۔

﴿ يَوْمَ تَقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَلَيْتَنَّا اطَّعْنَا اللَّهَ وَ اطَّعْنَا الرَّسُولَ ۗ وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَّعْنَا سَادَتَنَا وَ كُبْرَاءَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلَا ۗ رَبَّنَا آتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنَّهُمْ لَعْنَا كَبِيرًا ۗ ۝۱۸﴾

(الاحزاب: ۶۶ تا ۶۸)

”اس دن ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کیے جائیں گے (حسرت و افسوس سے) کہیں گے کہ کاش! ہم اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کرتے۔ اور کہیں گے

اے ہمارے رب! ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی مانی جنہوں نے ہمیں راہِ راست سے بھٹکا دیا۔ پروردگار! تو انہیں دگنا عذاب دے اور ان پر بہت بڑی لعنت نازل فرما۔“

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ يَقُولُ يَلِيَّتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا ۚ يُؤْيَلَّتْنِي لَيْتَنِي لَمْ اتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا ۚ لَقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي ۗ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنْسَانِ خَذُولًا ۝﴾

(الفرقان: ۲۷، ۲۸، ۲۹)

”اور اس دن ظالم شخص اپنے ہاتھوں کو چبا چبا کر کہے گا ہائے کاش! کہ میں نے رسول (ﷺ) کی راہ اختیار کی ہوتی۔ ہائے افسوس! کاش کے میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ اس نے تو مجھے نصیحت میرے پاس آجانے کے بعد گمراہ کر دیا۔ اور شیطان تو انسان کو (وقت پر) دغا دینے والا ہے۔“

اور پھر یہاں تک چاہیں گے کہ کاش اس عذاب کے بدلے ہم سے زمین اور اس کی وسعتوں میں جو کچھ ہے لے لیا جائے، لیکن پھر بھی یہ عذاب سے نہیں بچ سکیں گے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿يَوْمَئِذٍ يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصَوُا الرَّسُولَ لَوْ تُسَوَّىٰ بِهِمُ الْأَرْضُ ۗ وَلَا يَكْتُمُونَ اللَّهُ حَدِيثًا ۝﴾ (النساء: ۴۲)

”جس روز کافر اور رسول کے نافرمان آرزو کریں گے کہ کاش! انہیں زمین کے ساتھ ہموار کر دیا جاتا اور وہ اللہ تعالیٰ سے کوئی بات نہ چھپا سکیں گے۔“

پس جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کی پیروی نہیں کرتے۔ امتی باعث شرمندگی پیغمبر ہیں۔ (سنن ابن ماجہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: ((فَلَا تُسَوِّدُوا وَجْهِي)) اس کا ترجمہ کرتے ہوئے زبان کانپ رہی ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قیامت کے دن مجھے شرمندہ نہ کرانا۔“^①

پچھلی امتوں کے پاس تو عذر ہے کہ ان کا دین گم ہو گیا۔ ان کے انبیاء کی سنت معدوم ہو گئی۔ مگر مسلمانوں کے پاس تو کوئی بھی عذر باقی نہ ہوگا کہ قیامت کے روز وہ کوئی بہانہ کر سکیں۔ ان کا آئین یعنی قرآن پاک قیامت تک کے لیے محفوظ ہو گیا اور اس کی گارنٹی خود اس کے مالک کی طرف سے ہے۔ دوسری چیز جو امت کے پاس ہونی چاہیے تھی وہ نبی کی سنت ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے شب و روز کیسے بسر کیے۔ اس بات پہ امت مسلمہ جتنا بھی فخر کرے کم ہے کہ ان کے نبی کا ایک ایک لمحہ اور ہر ایک فعل محفوظ ہے۔



① سنن ابن ماجہ، کتاب المناسک باب الخطبة يوم النحر، رقم الحدیث: ۳۰۵۷۔

مسند احمد بن حنبل: ۴۱۲/۵۔

تیسرا حق

اتباع رسول ﷺ

”وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ.“ ”اور تمام راستوں سے بہتر راستہ محمد رسول

اللہ ﷺ کا ہے۔“

روشن ہے شمع علم خدا کے کلام میں

نورِ عمل ہے اُسوۂ خیر الانام میں

دریائے اسلام کا منبع حضور ﷺ ہی کا وجودِ اقدس ہے۔ اسلام آپ کے جسد اطہر سے

پھوٹا۔ اتباع رسول کا تعلق آپ کے افعال و کردار سے ہے اور آپ ہی کے قدموں کے نشان

بہشت بریں کا پتہ دیتے ہیں۔ آپ کی سیرت کے آئینہ میں جنت الفردوس نظر آتا ہے اور مرد

حیات کی کہکشاں سے رضائے الہی کا نور برستا ہے۔ ابریق سراپائے اقدس سے ایسا آب

حیات اُبلتا ہے، جس کے تشریب سے توحید کا وہ کیف ملتا ہے جس سے انسان ماسوی اللہ کو بھول

کر صرف اللہ ہی کا ہو کر رہ جاتا ہے۔ بھولنے نہیں کہ غبارِ راہِ خیر الوری میں وادی سینا کا

فروغ جھلکتا ہے اور احادیث و سنن کے ہیروں کی روشنی میں حورانِ جنت شرابِ طہور کے

ساغر لیے کھڑی نظر آتی ہیں ؎

رخشنده تیرے حسن سے رخسار یقین ہے

تابندہ تیرے عشق سے ایمان کی جبین ہے

محبت پوشیدہ عمل ہے جبکہ اتباع ظاہر عمل ہے۔ اگر کسی کے دل میں محبت موجزن ہو تو اس

کی اطاعت و اتباع کی شدت اس کی محبت کے مرتبے کو ظاہر کرے گی اور جس ہستی کا دل

احترام شفاء قلب ہو اس کی اطاعت کا کیا مقام ہوگا۔ اگر محبت تخم ہے تو اطاعت اس کا پھل

ہے۔ قلبی محبت غیر مرئی ہے مگر اتباع محبت کا چلتا پھرتا ثبوت ہے۔

شاہ کونین ﷺ کی اتباع دونوں جہاں کی ابدی سعادتوں کا خزینہ ہے۔ آپ ﷺ کی اتباع فرض ہے اور مشیت الہی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی محبت و اتباع حب الہی کی دلیل ہے۔ آپ ﷺ کی اتباع معمولی عمل نہیں بلکہ یہ دونوں جہاں میں فلاح کی ضامن ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے اعلان نبوت کے بعد اب کوئی ایسا طریقہ نہیں جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہو۔ سوائے آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ کے۔ آپ ﷺ کا اسوہ حسنہ ہر پریشانی کی دوا ہے۔ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے تو مصطفیٰ ﷺ کی زندگی قرآن کی کھلی تفسیر ہے۔ قرآن کریم کے احکامات کی وہی تشریح اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل قبول ہے جو آپ ﷺ نے اپنے اسوہ کامل میں فرمادی ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی ہر ادا و ہر حکم اللہ کی وحی کے مطابق اور اس کی مشیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آپ ﷺ کا دین کے کسی معاملے میں کوئی تشریحی حکم قانون کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے حرام و حلال کا اختیار دیا ہے۔ آپ ﷺ کے کسی حکم و اتباع کو دنیا جہاں کا کوئی آدمی بدل نہیں سکتا جو ایسا کرنے کی کوشش کرے گا وہ ظالم ہوگا اور بہت جلد اپنے انجام کو پہنچ جائے گا۔

حضور نبی کریم ﷺ سے کسی بھی بشری حالت میں حق جدا نہیں ہوا۔ آپ ﷺ کی وہ ذات کامل ہے کہ غمی و خوشی، دکھ و سکھ، گھر و بازار، سفر و حضر، جنگ و امن، محفل یاراں و منبر و محراب میں کوئی بات یا کوئی عمل حق کے علاوہ سرزد ہی نہیں ہوا۔ پس آپ ﷺ نے جو فرمایا وہ حق ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ پر قرب و عطائے خداوندی کی انتہا ہوئی۔ اب جو کوئی اللہ تعالیٰ کا قرب پانا چاہے گا وہ آپ ﷺ کی اتباع و محبت سے ہی پاسکے گا اور کوئی بھی فرد آپ ﷺ کے قرب میں کمی نہ کر سکے گا نہ کوئی کمی لاسکا ہے جو آپ ﷺ کی اتباع کرے گا وہ کامیاب ہوگا جو اتباع سے دور ہوگا نقصان اٹھائے گا۔

اتباع کا مفہوم و فرضیت:

اتباع کا مطلب ہے کہ جو کام آپ ﷺ کریں اس کے مطابق عمل کیا جائے۔ فرمان

باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَ يُغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ﴾ (آل عمران: ۳۱)

”کہہ دیجیے! کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمادے گا۔“
یعنی اتباع رسول ﷺ کی وجہ سے تمہارے صرف گناہ ہی معاف نہیں ہوں گے بلکہ تم محب سے محبوب بن جاؤ گے۔ اور یہ کتنا اونچا مقام ہے کہ بارگاہِ الہی میں ایک انسان کو محبوبیت کا مقام مل جائے۔

اس آیت کریم کے بہت سے شان نزول اور اسباب ورود ہیں۔ ایک سبب نزول یہ بھی ہے کہ یہود کے سردار کعب بن اشرف نے دعویٰ کیا کہ ((نَحْنُ أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ)) ہم اللہ کی محبت میں بہت سخت ہیں، لہذا ((نَحْنُ أَحَبُّاءُ لِلَّهِ)) ہم اللہ تعالیٰ کے پیارے ہیں۔^①
حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”یہ آیت اس شخص کا فیصلہ کر رہی ہے جو اللہ کی محبت کا دعوے دار تو ہے لیکن محمد ﷺ کی پیروی نہیں کرتا کہ ایسا شخص اپنے دعوئے محبت میں جھوٹا شمار ہوگا، یہاں تک کہ وہ اپنے تمام اقوال و افعال میں شرع محمدی اور دین نبوی کا متبع بن جائے۔“^②

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

”یہ بات واضح رہے کہ جو شخص کسی سے محبت کرتا ہے اسے اور اس کی موافقت کو ترجیح دیتا ہے، ورنہ اپنی محبت میں سچا نہ ہوگا، بلکہ وہ صرف محبت کا مدعی ہوگا۔ پس نبی ﷺ کی محبت میں وہی شخص سچا شمار ہوگا جس میں محبت کے آثار ظاہر ہوں اور اس پر سب سے پہلی چیز آپ ﷺ کی اقتداء، آپ ﷺ کی سنت کا التزام،

① تفصیل کے لیے دیکھئے: العجائب فی بیان الاسباب : ۲ / ۶۷۷.

② تفسیر ابن کثیر : ۱ / ۴۷۷.

آپ ﷺ کے اقوال و افعال کی پیروی، آپ ﷺ کے اوامر کا بجالانا، نواہی (منع کیے گئے کام) سے رک جانا اور خوشی و غمی، آسائش و تنگی ہر حال میں آپ ﷺ کے احکام کو ملحوظ رکھنا ہے۔ اس کی دلیل باری تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ...﴾

(آل عمران: ۳۱) ❶

حب الہی کا وسیلہ و ذریعہ صرف اور صرف آپ ﷺ کی اتباع و تابع داری ہے۔ آپ ﷺ کے طریقے اور سنن پر عمل کرنے سے ہی اللہ تعالیٰ کی محبت و قربت نصیب ہوتی ہے۔ ارشاد فرمایا:

﴿وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ﴾ (الاعراف: ۱۵۸)

”اور اس کی پیروی کرو، تاکہ تم ہدایت پاؤ۔“

پہلے آپ ﷺ پر ایمان کا حکم دے کر ساتھ ہی یہ فرما دیا کہ اسی نبی آخر الزمان ﷺ کی اتباع و پیروی کرو، اس لیے کہ ہدایت اسی میں مضمر ہے۔ آپ ﷺ کی اتباع و پیروی سے ہٹ کر کوئی طریقہ اور کوئی راستہ ہدایت کا راستہ نہیں ہے، بلکہ وہ سارے کے سارے گمراہ راستے اور طریقے ہیں۔ گمراہی سے بچ کر ہدایت کی طرف آدمی صرف اور صرف قرآن اور آپ ﷺ کی سنن و احادیث پر عمل کر کے ہی آسکتا ہے، ان کے علاوہ جہالت اور گمراہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا

عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ﴾ (الاعراف: ۱۵۷)

”وہ جو اس رسول کی پیروی کرتے ہیں، جو امی نبی ہے، جسے وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔“

یعنی اہل کتاب کے پاس تورات و انجیل میں بھی آپ ﷺ کی صفات و علامات ہیں کہ

❶ الشفاء بتعريف حقوق المصطفى: ۲/۲۴.

آپ اُٹی ہیں، تو یہ اہل کتاب کے صالح لوگ اس رسول کی اتباع کرتے ہیں۔

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾

(الحشر: ۷)

”اور رسول تمہیں جو کچھ دے تو وہ لے لو اور جس سے تمہیں روک دے تو رک جاؤ۔“

یہ اصل اور عین ایمان ہے کہ رسول اللہ ﷺ جو کچھ عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس چیز سے روکیں رک جاؤ۔ اپنی مرضی و خواہشات کو اس میں دخل نہ دو۔

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب: ۲۱)

”بلاشبہ یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول میں ہمیشہ سے اچھا نمونہ ہے۔“

زندگی گزارنے کے لیے آپ ﷺ کی زندگی ہی بہترین طریقہ اور نمونہ ہے، آپ ﷺ کی زندگی اور سیرت کو دیکھتے جاؤ اور اپنی راہ متعین کرتے جاؤ، یہی اصل دین و ہدایت ہے اور یہی زندگی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ﴾

(الانفال: ۲۴)

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی اور رسول کی دعوت خوشی سے قبول کرو، جب

وہ تمہیں اس چیز کے لیے دعوت دے جو تمہیں زندگی بخشتی ہے۔“

بہت واضح الفاظ میں یہ حکم دیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ جب بھی تمہیں آواز

دیں ان کی آواز پر فوراً لبیک کہو۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں بلایا، وہ نماز

پوری کر کے آئے اور سلام کہا۔ آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا اے ابی! میرے

بلاوے کا جواب دینے سے تجھے کس چیز نے روکا، جب کہ میں نے تجھے بلایا تھا؟ ابی بن

کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کی اے اللہ کے رسول! میں نماز میں تھا۔ تو آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھ کر

فرمایا: تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا؟ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: آئندہ میں ایسا نہیں

کروں گا۔^①

دنیا کی زندگی اور آخرت کی بہاریں آپ ﷺ کی آواز پر لبیک کہنے سے ہی میسر ہیں، لیکن اگر لوگ آپ ﷺ کی بات کا فوراً جواب نہ دیں اور اس پر فوراً حاضر نہ ہوں تو فرمایا:

﴿فَإِنْ لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّهُمَا يُتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ ط وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللَّهِ ط﴾ (القصص: ۵۰)

”پھر اگر وہ تیری بات قبول نہ کریں تو جان لے کہ وہ صرف اپنی خواہشوں کی پیروی کر رہے ہیں اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو اللہ کی طرف سے کسی ہدایت کے بغیر اپنی خواہش کی پیروی کرے۔“

جو رسول اللہ ﷺ کی آواز سنتا ہے، آپ کی دعوت سنتا ہے، پھر آپ کی اتباع نہیں کرتا تو اس کے متعلق اللہ رب العزت نے یہ فرما دیا ہے کہ جان لو! یہ آدمی یقیناً اپنی خواہشات کا پجاری ہے، اپنی خواہشات کی اتباع کر رہا ہے۔ ایسے لوگوں کے متعلق اللہ رب العزت نے یہ قاعدہ بیان فرما دیا ہے کہ جو کوئی بغیر دلیل کے اور بغیر اللہ تعالیٰ کی رہنمائی کے اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے تو اس سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہو سکتا ہے؟ سب سے بڑا گمراہ وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں ان کی حدیث و سنت کے مقابلے میں اپنی خواہش و رائے کو لاتا ہے اور اسی کی پیروی کرتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی بات کو چھوڑ دیتا ہے۔ ایسے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو بھی یہ حکم ہوا:

﴿قُلْ لَا أَتَّبِعُ أَهْوَاءَكُمْ قَدْ ضَلَلْتُ إِذًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِينَ ﴿۵۶﴾﴾

(الانعام: ۵۶)

”کہہ دیجیے میں تمہاری خواہشوں کے پیچھے نہیں چلتا، یقیناً میں اس وقت گمراہ ہو گیا اور میں ہدایت پانے والوں میں سے نہیں ہوں۔“

یعنی آپ ﷺ کو ان لوگوں کی خواہشات کے پیچھے لگنے سے اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ کر روک

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب ما جاء فی فاتحة الكتاب، رقم: ۴۷۴.

دیا ہے کہ ایسا کرنے سے سیدھا راستہ چھوٹ جائے گا اور ہدایت یافتہ لوگوں میں سے بھی نہیں رہو گے۔

رسول اللہ ﷺ کی ذات اُسوۂ حسنہ ہے:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ

الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ۝﴾ (الاحزاب: ۲۱)

”البتہ تحقیق تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی ذات بہترین نمونہ ہے، اس شخص کے لیے جو اللہ کی ملاقات کی اور یومِ آخرت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے نہایت وضاحت سے فرمایا ہے کہ جو کوئی تم میں سے اللہ سے ملنے کی امید رکھتا ہے اور آخرت پر بھی اس کا ایمان ہے اُسے چاہیے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرے۔ راہِ رسول اختیار کرے۔ صرف سنت اور حدیث پر عمل کرے۔ حضور ﷺ کے قول و فعل کو مشعلِ راہ بنائے۔ اپنے تمام اعمال کو خاتم التنبیین ﷺ کے نمونہ کے مطابق ڈھالے۔ ہو بہو نقل بمطابق اصل ہو۔ پھر جو شخص رسول خیر الوری ﷺ کا راستہ اختیار نہیں کرتا۔ بلکہ اپنے اپنے فرقے کی راہ پر گامزن ہے۔ کیا وہ اللہ کی ملاقات کا امیدوار ہے؟ وہ یومِ آخرت کا آرزو مند ہے؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں اچھی پیروی، اچھا نمونہ اس شخص کے لیے بتایا ہے جو اللہ تعالیٰ کا امیدوار اور یومِ آخرت کا تمنائی ہے۔

راہِ رسول ﷺ کی نشاندہی:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک روز ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے زمین پر ایک سیدھا خط کھینچا۔ پھر اس کے دائیں بائیں دو دو خط کھینچے اور درمیانی خط پر ہاتھ مبارک رکھ کر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

﴿وَأَنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ
عَنْ سَبِيلِهِ ط﴾ (الانعام: ۱۵۳)

”اور یہ کہ یہ میری سیدھی راہ ہے۔ پس اس راہ کی پیروی کرو اور مت اتباع کرو
اور راہوں کی۔ پس متفرق کر دیں گی تم کو اس کی راہ سے۔“

یعنی حضور انور ﷺ نے درمیانی سیدھی لکیر پر ہاتھ مبارک رکھ کر فرمایا: یہ ہے اللہ کی راہ،
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نشاندہی چاہی تو فرمایا: مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي. ”جس پر میں
ہوں اور میرے صحابہ۔“

مطلب واضح ہے کہ جس راہ پر حضور ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم چل گئے ہیں۔ یعنی راہ سنت اور
تعالیٰ صحابہ رضی اللہ عنہم، یہی ایک راہ سیدھی راہ ہے جو جنت الفردوس کو جاتی ہے۔ اس راہ کے سوا اگر
اور راہوں پر چلو گے تو یہ راہیں تم کو اس راہ سے جدا کر دیں گی۔ شاہراہ سرور رسولاں ﷺ سے
ہٹا دیں گی۔ ان راہوں پر کھڑے شیاطین تم کو فرقہ بندیوں کی راہوں پر لا کر ہلاک
کر دیں گے۔ لہذا بچوان راہوں سے اور سنت کے نور میں سدا گام فرسار ہو۔

گر نقش قدم تیرے مشعل نہ بنے ہوتے

راہرو بھی لٹا ہوتا، راہبر بھی لٹا ہوتا

فرائض کی بجا آوری اتباع رسول ﷺ پر موقوف ہے:

دین اسلام جو آسمان سے اترا ہے، ایک حقیقت اور اصل ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے
ارشاد فرمایا ہے:

﴿إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ ق﴾ (آل عمران: ۱۹)

”بلاشبہ دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔“

اب دین اسلام پر عمل کے لیے طریقہ یا راستہ چاہیے تو یہ راستہ حضور ﷺ کی سنت
ہے۔ آپ ﷺ کے طریقہ کے مطابق عمل کرنا اتباع رسول ہے اور آپ کے راستے کو مذہب
کہتے ہیں تو مسلمان کا دین اسلام ہوا اور مذہب آپ کی سنت، آپ کا طریقہ ہے۔ کیونکہ ہر حکم

خداوندی کی عملی صورت حضور ہی کے قول و فعل سے ملتی ہے۔ مثلاً قرآن کہتا ہے: ”نماز قائم کرو۔“ یہ حکم دے کر قرآن خاموش ہے کہ کس طرح نماز قائم کی جائے؟ ہاں! قرآن نے یہ بتا دیا ہے کہ نماز قائم کرنے کا طریقہ رسولِ رحمت ﷺ سے لے لو۔ چنانچہ نماز قائم کرنے کا مکمل طریقہ حدیث شریف میں موجود ہے۔ اب جو شخص حضور ﷺ کے بتلائے اور کر کے دکھائے ہوئے طریقے کے مطابق نماز پڑھے گا، گویا وہ رسول کی اتباع کا حق ادا کرے گا اور اُس کی نماز عند اللہ مقبول ہوگی۔ جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے: صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي ۝ ”پڑھو نماز جس طرح دیکھتے ہو تم کہ میں نماز پڑھتا ہوں۔“ یعنی ہو بہو میری طرح میرے طریقے پر نماز پڑھو۔ لہذا قرآن پر عمل کرنے کے لیے طریقہ، قاعدہ اور راستہ صرف حضرت محمد ﷺ کا ہی لازمی ہے۔ سنت کی سند کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہوگا۔ کسی بھی قرآنی حکم کی غیر مسنون تعمیل یقیناً مردود ہے۔

تو حضور ﷺ کا یہ ارشاد عین درست اور موافق قرآن مجید ہے کہ ”خَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ“ ”تمام راستوں سے بہترین راستہ حضرت محمد ﷺ کا ہے۔“ گویا کہ تمام فرائض کی بجا آوری اتباع رسول پر ہی موقوف ہے اور یہی عین اسلام ہے۔

تقلید شخصی کی مے کے عادی بھائیوں کی خدمت میں ہماری درخواست ہے کہ وہ قرآن اور حدیث کی روشنی میں اقوالِ آئمہ کو لیں۔ اگر کوئی قولِ امام حدیث کے خلاف ثابت ہو جائے تو اس قول کو حدیث کے مقابلہ میں چھوڑ کر اس کے خلاف امام کے قول پر عمل کر لیا تو اس نے ایمان کا بھانڈا بغاوتِ رسول کے چوراہے میں پھوڑ دیا۔ پکا بے ایمان اور منافق ہو گیا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی آواز پر اُمتی کی آواز کو بلند کرنے سے اُس کے دین و ایمان کی عمارت دھڑام سے زمین پر آگرتی ہے اور اس کھنڈر اور خرابے میں خدا کا غضب نازل ہوتا ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو دل سے ماننے اور آپ کی رسالت کے نور میں زندگی گزارنے والے تو حضور کے اشارہ ابرو پر دنیا و مافیہا قربان کرتے ہیں۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے

کیا خوب کہاؤ

فَإِنَّ أَبِي وَوَالِدَهُ وَعِرْضِي
لِعِرْضِي مُحَمَّدٍ مِّنْكُمْ وَقَاءُ

”یعنی میرے باپ دادا اور میری اولاد اور میری عزت و جان سب کچھ محمدؐ کی عزت پر قربان ہے۔“

حضرت محمد ﷺ کی ذات اتنی محبوب اور پیاری ہے کہ ساری امت آپؐ کی گردِ راہ ہے

ہر دو گیتی گردِ خاک پائے تُوٹ
در گلے خفتہ چہ جائے تُوٹ

(شیخ عطار)

لہذا یاد رکھیے! کہ خواجہ کونین ﷺ کی گفتار کے ہیرے کو دانستہ آنکھوں سے پرے ہٹا کر غیر نبی کی بات پر عمل کرنا تو عاقبت برباد کرنا ہے۔ اگر گلِ حدیث سے مشامِ جاں کو معطر کر لینے کے بعد کسی ”مصنوعی پھول“ کی طرف آنکھ اٹھے تو بھی یہ بصارتِ ایمانی بصیرت سے عاری ہے۔ رسالت کو دل سے قبول کرنے والے مردِ مومن کو حدیث کے مہرِ تیمروز میں امتیوں کے اقوال کے ٹٹماتے دیئے نظر ہی نہیں آتے کہ خواجہ بدر و حنینؑ کے حسن کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے کوئی حسن پیدا ہی نہیں کیا۔ آپؐ جیسا حسین اولادِ آدم میں کوئی پیدا ہوا ہی نہیں۔ حضرت حسان بن ثابتؓ سے حضور ﷺ کے صوری اور معنوی حسن کا حال پوچھتے

وَأَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِي
وَأَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبْرَأً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

”یعنی آپ سے زیادہ حسین چہرہ میری آنکھ نے دیکھا ہی نہیں اور آپ سے زیادہ جمال والا کسی ماں نے جنا ہی نہیں۔ آپ ہر عیب سے مبرا اور پاک ہو کر دنیا میں

تشریف لائے ہیں، گویا آپ اپنی منشا کے مطابق تخلیق کیے گئے۔“
فضل شاہ گجراتی نے کہا ہے ؎

جدوں و پکھن میرے سوہنے نوں

سوہنے شرمندہ ہندے نیں

بجھ جاندی لاث چراغاں دی

لنگھ جدھروں بدر منیر گیا

کسی شاعر نے اس حقیقت کو کچھ یوں بیان کیا ہے ؎

سوہنا تیں جیا نہ کوئی ویکھیا میں

ناہیوں جمیاں ماؤ جہاں اندر

بنا عیب تھیں جمیوں پاک پیارے

تیری مرضی اے جیویں بنان اندر

تو پھر بتائیے! ایسے صاحب حسن و جمال، معصوم عن الخطأ رسول ﷺ کے حسین قول کے

مقابلہ میں امتی کے قول کو حسین قرار دینا اپنے دین و ایمان کا جنازہ نکالنا نہیں تو اور کیا ہے.....؟

لرز گئی ہیں شبستان وقت کی شمعیں

حرا سے نکلا ہے خورشید روشنی کے لیے

لہذا یاد رکھیے! حضور کا مقام و مرتبہ تو تمام انبیاء و رسل ﷺ سے بھی بلند و بالا ہے کہ وہاں

تک کوئی رسول اور نبی پہنچا ہی نہیں۔ آفتاب نبوت محمدیہ کی روشنی میں نہ کوئی چاند ہی کام دے

سکتا ہے۔ نہ کوئی ستارا، نہ دیا، نہ کوئی ٹمٹما تا چراغ، کیونکہ جناب سید المرسلین ﷺ تمام اولادِ آدم

کے مقتدا اور سب کے لیے واجب الاتباع ہیں ؎

یہ کہکشاں تیرے قدموں کی دھول ہے شاید

یہ مہر و مہر تیرے ذراتِ رہگذر ہوں گے

(ثمر)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآنی آیات میں حکم اتباع کو ہر وقت اپنی آنکھوں کے سامنے موجود پاتے تھے۔

﴿وَ أَنْ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ۗ ذَٰلِكُمْ وَصَّيْكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿۱۵۳﴾﴾ (الانعام: ۱۵۳)

”اور بے شک! یہی میری سیدھی راہ ہے، لہذا اسی پر چلتے رہو اور دوسری راہوں پر نہ چلو۔ ورنہ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے ہٹا کر جدا جدا کر دیں گی اللہ تعالیٰ نے تمہیں انہیں باتوں کا حکم دیا ہے شاید کہ تم گمراہی سے بچ جاؤ۔“

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جذبہ اتباع:

یہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، فرماتے ہیں:

((لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَعْمَلُ بِهِ إِلَّا عَمِلْتُ بِهِ. فَإِنِّي أَخْشَىٰ أَنْ تَرَكْتُ شَيْئًا مِنْ أَمْرِهِ أَنْ أَزِيغَ.))^①

”میں کسی بھی ایسے کام کو نہیں چھوڑ سکتا جسے رسول اللہ ﷺ اپنی زندگی میں کرتے رہے ہوں، بے شک مجھے ڈر لگتا ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے کسی امر کو چھوڑ کر سیدھے راستے سے بھٹک نہ جاؤں۔“

پروانے کو چراغ، بلبل کو پھول بس

صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس

امیر عمر رضی اللہ عنہ کا انداز اتباع:

یہ امیر عمر رضی اللہ عنہ ہیں جو حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

((أَمَّا وَاللَّهِ إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْ لَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ اسْتَلَمَكَ مَا اسْتَلَمْتُكَ.))^②

① صحیح بخاری، کتاب فرض الخمس، باب فرض الخمس، رقم: ۳۰۹۳۔ صحیح

مسلم، کتاب الجهاد والسير، باب قول النبی ﷺ لا نُورث ما ترکنا صدقۃ، رقم: ۴۵۸۲۔

② صحیح بخاری، کتاب الحج، باب الرمل فی الحج والعمرة، رقم: ۱۶۰۵۔

”اللہ کی قسم مجھے خوب معلوم ہے کہ تو صرف ایک پتھر ہے جو نہ تو کوئی نفع پہنچا سکتا ہے نہ کوئی نقصان، اور اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔“

حضرت ابن عباس و ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا امت کو درس اتباع:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے تھے:

((عَلَيْكَ بِتَقْوَى اللَّهِ وَالِاسْتِقَامَةِ وَاتَّبِعْ وَلَا تَبْتَدِعْ))^①

”اپنے اوپر تقویٰ اور استقامت کو لازم کرو، اور نبی اکرم ﷺ کی سنت کی پیروی کرو اور بدعتی نہ بنو۔“

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((اتَّبِعُوا وَلَا تَبْتَدِعُوا فَقَدْ كُفَيْتُمْ))^②

”سنت کی پیروی کرو اور بدعتی نہ بنو، پس تحقیق وہ سنت ہی تم کو کفایت کر دے گی۔“

نیز فرماتے ہیں:

((إِنَّا نَقْتَدِي وَلَا نَبْتَدِي وَنَتَّبِعُ وَلَا نَبْتَدِعُ وَلَكِنْ نَضِلُّ مَا تَمَسَّكْنَا بِالْأَثَرِ))^③

”بے شک! ہم اقتداء کریں گے اور ابتداء نہیں کریں گے، (یعنی بذات خود کام شروع نہیں کریں گے) اور ہم پیروی کریں گے اور نئی بات (بدعت) کو نہیں مانیں گے اور جب تک ہم احادیث کو مضبوطی سے پکڑے رکھیں گے ہرگز گمراہ نہیں ہوں گے۔“

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما:

یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں ان سے عبید بن جریج نے پوچھا:

- ① سنن دارمی، المقدمة، حدیث نمبر: ۱۴۱.
- ② سنن دارمی، باب فی کراہة اخذ الرأی، رقم: ۲۱۱.
- ③ شرح أصول الاعتقاد أهل السنة للإمام لالكائى ۱/ ۸۶، برقم: ۱۰۶.

((يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ! رَأَيْتَكَ تَصْنَعُ أَرْبَعًا لَمْ أَرِ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِكَ يَصْنَعُهَا قَالَ وَمَا هِيَ يَا ابْنَ جُرَيْجٍ؟ قَالَ: رَأَيْتَكَ لَا تَمَسُّ مِنَ الْأَرْكَانِ إِلَّا الْيَمَانِيَيْنِ، وَرَأَيْتَكَ تَلْبَسُ النَّعَالَ السَّبْتِيَّةَ، وَرَأَيْتَكَ تَصْبِغُ بِالصُّفْرَةِ، وَرَأَيْتَكَ إِذَا كُنْتَ بِمَكَّةَ أَهَلَ النَّاسُ إِذَا رَأَوْا الْهَلَالَ وَلَمْ تُهَلِّ أَنْتَ حَتَّى كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: أَمَّا الْأَرْكَانُ فَإِنِّي لَمْ أَرِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمَسُّ إِلَّا الْيَمَانِيَيْنِ، وَأَمَّا النَّعَالُ السَّبْتِيَّةُ فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُ النَّعْلَ الَّذِي لَيْسَ فِيهَا شَعْرٌ وَيَتَوَضَّأُ فِيهَا فَأَنَا أَحِبُّ أَنْ أَلْبَسَهَا، وَأَمَّا الصُّفْرَةُ فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْبِغُ بِهَا فَأَنِّي أَحِبُّ أَنْ أَصْبِغَ بِهَا، وَأَمَّا الْإِهْلَالُ فَإِنِّي لَمْ أَرِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهَلِّ.))^①

”اے ابو عبد الرحمن! میں آپ کو چار کام کرتے دیکھتا ہوں، آپ کا کوئی ساتھی یہ نہیں کرتا۔ انہوں نے کہا: میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ آپ (دوران طواف میں) بیت اللہ کے صرف دو کونوں (حجر اسود اور رکن یمانی) کو چھوتے ہیں، اور آپ کو دیکھا ہے کہ آپ چمڑے کی جوتی پہنتے ہیں جس پر بال نہیں ہوتے، اور آپ کو دیکھا ہے کہ زرد رنگ استعمال کرتے ہیں، (کپڑوں میں یا بالوں میں بطور خضاب کے) اور میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ جب آپ مکہ میں ہوں تو لوگ چاند دیکھتے ہی احرام باندھ لیتے ہیں مگر آپ آٹھویں ذوالحجہ کو احرام باندھتے

① صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب غسل الرجلین فی النعلین ولا یمسح علی النعلین، رقم: ۱۶۶۔ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب بیان ان الافضل ان یحرم حین.....، رقم: ۱۸۷۔

ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا: جہاں تک (دوران طواف میں) ارکان کو چھونے کا تعلق ہے تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ صرف دونوں ارکان ہی کو چھوتے تھے۔ اور بے بال والے چمڑے کے جوتے..... تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ ﷺ کا جوتا ایسے چمڑے کا ہوتا تھا جس پر بال نہ ہوتے تھے..... تو میں ایسے ہی جوتے پہننا پسند کرتا ہوں اور رہا زرد رنگ کا..... تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ ﷺ اس سے رنگتے تھے لہذا میں بھی اس سے رنگنا پسند کرتا ہوں۔ رہا تلبیہ..... تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو نہیں دیکھا۔“

اس حدیث سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ہر عمل اتباع رسول ﷺ کا آئینہ دار تھا انہوں نے اپنے ہر عمل پر کہا کہ میں یہ ایسا اس لیے کرتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے دیکھا ہے۔

یہ مزاج فقط حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا نہیں تھا۔ بلکہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی مزاج تھا جیسا کہ صحیح بخاری شریف میں ہے:

((عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: اتَّخَذَ النَّبِيُّ ﷺ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ فَاتَّخَذَ النَّاسُ خَوَاتِيمَ مِنْ ذَهَبٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنِّي اتَّخَذْتُ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ فَنَبَذَهُ، قَالَ: إِنِّي لَنْ أَلْبَسَهُ أَبَدًا فَنَبَذَ النَّاسُ خَوَاتِيمَهُمْ.))^①

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: کہ نبی ﷺ نے سونے کی انگوٹھی بنوائی تو تمام لوگوں نے بھی (نبی ﷺ کو دیکھ کر) سونے کی انگوٹھی بنوائی۔ (ایک دن) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں نے (یہ) سونے کی انگوٹھی بنوائی تھی، اس کے بعد نبی

① صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب الاقتداء بأفعال النبی ﷺ، رقم: ۷۲۹۸.

مکرم ﷺ نے اس کو پھینک دیا اور فرمایا: میں اب اس کو کبھی نہیں پہنوں گا۔ تو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں۔“

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت امیہ بن عبداللہ بن خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہم عام (حالات یعنی حضر کی) نماز کا حکم تو قرآن میں ملاحظہ کرتے ہیں لیکن صلاۃ الخوف اور صلاۃ السفر کا تذکرہ قرآن میں نہیں ہے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان سے فرمایا:

((ابنِ أَخِي، إِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ بَعَثَ إِلَيْنَا مُحَمَّدًا ﷺ وَلَا نَعْلَمُ شَيْئًا، فَإِنَّمَا نَفْعَلُ كَمَا رَأَيْنَا مُحَمَّدًا ﷺ يَفْعَلُ))^①

”اے میرے بھتیجے! اللہ تعالیٰ نے جب محمد ﷺ کو نبی بنا کر بھیجا تو ہمیں کچھ معلوم نہ تھا۔“

یعنی ہم نے اپنی عقلوں کی لگام اب محمد ﷺ کے ہاتھ میں دے دی ہے جب چاہیں جہاں چاہیں روک دیں۔ ہماری محبت اور ان کا حق یہ کہتا ہے کہ ان کے ہر قول و فعل میں حکمت ہے بس ان کی اتباع و پیروی کیے جاؤ۔

الحاصل ان تمام آیات، احادیث اور آثار سے نبی کریم ﷺ کی اتباع کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔ پس حضور انور ﷺ کے اقوال ہر وقت آپ کے سامنے رہنا چاہیے۔ سنت اور حدیث کے نور سے کوئی نور اچھا نہیں۔ پھر بجا دو تمام دیوؤں کو، گل کر دو تمام چراغوں کو کہ اسوۂ رسول کا آفتاب، سنت اور حدیث کا سورج آپ کے سر پر چمک رہا ہے

نشان رشد و ہدایت، جہان رحمت وجود
میرے رسول کا اسوہ، میرے نبی کا وجود

① مسند احمد: ۲/۹۴، رقم: ۵۶۵۰.

چوتھا حق

اختلافی امور میں نبی اکرم ﷺ کی طرف رجوع

نبی کریم ﷺ کے حقوق میں سے ایک حق یہ ہے کہ اختلافی امور میں رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع کیا جائے۔ انسان ہونے کے ناطے، اختلافِ طباع اور اختلافِ فہم کی وجہ سے اعمال و افعال میں ایک دوسرے سے اختلافِ رائے ہو سکتا ہے اور اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی محفوظ و مامون نہ تھے۔ لیکن ایسی صورتِ حال میں اختلاف کا حل کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ کے ہاں سمجھتے تھے، یہی سبیل المؤمنین ہے اور اگر اختلافی امور میں رجوعِ الی اللہ اور رجوعِ الی الرسول ﷺ نہیں ہوگا تو اختلاف و تنازعات ختم کرنا خام خیالی ہے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ﴾ (النساء: ۵۹)

”پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ اللہ اور رسول کی طرف“

بلکہ آپ ﷺ کے فیصلہ کو دل کی گہرائیوں سے ماننے کا نام ایمان ہے اور لیس وراء

ذلك مثقال خردل من الايمان، ارشادِ ربانی ہے:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا

فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ (النساء: ۶۵)

”پس قسم ہے تیرے پروردگار کی! یہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ تمام آپس

کے اختلافات میں آپ کو حاکم نہ مان لیں۔ پھر جو فیصلہ آپ ان میں کر دیں ان

سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرمانبرداری کے ساتھ

قبول کر لیں۔“

اس آیت کا ایک سبب نزول یہ ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا (جو رسول اللہ ﷺ کے

پھوپھی زاد تھے) اور ایک آدمی کا کھیت کو سیراب کرنے والے نالے کے پانی پر جھگڑا ہو گیا۔ معاملہ نبی کریم ﷺ تک پہنچا۔ آپ ﷺ نے صورتِ حال کا جائزہ لے کر جو فیصلہ دیا تو وہ اتفاق سے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے حق میں تھا، جس پر دوسرے آدمی نے کہا کہ آپ ﷺ نے یہ فیصلہ اس لیے کیا ہے کہ وہ آپ ﷺ کا پھوپھی زاد ہے۔ چنانچہ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔^①

دوسری ایک روایت میں شانِ نزول یہ مروی ہے کہ دو شخص اپنا جھگڑا لے کر دربارِ محمدی میں آئے۔ آپ نے فیصلہ کر دیا لیکن جس کے خلاف فیصلہ تھا، اس نے کہا حضور ﷺ آپ ہمیں حضرت عمر کے پاس بھیج دیجیے۔ آپ نے فرمایا: بہت اچھا، ان کے پاس چلے جاؤ، جب یہاں آئے تو جس کے موافق فیصلہ ہوا تھا اس نے سارا ہی واقعہ کہہ سنایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس دوسرے سے پوچھا، کیا یہ سچ ہے؟ اس نے اقرار کیا۔ آپ نے فرمایا: اچھا تم دونوں یہاں ٹھہرو میں آتا ہوں اور فیصلہ کر دیتا ہوں، تھوڑی دیر میں تلوار تانے آگئے اور اس شخص کی جس نے کہا تھا کہ حضرت ہمیں عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیجیے، گردن اڑادی۔^②

ایک اور آیت قرآنی میں ہے:

﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ ط﴾ (الشوریٰ: ۱۰)

”یعنی اگر کسی چیز میں تمہارا اختلاف ہو جائے، اس کا فیصلہ اللہ کی طرف ہے۔“

مطلب یہ ہوا کہ نبی ﷺ کی بات یا فیصلے سے اختلاف تو دور کی بات، دل میں کھٹک، تنگی اور انقباض بھی محسوس کرنا ایمان کے منافی ہے۔

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، رقم: ۴۵۸۵.

② تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۷۱۰، طبعہ مکتبہ قدوسیہ، لاہور.

اختلافی مسائل میں نبی اکرم ﷺ کی طرف رجوع نہ کرنے کا انجام:

اور جو فیصلہ آپ ﷺ فرمادیں اس کو قبول کرنا اور اپنے دل میں کوئی کھٹک، تنگی اور خلجان محسوس نہ کرنا ایک مؤمن کی شان ہے۔ اور اگر ایمان کی کیفیت ایسی نہ ہو بلکہ مخالفت کا داعیہ پیدا ہو تو یہ ایمان کی کمی بلکہ ایمان بالرسول سے ہاتھ دھونے کے مترادف ہے اور ایسے آدمی کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ
الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصَلِّهِ جَهَنَّمَ ۗ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۝۱۵﴾

(النساء: ۱۱۵)

”جو شخص راہِ ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد بھی رسول کا خلاف کرے اور تمام مومنوں کی راہ چھوڑ کر چلے۔ ہم اسے ادھر ہی متوجہ کر دیں گے جدھر وہ خود متوجہ ہو، اور دوزخ میں ڈال دیں گے وہ بہت ہی بُری جگہ ہے۔“

اس آیت مبارکہ میں ایسے لوگوں کے لیے شدید وعید ہے جو اختلاف کے وقت رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں اور آپ ﷺ کی طرف اپنے اختلافی مسائل نہیں لوٹاتے۔ ایک دوسرے مقام پر ارشادِ الہی ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ
عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝۱۳﴾ (النور: ۶۳)

”سنو! جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آ پڑے یا دردناک عذاب نہ پہنچے۔“

بلکہ اس قبیح حرکت کو منافقین کی عادت بتایا گیا ہے، جس کی بابت ارشاد فرمایا:

﴿الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا نُزِّلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِنْ
قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ ۗ وَ
يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا ۝۱۵﴾

أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنْفِقِينَ يُصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا ۝٦٠ ﴿٦١﴾

(النساء: ۶۰ تا ۶۱)

”اے پیغمبر! کیا آپ نے انہیں نہیں دیکھا؟ کہ جن کا دعویٰ تو یہ ہے کہ جو کچھ آپ پر اور جو کچھ آپ سے پہلے اتارا گیا ہے اس پر ان کا ایمان ہے۔ لیکن وہ اپنے فیصلے غیر اللہ کی طرف لے جانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ شیطان کا انکار کریں۔ شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ انہیں بہکا کر دور کی گمراہی میں ڈال دے، ان سے جب کبھی کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ کلام کی اور رسول کی طرف آؤ تو آپ دیکھ لیں گے کہ یہ منافق آپ سے منہ پھیر کر روکے جاتے ہیں۔“

اور اس سے شدید وعید مندرجہ ذیل آیت میں ہے۔ ارشادِ ربِ کریم ہے:

﴿وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُونَ ۝٥٨ وَإِنْ يَكُنْ لَهُمُ الْحَقُّ يَأْتُوا إِلَيْهِ مُذْعِنِينَ ۝٥٩ أَفِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ أَمْ ارْتَابُوا أَمْ يَخَافُونَ أَنْ يَحِيفَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُولُهُ ۙ بَلْ أُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝٦٠ إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۙ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝٦١﴾

(النور: ۴۸ تا ۵۰)

”جب یہ اس بات کی طرف بلائے جاتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول ان کے جھگڑے چکا دے تو بھی ان کی ایک جماعت منہ موڑنے والی بن جاتی ہے۔ ہاں! اگر انہی کو حق پہنچتا ہو تو مطیع و فرمانبردار ہو کر اس کی طرف چلے آتے ہیں کہ ان کے دلوں میں بیماری ہے۔ یا یہ شک و شبہ میں پڑے ہوئے ہیں، یا انہیں اس بات کا ڈر ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ان کی حق تلفی نہ کریں، بات یہ ہے کہ یہ لوگ خود ہی بڑے ظالم ہیں۔ ایمان والوں کا قول تو یہ ہے کہ جب انہیں اس لیے بلایا جاتا ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان میں فیصلہ کر دے وہ کہتے ہیں کہ ہم

نے سنا اور مان لیا یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔“

رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے:

((فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرَىٰ اخْتِلَافًا كَثِيرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ))^①

”تم میں سے جو (میرے بعد) زندہ رہے گا وہ بہت اختلاف دیکھے گا، پس تم

میری سنت کو اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقے کو لازم پکڑنا۔“

اللہ کے رسول ﷺ بقید حیات ہوں تو آپ ﷺ کی ذات مقدسہ مرجع ہے اور آپ ﷺ

کے انتقال کے بعد آپ ﷺ کی سنت اور آپ ﷺ کی حدیث کی طرف رجوع کیا جائے یہ

بھی رسول اللہ ﷺ کا حق ہے۔

اختلاف کے وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ عمل:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں یہ بات نمایاں طور پر ملتی ہے کہ جب ان کے درمیان کسی

مسئلے میں اختلاف ہوتا تو حدیث رسول ﷺ ملتے ہی وہ اختلاف فوراً ختم کر دیتے، چنانچہ

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کو غسل دینے، دفن کرنے اور خلیفہ منتخب کرنے

کے متعلق اختلاف ہوا۔ لیکن جو نہی حدیث رسول ﷺ ان کی سماعت سے ٹکرائی، انہوں نے

سر تسلیم خم کر لیا اور اپنے اختلاف کو ختم کر دیا۔ اور حدیث رسول ﷺ کو مان لیا اور بحث تکرار کی

بساط لپیٹ دی۔ اس کے علاوہ چند ایک اور گلہائے عقیدت کی تابانیاں ملاحظہ کیجئے۔

حضرت قبیسہ بن ذویب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دربار

خلافت میں ایک عورت (جو کسی میت کی دادی یا نانی تھیں) آئیں اور آ کر کہا کہ مرنے والے

کی وراثت سے میرا حصہ دلوائیے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((مَالِكَ فِي كِتَابِ اللَّهِ شَيْءٌ، وَمَا عَلِمْتُ لَكَ فِي سُنَّةِ

① سنن ترمذی، کتاب العلم، باب الأخذ بالسنة واجتناب البدعة، رقم: ۲۶۷۶۔

محدث البانی نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

رَسُولِ اللَّهِ شَيْئًا فَارْجِعِي حَتَّى أَسْأَلَ النَّاسَ.)

”تمہارے لیے قرآن مجید میں کوئی حصہ نہیں ہے اور نہ ہی سنت رسول ﷺ میں تمہارا حصہ میرے علم میں ہے۔ بلکہ فی الحال آپ چلی جائیں حتیٰ کہ میں لوگوں سے اس بارے پوچھ گچھ کر لوں۔“ جب آپ ﷺ نے لوگوں سے پوچھا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

((رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَعْطَاهَا السُّدُسَ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ هَلْ مَعَكَ غَيْرُكَ؟ فَقَامَ مُحَمَّدٌ بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ مِثْلَ مَا قَالَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ، فَأَنْفَذَهُ لَهَا أَبُو بَكْرٍ.))

”میری موجودگی میں رسول اللہ ﷺ نے نانی (یا دادی) کو چھٹا حصہ دیا تھا۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تمہارے ساتھ اور بھی گواہ ہے؟ تو سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر وہی بات دہرائی جو پہلے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہہ چکے تھے۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کے مطابق اس عورت کو چھٹا حصہ دلوادیا۔“^①

جناب سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ:

((الْدِّيَّةُ لِلْعَاقِلَةِ، وَلَا تَرِثُ الْمَرْأَةُ مِنْ دِيَّةِ زَوْجِهَا شَيْئًا، حَتَّى قَالَ لَهُ الضَّحَّاكُ بْنُ سُفْيَانَ: كَتَبَ إِلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنَّ أَوْرَثَ امْرَأَةٌ أَوْرَثَ امْرَأَةَ أَيْمِ الضُّبَابِيِّ مِنْ دِيَّةِ زَوْجِهَا))^②

① سنن ابوداؤد، کتاب الفرائض، باب فی الجدة، رقم: ۲۸۹۴۔ سنن ابن ماجہ، ابواب الفرائض، باب میراث الجده، رقم: ۲۸۲۴۔

② سنن ابن ماجہ، ابواب الديات، باب الميراث من الدية، رقم: ۲۶۴۲۔ سنن ابوداؤد، کتاب الفرائض، باب فی المرأة ترث من دية زوجها، رقم: ۲۹۲۷۔ سنن ترمذی، رقم: ۱۴۱۵۔ محدث البانی نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

”دیت عاقلہ کو ملے گی اور عورت کو اپنے خاوند کی دیت (خون بہا) سے تر کے وراثت والا حصہ نہیں ملے گا حتیٰ کہ سیدنا ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ نے انہیں خط لکھ کر بتایا کہ نبی کریم ﷺ نے جناب اشیم الضبابی کی بیوی کو اس کے خاوند کی دیت سے حصہ دلویا تھا۔ (تو تب عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً رجوع فرمایا)۔“

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا موقف تھا کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے اور وہ حاملہ بھی ہو تو اسے وضع حمل اور عدت وفات میں سے جو طویل ہو اس کے مطابق عدت گزارنی چاہیے۔ لیکن سبیعہ بنت حارث رضی اللہ عنہ نے وضاحت کی کہ میں اپنے خاوند کی وفات کے وقت حاملہ تھی تو رسول اللہ ﷺ نے وضع حمل ہی کو عدت قرار دیا تھا۔ چنانچہ حضرت علی و ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنی رائے سے رجوع کر لیا۔^①

اسی طرح سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا موقف تھا کہ جنبی آدمی جب تک غسل نہ کرے روزہ نہیں رکھ سکتا، مروان بن حکم نے اس قضیہ کی تحقیق کے لیے ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ اور ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہما کا انتخاب کیا۔ انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ غسل فرمانے سے پہلے روزہ رکھ لیتے تھے، پھر غسل کرنے کے بعد نماز ادا فرماتے، اس عمل سے آگہی کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنا موقف چھوڑ دیا اور عمل رسول کی طرف رجوع کر لیا۔^②

یہ دور صحابہ رضی اللہ عنہم کے چند ایک واقعات تھے ورنہ کتب احادیث میں اس قسم کے واقعات انتہائی وافر مقدار میں موجود ہیں۔

دورتا بعین کا ایک قابل غور واقعہ:

اس کے بعد دورتا بعین کی طرف نظر مبذول کریں تو ان میں ہر عام و خاص ہمیں اس

① سنن النسائی، کتاب الطلاق، باب عدة الحامل المتوفى عنها زوجها، رقم ۳۵۳۹۔ محدث البانی نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

② صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب صحة صوم من طلع عليه الفجر وهو جنب، رقم: ۱۱۰۹۔

طریقہ پر گامزن نظر آتا ہے اس کے لیے یہاں صرف ایک قابل فکر واقعہ نقل کرتے ہیں۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ درس حدیث دے رہے تھے کہ ایک شخص نے کہا کہ آپ قرآن کا درس دیا کریں کیونکہ آپ ہمیں احادیث سناتے ہیں جن کی بنیاد قرآن میں نہیں ہوتی۔ اس پر حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا (آپ رضی اللہ عنہ) فرمانے لگے: کیا تو اور تیرے ہم نوا قرآن پڑھتے ہیں؟ ذرا مجھے نماز کی تفصیلات سے آگاہ کرو کہ اس کے آداب و حقوق کیا ہیں؟ نیز سونے، چاندی، اونٹ، گائے اور دیگر اصناف مال کی زکوٰۃ کے بارے میں بھی بتاؤ کہ ان کا کیا نصاب ہے؟ آپ حضرات تو اس وقت موجود نہ تھے لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالس میں شرکت کی ہے جس میں ہمیں ایسے مسائل سے آگاہی ہوتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز کے فرائض و واجبات اور زکوٰۃ کے نصاب و حقوق سے آگاہ فرمایا۔

سائل نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما کی تقریر سن کر کہا کہ آج آپ نے میرا دل زندہ کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو حیات جاودا بخشے۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب وہ آدمی فوت ہوا تو مسلمانوں کے ہاں وہ بہت بڑا فقیہ تھا۔^①

یعنی حدیث رسول کی عظمت کو جان کر اپنی زندگی کے دھارے ہی کو بدل لیا۔



① مستدرک حاکم کتاب العلم: ۱/ ۱۰۹ و ۱۱۰، رقم ۸۸۲.

پانچواں حق

رسول کریم ﷺ کی کسی معاملہ میں مخالفت نہ کی جائے

آپ ﷺ کے حقوق میں سے پانچواں حق یہ ہے کہ کسی بھی معاملہ میں رسول اللہ ﷺ کی مخالفت نہ کی جائے۔ کیونکہ آپ ﷺ کی مخالفت کرنے والے کو اللہ تعالیٰ نے فتنہ اور عذاب الیم سے ڈرایا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (النور: ۶۳)

”سنو! جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آ پڑے یا انہیں دردناک عذاب نہ پہنچے۔“

یعنی تمہاری تمام پریشانیوں، مصیبتوں، آفتوں اور دکھوں کی وجہ صرف ایک ہے کہ تم رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت کرتے ہو۔ آپ ﷺ کی حکم عدولی کر کے تم کسی صورت بھی سکھ اور چین سے زندہ نہیں رہ سکتے، فرمایا:

﴿لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۗ قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ يَتَسَلَّلُونَ مِنْكُمْ لِوَاذًا﴾ (النور: ۶۳)

”رسول کے بلانے کو اپنے درمیان اس طرح نہ بنا لو جیسے تمہارے بعض کا بعض کو بلانا ہے۔ بے شک اللہ ان لوگوں کو جانتا ہے جو تم میں سے ایک دوسرے کی آڑ لیتے ہوئے کھسک جاتے ہیں۔“

رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت کرنا یا اعلانیہ بغاوت کرنا، جیسے سود کو حلال کرنا، ڈاڑھی

اور پردہ وغیرہ کا مذاق اڑانا۔

آخرت میں عذاب الیم کا بھی یہی سبب ہے کہ آپ ﷺ سے بے وفائی اور آپ ﷺ کے حکم کی علانیہ یا خفیہ نافرمانی کی جائے۔
ایسے ہی لوگوں کے متعلق فرمایا:

﴿خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ط﴾ (الحج: ۱۱)

”اس نے دنیا اور آخرت کا نقصان اٹھایا۔“

اور یہاں صرف ڈرایا ہی نہیں بلکہ فی الواقع ایسا ہوا بھی ہے کہ آپ ﷺ کی مخالفت کرنے والوں کو اسی دنیا میں اللہ تعالیٰ نے کسی مصیبت اور آزمائش میں مبتلا کر دیا۔ جیسا کہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی آپ ﷺ کی موجودگی میں بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((كُلْ بِيَمِينِكَ)) ”دائیں سے کھاؤ۔“ وہ کہنے لگا: ((لَا اسْتَطِيعُ)) ”میں اس

سے نہیں کھا سکتا۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: ((لَا اسْتَطَعْتَ)) ”تو نہ ہی کھا سکے۔“ چنانچہ ایسے ہی ہوا اور واقعہ اس کا دائیاں ہاتھ مفلوج ہو گیا۔^①

دنیا و آخرت دونوں کی سزا:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((قَرَأَ النَّبِيُّ ﷺ النَّجْمَ فَسَجَدَ ، فَمَا بَقِيَ أَحَدٌ إِلَّا سَجَدَ ، إِلَّا رَجُلٌ رَأَيْتُهُ أَخَذَ كَفًّا مِنْ حَصِيٍّ فَرَفَعَهُ فَسَجَدَ عَلَيْهِ ، وَقَالَ: هَذَا يَكْفِينِي ، فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ بَعْدُ قَتِلَ كَافِرًا بِاللَّهِ.))^②

① صحیح مسلم، کتاب الأشربة، باب آداب الطعام والشراب وأحكامها، رقم ۲۰۲۱۔

② صحیح بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب مالقی النبی وأصحابه من المشرکین بمكة، رقم: ۳۸۵۳۔ صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب سجود التلاوة رقم: ۱۲۹۷۔

”نبی اکرم ﷺ نے سورہ نجم پڑھی اور سجدہ کیا، اس وقت آپ کے ساتھ تمام صحابہ کرام نے سجدہ کیا۔ صرف ایک شخص کو میں نے دیکھا کہ اپنے ہاتھ میں اس نے کنکریاں اٹھا کر اس پر اپنا سر رکھ دیا، اور کہنے لگا: کہ میرے لیے بس اتنا ہی کافی ہے۔ میں نے پھر اسے دیکھا کہ کفر کی حالت میں وہ قتل کیا گیا۔“
یہ آدمی امیہ بن خلف تھا جو بدر میں قتل کیا گیا۔^①

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:
(وَجُعِلَ الدِّلَّةُ وَالصَّغَارُ عَلَى مَنْ خَالَفَ أَمْرِي.)^②
”اور جو شخص میرے حکم کی مخالفت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر ذلت اور پستی مسلط کر دیتا ہے۔“

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہی ایک طویل حدیث مروی ہے، جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

((يَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِينَ! خَمْسٌ إِذَا ابْتُلِيْتُمْ بِهِنَّ، وَأَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ تُدْرِكُوهُنَّ: لَمْ تَظْهَرِ الْفَاحِشَةُ فِي قَوْمٍ قَطُّ، حَتَّى يُعْلِنُوا بِهَا، إِلَّا فَسَافِيَهُمُ الطَّاعُونَ وَالْأَوْجَاعُ الَّتِي لَمْ تَكُنْ مَضَتْ فِي أَسْلَافِهِمُ الَّذِينَ مَضَوْا. وَلَمْ يَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ إِلَّا أَخَذُوا بِالسِّنِينَ وَشِدَّةِ الْمُؤُونَةِ وَجَوْرِ السُّلْطَانِ عَلَيْهِمْ. وَلَمْ يَمْنَعُوا زَكَاةَ أَمْوَالِهِمْ، إِلَّا مُنَعُوا الْقَطْرَ مِنَ السَّمَاءِ، وَلَوْ لَا الْبَهَائِمُ لَمْ يُمَطَّرُوا. وَلَمْ يَنْقُصُوا عَهْدَ اللَّهِ وَعَهْدَ رَسُولِهِ، إِلَّا سَلَّطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ غَيْرِهِمْ، فَأَخَذُوا بَعْضَ مَا فِي أَيْدِيهِمْ. وَمَالَكُمْ تَحْكُمُ أَيْمَتَهُمْ بِكِتَابِ اللَّهِ،

① فتح الباری: ۸/۶۱۴.

② مسند احمد، رقم: ۵۱۱۴۔ احمد شاکر نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

وَيَتَخَيَّرُوا مِمَّا أَنْزَلَ اللَّهُ، إِلَّا جَعَلَ اللَّهُ بَأْسَهُمْ بَيْنَهُمْ.))^①

”اے مہاجرین کے گروہ! پانچ باتیں ہیں جب تم ان میں مبتلا ہو جاؤ، اور میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ تم ان میں مبتلا ہو جاؤ۔ (اب ان پانچ باتوں کا بیان ہے) جب کسی قوم میں علانیہ فسق و فجور ہوتا ہے۔ (جیسے زنا، شرابِ خمر وغیرہ) تو ان میں طاعون آتا ہے، (یعنی وباء) اور ایسی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں کہ اگلے لوگوں میں وہ بیماریاں کبھی نہیں ہوئی تھیں۔ اور جب کوئی قوم تول اور ماپ میں کمی کرتی ہے تو ان پر قحط اترتا ہے اور سخت مصیبت پڑتی ہے اور بادشاہِ وقت ان پر ظلم کرتا ہے۔ اور جب کوئی قوم اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں دیتی تو اللہ تعالیٰ ان پر بارش روک دیتا ہے، اور اگر دنیا میں چوپائے نہ ہوتے تو بالکل بارش نہ ہوتی۔ اور جب کوئی قوم اللہ اور اس کے رسول کا عہد توڑتی ہے (یعنی اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی حدیث پر عمل کرنا چھوڑتی ہے) تو اللہ تعالیٰ ان پر ایک دشمن مسلط کرتا ہے جو ان کی قوم کا نہیں ہوتا اور ان کے ہاتھوں کے بعض مال کو وہ چھین لیتا ہے۔ اور جب مسلمان حاکم اللہ تعالیٰ کی کتاب پر نہیں چلتے اور اللہ نے جو نازل فرمایا اس کو اختیار نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ ان کے اندر لڑائی ڈال دیتا ہے۔“

مخالفت رسول ﷺ پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا رد عمل:

اختلافی امور میں حدیث رسول ﷺ کو ترجیح نہ دینے کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جو طرز عمل ہمارے سامنے آتا ہے وہ نہایت ہی قابل نصیحت اور راہنمائے زندگی بنانے کے قابل ہے۔

جناب عروہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ آپ اللہ سے نہیں ڈرتے کہ آپ حج تمتع کی رخصت دیتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: اے عروہ! تم اپنے

① سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب العقوبات، رقم: ۴۰۱۹۔ سلسلۃ الصحیحہ رقم: ۱۰۶۔

والدہ سے پوچھ لو، عروہ کہنے لگے: حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے تو تمتع نہیں کیا، یہ سن کر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

((وَاللَّهُ مَا أَرَاكُمْ مُنْتَهَيْنَ حَتَّى يُعَذِّبَكُمْ اللَّهُ نُحَدِّثُكُمْ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ وَتُحَدِّثُونَا عَنْ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ؟))

”اللہ کی قسم! میں نہیں سمجھتا کہ تم باز آؤ گے یہاں تک کہ تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو، ہم تمہیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرتے ہیں اور تم اس کے مقابلے میں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی بات کرتے ہو؟“

اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

((أَرَاهُمْ سَيَهْلِكُونَ، أَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَيَقُولُونَ: قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ؟))^①

”میں سمجھتا ہوں کہ وہ عنقریب ہلاک ہو جائیں گے، میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا، اور یہ کہتے ہیں کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے یوں کہا؟“

اور حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن

عمر رضی اللہ عنہما نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَا تَمْنَعُوا نِسَاءَكُمْ الْمَسَاجِدَ إِذَا اسْتَأْذَنَكُمْ إِلَيْهَا.))

”اگر تمہاری خواتین تم سے مساجد میں جانے کی اجازت طلب کریں تو تم انہیں منع نہ کیا کرو۔“

یہ حدیث سن کر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹے بلال کہنے لگے: (وَاللَّهِ لَنَمْنَعَنَّ)

”اللہ کی قسم! ہم انہیں ضرور منع کریں گے۔“ تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان کی طرف متوجہ

ہوئے اور انہیں شدید برا بھلا کہا، اتنا برا بھلا کہ میں نے آج تک انہیں کسی کو اتنا برا بھلا کہتے

ہوئے نہیں سنا اور انہوں نے فرمایا:

① صحیح جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبدالبر، ص: ۵۲۵.

((أَخْبِرُكَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَتَقُولُ وَاللَّهِ لَنَمْنَعُهُنَّ.))^①

”میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تم کہتے ہو، اللہ کی قسم! ہم انہیں ضرور منع کریں گے۔“

ایک اور روایت میں ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث بیان فرمائی کہ:

((إِذْنُوا لِلنِّسَاءِ بِاللَّيْلِ إِلَى الْمَسَاجِدِ.))

”عورتوں کو رات کے وقت مساجد جانے کی اجازت دے دیا کرو۔“

تو ان کے ایک بیٹے (جس کا نام واقعہ تھا) نے کہا:

((إِذْنٌ يَتَّخِذُنَهُ دَغْلًا.))

”تب تو وہ اسے خرابی کا ذریعہ بنا لیں گی۔“

یہ سننا تھا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس کے سینے پر مارا اور فرمایا:

((أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَتَقُولُ لَا.))^②

”میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کر رہا ہوں اور تم کہتے ہو نہیں۔“

مذکورہ بالا واقعات سے معلوم ہوا کہ جب رسول اللہ ﷺ کی سنت کا علم ہو جائے تو پھر اس کی مخالفت کی کوئی گنجائش نہیں۔ نہ ہی حدیث کو ٹالنے کے لیے حیلے، بہانے اور مصلحتیں ڈھونڈنی چاہئیں، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ حدیث کو ٹالنے والے سے ناراضگی بھی روا ہے، اور یہ بات بھی پتھر کی لکیر کی طرح نہ مٹنے والی چیز جانیں کہ حضور ﷺ کی کوئی حدیث معمولی نہیں سمجھنی چاہیے۔ کیونکہ رحمت للعالمین ﷺ کی احادیث دین ہیں، مذہب ہیں، اللہ کے پار پہنچانے والا راستہ اور جنت کی راہ ہے۔

① صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب خروج النساء الى المساجد اذا لم يترق

عليه فتنة وانها لا تخرج مطيبة، رقم: ۴۴۲.

② صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب خروج النساء الى المساجد.....، رقم: ۴۴۲

تیری حدیث ہے اُمّ الکتاب کی تفسیر
 تیری زبان بھی خدا کی زبان سے ملتی ہے
 یاد رہے! کہ جو شخص حضرت محمد ﷺ کی احادیث کو معمولی سمجھ کر نظر انداز کر دیتا ہے، بلکہ
 احادیث کی مخالفت میں عمل کرتا ہے، اس کو سوچنا چاہیے کہ یہ باتیں، یہ سنتیں، یہ احادیث جس
 ہستی نے فرمائی ہیں وہ ہستی کتنی اہم ہے، کتنی اونچی ہے، اس کا مقام کیا ہے؟ جب حضرت
 محمد ﷺ کی شان، ان کا مقام آنکھوں کے سامنے ہوگا تو پھر ان کے فرامین، سنن اور احادیث
 کی قدر بھی سامنے آجائے گی۔ کبھی نہ بھولنے کہ معمولی آدمی کی بات معمولی ہوتی ہے اور جو ہستی
 بعد از خدا بزرگ ہے، جس ہستی کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے، جس کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی
 ہے، جس کا گفتہ اللہ کا گفتہ ہے، جس کی زبان پر اللہ رب العزت بولتا ہے۔ جس کا نطق اللہ کی
 وحی ہے، جو سید ولد آدم ہے، جو نبیوں کا امام اور تمام رسولوں کا سردار ہے، جس کی دستک پہ جنت
 کا دروازہ کھلے گا، جس کا قول اور فعل جنت کا ضامن ہے۔ کہیے! ایسی شان والی ہستی کی
 باتیں معمولی کہہ کر ٹالنے کے لائق ہیں؟ اگر کسی نے حضور ﷺ کے ارشادات کو معمولی کہہ کر
 بے اعتنائی برتی یا ان کی مخالفت کی، تو گویا اس نے حضور ﷺ کو بھی (معاذ اللہ) معمولی
 انسان سمجھا اور یہ سمجھ کر ایمان برباد کر لیا۔ خبردار! آپ کی مخالفت سے اللہ ناراض ہو جاتا ہے۔
 آپ کا مقام بڑا بلند ہے۔ اس لیے کہ ط

حق جلوہ گرز طرز بیان محمد است

آرے کلام حق بہ زبان محمد است

(غالب)

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے یہ بات عقد الجید میں بالتصریح بیان کی ہے کہ جو کوئی حضور ﷺ
 کی راہ کی مخالفت کرتا ہے وہ صریحاً آپ کی سنت اور حدیث کے خلاف چلتا ہے۔ تیس سال
 تک اپنے عمل سے جو راہ ہدیٰ آپ نے تیار کی ہے، اس راہ سے ہٹ کر اور کوئی راہ اختیار کرتا
 ہے۔ مَا اَنَا عَلَيْهِ كى شاہراہ سے داہنے اور بائیں جو پگڈنڈیاں ہیں ان میں سے کسی کی

پگڈنڈی پر چڑھ گیا۔ جب اس نے ایسا کر لیا تو یقیناً سبیل المؤمنین بھی اس سے چھوٹ گئی۔ جب کوئی حدیث مصطفیٰ سامنے آئے تو اس سے نفرت کرے، چڑے بلکہ حدیث پر عمل کرنے والوں کو بُرا جانے اور اس کی مخالفت پر کمر بستہ ہو، یہ درکِ اسفل کو پالینا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

((لَقَدْ تَرَكْتُكُمْ عَلَى الْبَيْضَاءِ))^۱

”اللہ کی قسم! میں نے تم کو روشن میدان میں چھوڑا ہے۔“

مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی عملی زندگی، اُسوۂ حسنہ، کردارِ اطہر، سیرتِ پاک، اخلاقِ فاضلہ، سنتِ مطہرہ اور حدیثِ اطیب کے نور سے سارا ماحول، روشن اور درخشاں ہو گیا۔ بعثت سے قبل جس طرح وہاں تاریکی ہی تاریکی تھی، روشنی کی کرن تک نظر نہیں آتی تھی۔ حضور ﷺ کی سنت و حدیث کا ایسا آفتاب چمکا کہ ظلمت کا نام و نشان نہ رہا۔ ہر جگہ اجالا ہی اجالا ہو گیا۔ پس جب حضور ﷺ دنیا سے رخصت ہونے لگے تو فرمایا: میں نے تمہیں روشن میدان میں چھوڑا ہے۔ یعنی نیکی ہی نیکی کا دور دورہ ہے۔ بدی اور شیطنت کا نام و نشان نہیں رہا۔ یہ ہے میری چمکتی اور تاباں شاہراہ جس پر تم چل رہے ہو۔ یہاں دن ہی دن ہے۔ اجالا ہی اجالا ہے، نور ہی نور ہے۔

اور یہ رسول اللہ ﷺ ہی کا معجزہ ہے کہ پندرہ سو سال ہونے کو ہیں، اس وقت سے لے کر آج تک حضور ﷺ کی شاہراہ جوں کی توں روشن ہے۔ اُسوۂ حسنہ کا نور بدستور دمک رہا ہے۔ حدیث کی شمعیں جگمگ جگمگ کر رہی ہیں۔ سنت کی قندیلوں کا نور شمس و قمر کو شرماتا رہا ہے۔ مہرِ نطقِ رسولِ سر پر ہے۔ صدیاں بیت گئیں۔ احادیث کے گلزار سے جنابِ رحمۃ للعالمین ﷺ کے سانسوں کی خوشبو اب تک آرہی ہے ط

گلزار کے سایوں میں وہی حشر برپا ہے

پھولوں سے ابھی تک تیری خوشبو نہیں جاتی

① سنن ابن ماجہ، المقدمة، رقم: ۴۳۔ سلسلۃ الصحیحۃ، رقم: ۹۳۷۔

لہذا یہ بات تو بالکل غضب الہی مول لینے والی ہے کہ صحیح حدیث کے ہوتے ہوئے اس کے خلاف کسی امتی کے قول کو لیا جائے۔ دانستہ حدیث چھوڑ دی جائے اور غیر نبی کے قول کو لے لیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ کی احادیث اور سنن کی مخالفت کرنے والا اور ان سے اعراض برتنے والا بلاشبہ قیامت کے دن اندھا اٹھایا جائے گا۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے فرامین اور سنن کی مخالفت نہ کی جائے۔ بلکہ ہو بہو پیروی کی جائے۔ نقل بمطابق اصل کہ یہ ہی مومن کامل ہونے کی نشانی ہے اور یہی راہِ نجات ہے۔ کیونکہ سب مسلمانوں کو قرآن و حدیث کے چشمہ شیریں سے پینے کا حکم ہے۔ اگر نیک نیتی اور خلوص سے تمام مسلمان صرف ایک چشمہ ہڈی سے ایمان کی پیاس بجھائیں تو مذہب کے اندر نہ تو کوئی اختلاف ہو سکتا ہے اور نہ جھگڑا اور ان کے گلزار حیات میں اتفاق و اتحاد، محبت اور اخوت کی باو بہار ہمیشہ چلتی رہے گی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہی حال تھا کہ وہ صرف کتاب و سنت کے آبِ حیات سے ایمان میں جان ڈالتے تھے۔ انہوں نے کوئی جوہڑ، تالاب، تال اور آب گیر نہیں بنا رکھا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بڑے متحد، متفق اور محبت و اخوت کے پیکر تھے۔ سب کے سب آپس میں یک جان دو قالب تھے۔ مذہبی جھگڑوں، تنازعات اور فرقہ بندیوں سے نا آشنا تھے۔ وہ قرآن پر مسنون طریقہ سے عمل کرنا چاہتے تھے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی حکم پر اختلاف کا سوچ بھی نہ سکتے تھے۔ آپ کی بات کے سامنے دم بخود رہتے۔

اور بس ۵

تاجدرا عالم بطحا کا جو فرمان تھا
کچھ نہ تھا اس کے سوا سنت تھی یا قرآن تھا
جب تلک یہ دیں مسلمانوں کا حرزِ جان تھا
اُن دنوں اقبال اُن کے در پہ اک دربان تھا
(اقبال)

آپ ﷺ کی نافرمانی کرنے والے سے مخاطب ہو کر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے

کہا ہے ۵

تَعْصِي الرَّسُولَ وَتَظْهَرُ حُبَّهُ
هَذَا لِعَمْرِي فِي الزَّمَانِ بَدِيعُ
لَوْ كَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَأَطَعْتَهُ
لِأَنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُحِبُّ مُطِيعُ

”تو رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی بھی کرتا ہے اور ان سے محبت کا اظہار بھی کرتا ہے
یہ تو آج کے دور میں ایک نئی چیز ہے۔ اگر تیری محبت سچی ہوتی تو تو رسول اللہ ﷺ
کا فرماں بردار ہوتا، اس لیے کہ محب اپنے محبوب کا اطاعت گزار ہوتا ہے۔“



ترک احداث

وَشَرَّ الْأُمُورِ مُحَدَّثَاتُهَا ” اور تمام بُرے کاموں سے بدترین نئے خود ساختہ کام

ہیں۔“

غبارِ کاررواں میں جادۂ منزل نہ کھوجائے

ابھی میں راہزن کو رہنما محسوس کرتا ہوں

(ثمر)

رسول کریم ﷺ نے جو دین لوگوں کے سامنے پیش کیا اس میں عقائد و اعمال کا مکمل نمونہ موجود ہے، جس کو اختیار کرنے سے دُنیا و آخرت کی کامیابیاں و کامرانیاں مل سکتی ہیں، اس کے علاوہ کسی اور دین کو اختیار کرنے سے دینوی اور اُخروی کامیابی خام خیال ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ جَ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ

الْخَسِرِينَ ۝﴾ (آل عمران : ۸۵)

”اور جو شخص اسلام کے سوا اور دین تلاش کرے اس کا دین قبول نہ کیا جائے گا اور

وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں سے ہوگا۔“

دین اسلام مکمل ہو چکا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ أَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَ رَضِيْتُ لَكُمْ

الْإِسْلَامَ دِينًا ۝﴾ (المائدة : ۳)

”آج کے دن پورا میں نے کیا تمہارے لیے تمہارا دین اور پوری کی تم پر نعمت

اپنی اور پسند کیا تمہارے لیے دین اسلام کو۔“
دین میں نئی چیزیں داخل کرنا:

دین اسلام مکمل ہو چکا ہے اور اتنا کامل اور اکمل ہوا ہے کہ اس سے زیادہ تکمیل ہو ہی نہیں سکتی۔ مثال کے طور پر یوں سمجھیں کہ پانی کا پیالہ اتنا بھرا ہوا ہے کہ ایک قطرہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اگر ایک قطرہ مزید ڈال دیں تو وہ پیالہ سے باہر نکل جائے گا۔ ہرگز پیالہ میں نہ سما سکے گا۔ اسی طرح اسلام اتنا کامل، اکمل ہو چکا ہے کہ اس میں امر اور نہی کے ایک نقطے کی ضرورت نہیں۔ ہدایت اور نیکی کی کسی زیر زبر کی حاجت نہیں۔ جب اللہ کہے کہ میں نے دین اسلام کو مکمل کر دیا تو پھر کیا باقی رہا؟ بے شک یہ کامل دین رحمت للعالمین ﷺ امت کو دے کر دنیا سے رخصت ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ نے ایک رخصتانہ وعظ میں فرمایا۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَوَعظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيغَةً، ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ، وَوَجَلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ. فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! كَانَ هَذِهِ مَوْعِظَةً مُودِعَ فَأَوْصِنَا، فَقَالَ: أَوْصِيكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ، وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، وَإِنْ كَانَ عَبْدًا حَبَشِيًّا، فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ، تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِدِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحَدَّثَاتِ الْأُمُورِ، فَإِنَّ كُلَّ مُحَدَّثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ.))^①

① مسند أحمد: ۴/۱۲۶۔ سنن أبوداؤد، كتاب السنة، رقم: ۴۶۰۷۔ سنن ترمذی، ابواب العلم، رقم: ۲۶۷۶۔ سنن ابن ماجه، المقدمة، رقم: ۴۲۔ محدث البانی نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

”ایک روز رسول ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی اور پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر ایسا درد بھرا خطبہ ارشاد فرمایا کہ ہم زار و زار رونے لگے اور ہمارے دل تھرا گئے۔ ایک شخص نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ کا یہ (درد بھرا) خطبہ تو الوداعی خطبہ معلوم ہوتا ہے۔ پس ہمیں آخری وصیت تو بتاتے جائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا سنو! میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہو اور (اپنے مسلمان سردار، حاکم کی بات) سننا اور فرماں برداری کرنا اگرچہ وہ (سردار) حبشی غلام ہو۔ میرے بعد جو زندہ رہے گا وہ (دین میں) بڑے بڑے اختلافات دیکھے گا۔ خبردار! تم (اس وقت) میری جانی پہچانی سنتوں اور میرے ہدایت پائے ہوئے خلفائے راشدین کے طریقوں کو چمٹ جانا۔ خوب مضبوط پکڑنا اور دانتوں اور داڑھوں سے پکڑنا (کہ سنت چھوٹ نہ جائے) اور دین کے اندر نئے نئے کاموں سے بچتے رہنا کیونکہ ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔“

رسول اللہ ﷺ کی اس آخری نصیحت پر غور فرمائیں کہ حضور ﷺ نے جو کامل دین مسلمانوں کو دیا۔ اس کے بارے میں خاص طور پر یہ وصیت فرمائی کہ میرے خلفاء راشدین کے طور طریقوں کا اتباع کرنا۔ کیونکہ میرے خلفائے راشدین، میری ہی حدیثوں اور سنتوں کی مشعلیں روشن کرنے والے ہیں تو خبردار سنت اور حدیث کو خوب مضبوط پکڑے رکھنا۔ کیونکہ ہاتھ سے پکڑی ہوئی چیز کبھی بھی چھوٹ سکتی ہے۔ گر سکتی ہے۔ لیکن تم میری سنتوں کو نواجد یعنی ڈاڑھوں سے مضبوط پکڑنا کہ کبھی چھوٹ نہ سکیں۔ مرتے دم تک دانتوں میں رہیں۔ تازیت سنت پر عمل ہو۔ غرض ابتداء شعور سے لے کر تادمِ آخری حدیث اور سنت کے نور میں گامزن رہے۔ اس لیے کہ سنت اور حدیث قرآن پر عمل کراتی ہیں۔ اب ایک اور خطرناک اور مہلک چیز سے حضور ﷺ نے بچنے کی تاکید کی۔ یہ وہ چیز ہے جو انسان کو گمراہ کر کے، دین سے ہٹا کر دوزخ میں لے جاتی ہے۔ ارشاد فرمایا: **وَإِيَّاكُمْ وَمُحَدَّثَاتِ الْأُمُورِ** اور دین میں نئے نئے کاموں، نئی نئی باتوں سے بچتے رہنا۔ یعنی دین مکمل ہو چکا ہے کوئی مسئلہ باقی نہیں رہ گیا

ہے۔ اس لیے دین کے اندر کوئی مسئلہ، کوئی کارِ ثواب خود بنا کر جاری نہ کرنا، کیونکہ یہ وہ کام ہیں جن کا نام و نشان حضور ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں نہ تھا۔ پس یہ محدثات دوزخ کے انگارے ہیں۔ جہنم کے شعلے ہیں۔ یہ جعلی سکے نری آگ ہے اور ان کو اختیار کر کے دنیوی و اخروی کامیابی نری خام خیالی ہے۔

ہر بدعت گمراہی ہے:

((وَكُلُّ مُحَدَّثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ))

”اور دین میں ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے۔“

تو کب سے ہے اسیر سراہوں کے جال میں

نیلے سمندروں سے گھٹا کون لے گیا؟

حضور انور ﷺ نے فرمایا ”فَإِنَّ شَرَّ الْأُمُورِ مُحَدَّثَاتُهَا“ ”میرے دین میں نئے نکالے ہوئے کام تمام بُرے کاموں سے بڑھ کر بُرے ہیں۔“ گویا کہ آتش محدثات کی لپیٹ جہنم کی جھپٹ ہے ط

اثاثہ چھین کر سب لے گئی فصل خزاں اپنا

وہاں کچھ زرد پتے ہیں جہاں تھا آشیاں اپنا

جیسا کہ حضور ﷺ نے دین میں نئے کاموں کے اجراء کو شر الامور قرار دیا ہے یعنی بدترین کام اور ان بدترین کاموں کو حضور ﷺ نے احداث اور بدعت کا نام دیا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بدعات ایسے کام ہیں کہ وہ دیکھنے میں بڑے نیک اور ثواب کے کام معلوم ہوتے ہیں۔ اس لیے شرک آشنا اور بدعت نواز اخبار و رہبان اور ان کے ہزاروں اتباع اور معتقدین فتراکِ احداث کے نخچیر بن جاتے ہیں۔ ان محدثات الامور کو اپناتے اور ان پر فخر

کرتے ہیں ۵

نہ سلیقہ مجھ میں کلیم کا، نہ قرینہ تجھ میں خلیل کا
میں ہلاکِ جادوئے سامری تو قلیل شیوہ آذری
میں نوائے سوختہ درگلو، تو پریدہ رنگ رہیدہ بو
میں حکایتِ غم آرزو، تو حدیثِ ماتم دلبری
(اقبال)

دین میں اضافے اور بدعت کی ممانعت ہے:

دین کے احکام و مسائل میں کسی قسم کا رد و بدل اور ترمیم و اضافہ نہیں ہو سکتا، بلکہ غلبہ دین حصول رضائے الہی اور گمراہی سے بچنے کے لیے اسی دین میں مکمل مواد موجود ہے، اس کے بعد بھی اگر کوئی بد نصیب یہ سمجھتا ہے کہ اس میں اپنی طرف سے ترمیم و اضافہ کی گنجائش ہے اور کچھ مسائل و احکام باقی ہیں جن کے بارے میں اپنی طرف سے نیکی اور بدی کا کوئی معیار اور کسوٹی تراشنے کی ضرورت ہے تو گویا اس نے باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ نعوذ باللہ رسول مقبول ﷺ نے خیانت کرتے ہوئے دین اسلام کو مکمل طور پر بیان نہیں کیا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((مَنْ ابْتَدَعَ فِي الْإِسْلَامِ بِدْعَةً يَرَاهَا حَسَنَةً فَقَدْ زَعَمَ أَنَّ مُحَمَّدًا خَانَ الرِّسَالَةَ لِأَنَّ اللَّهَ يَقُولُ: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَآتَيْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾))^①

”جس نے اسلام میں کوئی بدعت ایجاد کی اور اس کو وہ نیکی خیال کرتا ہے، تو تحقیق اس نے یہ گمان کیا کہ محمد ﷺ نے رسالت میں خیانت کی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے کہ ”آج کے دن میں نے تم پر تمہارا دین مکمل کر دیا اور میں نے تم پر اپنی نعمت کو مکمل کر دیا اور تمہارے لیے دین اسلام پسند کیا ہے۔“

① کتاب الاعتصام للشاطبی: ۴۹/۱.

چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا بھی اس بارے میں ارشاد گرامی ہے:

((إِذَا حَدَّثْتُكُمْ حَدِيثًا فَلَا تَزِيدَنَّ عَلَيْهِ.))^①

”جب میں تم کو کوئی حدیث بیان کروں تو اس پر زیادہ نہ کرو (یعنی اپنی طرف سے زیادتی نہ کرو)۔“

لہذا نبی اکرم ﷺ نے جس طرح اپنی امت کو تعلیمات دیں، بعینہ اسی طرح ان کو بغیر کسی اضافہ اور ترمیم کے قبول کرنے کا نام اسلام ہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَا تَرَكْتُ شَيْئًا مِمَّا أَمَرَكُمُ اللَّهُ بِهِ إِلَّا وَقَدْ أَمَرْتُكُمْ بِهِ وَلَا شَيْئًا مِمَّا نَهَاكُمْ عَنْهُ إِلَّا وَقَدْ نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ.))^②

”اللہ تعالیٰ نے جس چیز کا تم کو حکم دیا ہے میں نے اس کو نہیں چھوڑا مگر میں نے بھی اس کا تم کو حکم دیا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے تم کو کسی بھی چیز سے منع نہیں کیا لیکن تحقیق میں نے بھی تم کو اس سے روک دیا ہے۔“

آپ ﷺ نے مزید ارشاد فرمایا:

((إِنِّي تَرَكْتُكُمْ عَلَىٰ مِثْلِ الْبَيْضَاءِ لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا لَا يَزِيغُ عَنْهَا بَعْدِي إِلَّا هَالِكٌ.))^③

”میں نے تم کو ایسی سفیدی (روشنی) کی مثل پر چھوڑا ہے کہ جس کی رات بھی اس

① مسند احمد، رقم: ۱۹۶۱۸۔ شیخ حمزہ زین نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

② سنن الکبریٰ البیہقی: ۷/۷۶۔

③ سنن ابن ماجہ، المقدمة، رقم: ۴۳۔ مسند احمد، رقم: ۱۷۱۲۴۔ کتاب السنة

لابن ابی عاصم، رقم: ۳۳، ۵۶، ۴۸۔ مستدرک الحاکم: ۱/۹۶۔ سلسلۃ الصحیحۃ، رقم: ۹۳۷۔

کے دن کی طرح ہے میرے بعد صرف گمراہ ہوتے والا ہی اس سے کج روی اختیار کرے گا۔“

یہ ہلاکت کی نوید اس لیے سنائی گئی ہے کہ مبتدع اللہ تعالیٰ کے دین میں بدعت ایجاد کر کے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا شریک و سہم بناتا ہے کیونکہ شریعت کو اللہ تعالیٰ نے وضع فرمایا ہے، اور اگر کوئی خود تشریح (قانون سازی) کرتا ہے تو وہ اللہ کے حق میں ایسے سبب شریک کرتا ہے، اسی لیے تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

((مَنْ اسْتَحْسَنَ فَقَدْ شَرَّحَ))^①

”جس نے اچھائی کو طلب کیا یسے تحقیق اس نے تشریعت بنائی۔“

لہذا دین کو من وعن قبول کرنے کا نام اسلام ہے اس میں کسی قسم کی تقطی و مستوی تبدیلی کی اجازت نہیں دی جاسکتی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فرمان یا فرمائشیں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو ایک نظر کی تبدیلی سے بھی روک دیا تھا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تو اپنے بستر پر آنے لگے تو نماز کے وضو کی طرح وضو کر لے پھر ایسے ہاتھیں پھیلو پر لیٹ کر یہ (دعا) پڑھو:

((اللَّهُمَّ اسَلَمْتُ وَجِيهِي إِلَيْكَ، وَتَوَقَّصْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ،
وَأَلْبَجْتُ ظَهْرِي إِلَيْكَ رَغِيَةً وَرَهِيَةً إِلَيْكَ، لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنجَا
مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ، اللَّهُمَّ أَمْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ وَتَسَبَّحَ
الَّذِي أَرْسَلْتَ.))

”اے اللہ! میں نے اپنا چہرہ تیرے لیے منطرح کر دیا اور ایسا معاملہ تیرے سپرد کر دیا، اور میں نے تیری طرف رغبت کرتے ہوئے اور ڈرتے ہوئے تجھے پشت پناہ بنایا، تیرے عذاب سے بچ کر جانے کی کوئی پناہ گاہ اور ٹھکانا نہیں، سوائے

① الاحکام للامدی: ۱۱۳۶/۲۔ المستصفیٰ للعزالی: ۱۱/۳۷۴۔

تیرے دامن رحمت کے میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل کی اور
تیرے نبی پر جسے تو نے مبعوث کیا۔“

آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو اس رات فوت ہو گیا تو فطرتِ اسلام پر ہوگا، اور ان کلمات
کو اپنے آخری کلمات بنا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس کے بعد میں نے ان کلمات کو رسول
اللہ ﷺ پر دھرایا تو ((اللَّهُمَّ أَمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ وَرَسُولِكَ الَّذِي
أَرْسَلْتَ)) کہا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ((وَنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ.)) کہو۔^۱

لہذا ہمیں ہر دینی معاملہ میں رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین کو کامل و مکمل تسلیم کرنا
چاہیے۔ بعض اپنی بدعات کو رواج دینے کے لیے کہہ دیتے ہیں کہ کیا حرج ہے یہ بھی تو نیکی کے
کام ہیں، حالانکہ نیکی تمام کی تمام شریعتِ اسلامیہ میں واضح ہو چکی ہے، یاد رہے! کہ کسی
بدعت سے منع کرنے پر جب لوگ یہ الفاظ کہتے ہیں کہ کیا حرج ہے؟ تو یہ ایک شیطانی وسوسہ
ہے۔ اس صورت میں اگر نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طرز عمل کو اپنالیں تو یہ وسوسہ ختم
ہو جاتا ہے۔ آپ ﷺ کا طرز عمل ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

((جَاءَ ثَلَاثَةٌ رَهْطٍ إِلَى بَيْتِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ يَسْأَلُونَ عَنْ
عِبَادَةِ النَّبِيِّ ﷺ، فَلَمَّا أُخْبِرُوا كَانَهُمْ تَقَالُوهَا فَقَالُوا: وَأَيْنَ
نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ، قَدْ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ،
فَقَالَ أَحَدُهُمْ: أَمَا أَنَا فَأَنَا أَصْلَى اللَّيْلِ أَبَدًا، وَقَالَ آخَرُ: أَنَا
أَصُومُ الدَّهْرَ وَلَا أَفْطِرُ، وَقَالَ آخَرُ: أَنَا أَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا
أَتَزَوَّجُ أَبَدًا، فَجَاءَ إِلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: أَنْتُمْ الَّذِينَ
قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا؟ أَمَا وَاللَّهِ إِنِّي لَأَخْشَاكُمْ لِلَّهِ وَأَتَقَاكُمْ لَهُ،
لَكِنِّي أَصُومُ وَأَفْطِرُ، وَأُصَلِّي وَأَرْقُدُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ

رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي.))^①

”تین حضرات (علی، عبداللہ بن عمرو بن عاص، عثمان بن مظعون) نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات کے گھروں کی طرف آپ کی عبادت کے متعلق پوچھنے آئے، جب انہیں آپ ﷺ کا عمل بتایا گیا تو جیسے انہوں نے اسے کم سمجھا اور کہا کہ ہمارا آنحضرت ﷺ سے کیا مقابلہ؟ آپ کی تو تمام اگلی پچھلی لغزشیں معاف کر دیں گئی ہیں، ان میں سے ایک نے کہا کہ آج سے میں ہمیشہ رات بھر نماز پڑھا کروں گا، دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ روزے سے رہوں گا اور کبھی ناغہ نہیں ہونے دوں گا، تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے جدائی اختیار کر لوں گا اور کبھی نکاح نہیں کروں گا، پھر آنحضرت ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور ان سے پوچھا کیا تم نے ہی یہ باتیں کہی ہیں؟ سن لو! اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ تعالیٰ سے میں تم سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں، اور میں تم سب سے زیادہ پرہیزگار ہوں لیکن میں اگر روزے رکھتا ہوں تو افطار بھی کرتا رہتا ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں (رات میں) سوتا بھی ہوں اور میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں۔ میرے طریقے سے جس نے بے رغبتی کی وہ مجھ میں سے نہیں ہے۔“

اس حدیث کو پڑھ کر غور فرمائیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو نماز، روزہ اور شب بیداری کے متعلق کونسا طرز عمل دیا ہے؟ حالانکہ یہ تمام عبادات کرنے والے یہ بھی تو کہہ سکتے تھے کہ کیا حرج ہے؟ اس میں سب سے بڑا حرج یہ تھا جو کیفیت وہ لوگ اختیار کر رہے تھے وہ رسول اکرم ﷺ کے عمل سے ثابت نہیں تھی۔

اہل بدعت سے تعلق، آیات و احادیث میں ممانعت:

اہل بدعت کے ساتھ تعلق کے حوالے سے سلف صالحین کے بے شمار اقوال ہمارے

① صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، رقم: ۵۰۶۳۔
صحیح مسلم، رقم: ۱۴۰۱۔

سامنے موجود ہیں، جو ہمارے لیے انتہائی درجہ لائق عمل ہیں اور دعوتی زندگی میں مشعل راہ ہیں، یہ مبارک اقوال وہ علم نافع ہے جو درحقیقت شرعی نصوص سے ماخوذ ہے، چنانچہ اللہ رب العزت نے اپنی کتاب مقدس میں اہل بدعت سے اجتناب و ابتعاد کا اصل عظیم بیان فرما دیا ہے:

﴿وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۗ وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٦٨﴾﴾ (الانعام: ٦٨)

”اور جب ان لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیات میں عیب جوئی کر رہے ہیں تو ان لوگوں سے کنارہ کش ہو جائیں یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں اور اگر آپ کو شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد پھر ایسے ظالموں کے ساتھ مت بیٹھیں۔“

اللہ تعالیٰ کی آیات میں عیب جوئی کرنے والے اہل بدعت ہی ہیں، لیث بن ابی سلیم، ابو جعفر جو علماء تابعین میں سے ہیں کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

”اہل خصومات (مبتدعین) کے ساتھ مت بیٹھو، یہی لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات میں عیب جوئی کرتے ہیں۔“

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَبَعْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ يُكْفَرُ بِهَا وَ يُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۗ إِنَّكُمْ إِذًا مِثْلُهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ جَامِعُ الْمُنْفِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا ﴿١٤٠﴾﴾ (النساء: ١٤٠)

”اور اللہ تعالیٰ تمہارے پاس اپنی کتاب میں یہ حکم اتار چکا ہے کہ جب تم کسی مجلس والوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے اور مذاق اڑاتے ہوئے سنو تو اس مجمع میں ان کے ساتھ بیٹھو! جب تک کہ وہ اس کے علاوہ اور باتیں نہ کرنے

لگیں، (ورنہ) تم بھی اس وقت انہی جیسے ہو، یقیناً اللہ تعالیٰ تمام کافروں اور سب منافقوں کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے۔“

محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: ”یہ آیت اہل بدعت کے بارہ میں نازل ہوئی ہے۔“^①

یہی اصل عظیم رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ سے حاصل ہوتا ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ اپنے ہر خطبہ میں بدعت کو سب سے بدترین امر، ضلالت اور جہنم کا ایندھن فرمایا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان بھی موجود ہے:

((مَنْ وَقَرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ أَعَانَ عَلَى هَدْمِ الدِّينِ.))^②

”جس شخص نے کسی بدعتی کی تعظیم کی اس نے دین کی عمارت کو ڈھادینے کی کوشش کی۔“

علاوہ ازیں ذوالخویصرہ کے بارہ میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان بھی اہل بدعت سے اجتناب و تحذیر پر دلالت کرتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

((إِنَّهُ سَيَخْرُجُ مِنْ ضَيْضِي هَذَا قَوْمٌ تَحْقِرُونَ صَلَاتِكُمْ مَعَ صَلَاتِهِمْ، فَيَقْرَؤُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حُلُوقَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ مُرُوقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَةِ..... الحديث.))^③

”عنقریب اس کی نسل میں سے ایک قوم برآمد ہوگی جن کی نمازوں کے سامنے تم اپنی نمازوں کو حقیر جانو گے، وہ قرآن پڑھیں گے مگر وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیرکمان سے نکل جاتا ہے..... الحديث“

① الابانة لابن بطة: ۲ / ۴۳۱.

② المعجم الاوسط، رقم: ۶۷۷۲.

③ صحيح بخاری، كتاب المناقب، رقم: ۳۶۱۰۔ صحيح مسلم، رقم: ۲۴۵۲.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جب ایک بدعتی فرقہ قدریہ کے بارہ میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا تھا:

((فاذا لقيت اولئك فاخبرهم انى برئ منهم وانهم براء منى))^①

”جب تم ان سے ملو تو انھیں بتادو کہ میں ان سے اور وہ مجھ سے لاتعلق ہیں۔“

یہی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی عمر کے آخری دور میں جب کہ بوڑھا ہونے کے ساتھ ساتھ نابینا بھی ہو چکے تھے، اپنے شاگرد مجاہد کے ساتھ ایک مسجد میں نماز ادا کرنے گئے، مسجد کے مؤذن نے اذان کے بعد تشویب کی تو مجاہد سے فرمایا:

((أخرج بنا فانها بدعة))

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے:

((لا تجالس أهل الأهواء فان مجالستهم ممرضة للقلوب))^②

”اہل بدعت کے ساتھ مت بیٹھو، کیونکہ ان کے ساتھ بیٹھنا دلوں کو بیمار کر دیتا ہے۔“

عطاء تابعی نے جب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے قدریہ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کا فرمان:

﴿ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ ۝ إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ۝﴾

(القمر: ۴۸، ۴۹)

قدریہ ہی کے بارے میں نازل ہوا ہے، یہ اس امت کے بدترین لوگ ہیں، ان کے پیاروں کی عیادت نہ کیا کرو، ان کے مردوں کا جنازہ نہ پڑھا کرو، اگر مجھے ان میں سے کوئی

① صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۸.

② الابانة: ۲/۴۳۸.

شخص دکھائی دیا تو میں اپنی ان دو انگلیوں سے اس کی دونوں آنکھیں پھوڑ دوں گا۔“^①
بدعتی کے اعمال اللہ کے ہاں مردود ہیں:

اہل بدعت کے لیے اعمال اللہ کے ہاں مردود ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
((لَا يَقْبَلُ اللَّهُ لِصَاحِبٍ بِدْعَةٍ صَوْمًا وَلَا صَلَوةً، وَلَا
صَدَقَةً، وَلَا حَجًّا وَلَا عُمْرَةً، وَلَا جِهَادًا، وَلَا حَرْفًا، وَلَا
عَدْلًا، وَيَخْرُجُ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا تَخْرُجُ الشَّعْرَةُ مِنَ
الْعَجِينِ))^②

”اللہ تعالیٰ بدعتی شخص کا نہ روزہ قبول کرتا ہے، نہ نماز اور نہ زکوٰۃ و خیرات اور نہ حج
اور نہ عمرہ اور نہ جہاد اور بدعتی اسلام سے ایسے نکل جاتا ہے جیسے بال گوندھے
ہوئے آٹے سے نکل جاتا ہے۔“

مزید رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے:

((مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ))^③

”جس نے کوئی بھی ایسا کام کیا جس پر ہمارا حکم نہیں تو وہ مردود ہے۔“

صحیح بخاری میں یہی روایت ان الفاظ سے مروی ہے:

((مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا مَا لَيْسَ فِيهِ فَهُوَ رَدٌّ))^④

”جس نے ہمارے دین (اسلام) میں (اپنی طرف سے) کوئی نئی بات ایجاد کی

جو اس میں سے نہیں، تو وہ مردود ہے۔“

① شرح السنة لالکائی : ۴ / ۷۱۲.

② سنن ابن ماجہ، المقدمة، رقم: ۴۹.

③ صحیح مسلم، کتاب الأفضیة، باب نقض الأحکام الباطلة ورد محدثات الامور،
رقم: ۴۴۹۳.

④ صحیح بخاری، کتاب الصلح، رقم: ۲۶۹۷.

امام یعقوب زکریاؒ نے اس کے الفاظ یوں بیان فرمائے ہیں:

«مَنْ أَحْلَتْ قِيَّ دِيْتِنَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ»^①

”جس نے ہمارے اس دین (اسلام) میں (اپنی طرف سے) کوئی نئی بات

ایجاد کی جو اس سے نہیں، تو وہ مردود ہے۔“

یہی شخص پر اللہ کی لعنتیں برستی ہیں:

بلکہ دین میں بدعت ایجاد کرنے والے شخص پر دن رات اللہ تعالیٰ کی لعنتیں اور

پھٹکاریں برستی ہیں، رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے۔

«لَعَنَ اللَّهُ مَنْ أَحْلَتْ قِيَّ إِلَّا سَلَامٌ حَدِيثًا»^②

”اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت فرمائے جس نے اسلام میں کوئی نئی بات ایجاد کی۔“

حضرت علیؑ سے مرقوعاً مروی ہے کہ:

«لَعَنَ اللَّهُ مَنْ قَبَّحَ لِغَيْرِ اللَّهِ وَلَعَنَ اللَّهُ مَنْ سَرَقَ مَنَارَ

الْأَرْضِ، وَلَعَنَ اللَّهُ مَنْ لَعَنَ وَالِدَيْهِ، وَلَعَنَ اللَّهُ مَنْ أُوِيَ

مُحَلِّثًا»^③

”اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر لعنت کی جس نے غیر اللہ کے نام پر جانور کو ذبح کیا،

اور اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر لعنت کی جو زمین کے نشانات چرائے۔ اور اللہ تعالیٰ

نے اس شخص پر لعنت کی جو اپنے والدین کو لعنت کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اس

شخص پر لعنت کی جس نے یہی کو جگہ دی۔“

① شرح السنن، بیاب رد الیبلع والاهواء، رقم: ۱۰۳۰۔

② مستند التریب، رقم: ۱۳۷۲۔

③ صحیح مسلم کتاب الاضاحی، بیاب تحریم اللبیح لغير الله، رقم: ۱۹۷۸۔ مسند

احمد، رقم: ۹۵۳۳۔ شرح السنن: ۱۱۱ / ۲۲۲۶۔ سنن نسائی، کتاب الضحایا، باب ذب

لغير الله عزوجل، رقم: ۴۴۱۳۴۔

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
 ((الْمَدِينَةُ حَرَمٌ مِنْ كَذَا إِلَى كَذَا، لَا يُقَطَّعُ شَجَرُهَا، وَلَا
 يُحَدَّثُ فِيهَا حَدَثٌ، مَنْ أَحْدَثَ فِيهَا حَدَثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ
 وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ.))^①

”مدینہ حرمت والا ہے فلاں جگہ (عیر) سے فلاں جگہ (ثور) تک۔ اس علاقہ کا
 درخت نہیں کاٹا جائے گا، جس نے اس کی حدود میں کوئی نئی بات پیدا کی اس پر
 اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔“

بدعتی کی توبہ بھی قبول نہیں ہوتی:

یاد رہے! کہ چور، ڈکیت اور زانی وغیرہ راہ راست پر آسکتے ہیں۔ لیکن بدعتی نہ تو راہ
 راست پر آتا ہے اور نہ ہی اسے توبہ کرنے کی توفیق ملتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے:
 ((إِنَّ اللَّهَ حَجَبَ التَّوْبَةَ عَنْ كُلِّ صَاحِبٍ بِدْعَةٍ.))^②
 ”یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہر بدعتی سے توبہ کو روک رکھا ہے۔“

کیونکہ بدعتی اپنے عمل بدعت کو ثواب سمجھ کر کرتا ہے اور ثواب کے کام سے توبہ کیسے کی
 جاسکتی ہے؟ حالانکہ بدعت خواہ کتنی ہی اچھی اور بھلی معلوم ہو وہ بدعت ہی ہوتی ہے جو بتدریج
 آگ میں لے جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے:

((كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَإِنْ رَأَاهَا النَّاسُ حَسَنَةً.))^③

”ہر بدعت گمراہی ہے، اگرچہ لوگ اسے اچھا ہی سمجھیں۔“

① صحیح بخاری، کتاب فضائل المدینة، رقم: ۱۸۶۷۔ صحیح مسلم، رقم: ۳۳۳۰۔

② المعجم الأوسط للطبرانی، رقم: ۲۸۱/۳۔

③ ذم الکلام، الہروی، رقم: ۲۷۶۔

بدعتی کی عزت کرنا اسلام کی عمارت کو ڈھانے کے مترادف ہے:

بدعتی عند اللہ اتنا مردود، مقہور اور مطرود ہے کہ اس کا ادب و احترام کرنا اسلام کے ڈھانے کے مترادف ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ وَقَرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ أَعَانَ عَلَى هَدْمِ الْإِسْلَامِ))^①

”جس نے بدعتی کی عزت کی، اس نے اسلام کی عمارت گرانے میں مدد کی۔“

غور کیجیے! کہ بدعتی کی توقیر کرنا اسلام کے ڈھانے میں مدد دینا ہے، اور اسلام کی عمارت کو ڈھانا بہت بڑا گناہ ہے۔ جب توقیر اہل بدعت اعانت ہدم اسلام ہے تو بدعتیں نکالنا کتنا عظیم گناہ ہوگا؟ پورا پورا رسول اللہ ﷺ کا مقابلہ ہے، جس طرح شرک، توحید کی ضد ہے۔ اسی طرح بدعت سنت کی ضد ہے۔ مشرک اللہ کا باغی اور بدعتی رسول اللہ ﷺ کا باغی ہے۔ مشرک ردائے توحید زیب تن کرتا اور بدعتی رسالت خیر الوریٰ ﷺ کا حصہ دار بنتا ہے۔ دونوں کا اسلام سے دور کا واسطہ نہیں۔ کیونکہ ہر بدعت کلہاڑی کی طرح ہے جو اسلام کی بنیاد کو کاٹ رہی ہے اور سنت روشن ستارے کی مانند ہے جو گمراہی کی سیاہ رات میں ہدایت دکھا دیتی ہے ۵

ہر سیاہ رات میں سورج ہیں حدیثیں ان کی

وہ نہ آتے تو زمانے میں اندھیرا ہوتا

(زاہد فخری)

بدعتی کی فرضی و نفلی عبادات قبول نہ ہوں گی:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بدعتی شخص کے بارے میں اسی طرح ایک حدیث مروی ہے جس

کے الفاظ یوں ہیں کہ:

((مَنْ أَحَدَثَ فِيهَا حَدَثًا أَوْ أُوِيَ فِيهَا مُحَدَّثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ

① شعب الایمان، البیہقی: ۶۱/۷، رقم: ۹۴۶۴.

وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ.))^①

”پس اس (مدینہ) میں جو کوئی بدعت نکالے گا اس پر اللہ تعالیٰ کی فرشتوں کی اور

تمام انسانوں کی لعنت ہے اس سے فرض یا نفل عبادت قبول نہیں کی جائے گی۔“

لہذا اس دین پر کوئی اضافہ نہ کیا جائے یہ بھی رسول اللہ ﷺ کا حق ہے۔

قارئین کرام! آپ سوچ رہے ہوں گے کہ وہ بدعت آخر ہے کیا؟ جس کی اتنی نحوستیں

ہیں کہ شمار بھی نہ کی جاسکتیں ہوں حتیٰ کہ بدعتی کو توبہ کی بھی توفیق حاصل نہیں ہوتی کیونکہ وہ

بدعت کو گناہ یا برائی یا مخالف شریعت کام سمجھتا ہی نہیں تو اس کو چھوڑے کیوں؟

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((ولہذا قال طائفة من السلف، منهم الثوری، البدعة أحب

الی ابلیس من المعصیة، لأن المعصیة یتاب منها،

والبدعة لا یتاب منها، وھذا معنی ماروی عن طائفة أنهم

قالوا: انّ اللہ حجر التوبة عن کل صاحب بدعة بمعنی أنه

لا یتوب منها، لأنه یحسب أنه علی ہدی^② وقال فی

موضع آخر: ومعنی قولهم أن البدعة لا یتاب منها أن

المبتدع الذی یتخذ دینا لم یشرعہ اللہ ولا رسوله، قد

زین له سوء عملہ قراء ہ حسنا، فهو لا یتوب ما دام یراہ

حسنا))^③

” (مذکورہ بالا عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ) سلف صالحین کی ایک جماعت وگروہ

① صحیح بخاری، کتاب الجزیة والموادعة، رقم: ۳۱۷۲ و ۳۱۷۹ و کتاب فضائل

المدینة، رقم: ۱۸۷۰ و کتاب الفرائض، رقم: ۶۷۵۵ و کتاب الاعتصام بالکتاب

والسنة، رقم: ۷۳۰۰۔ صحیح مسلم، رقم: ۳۳۲۷ و ۳۳۲۸۔ مسند أحمد، رقم: ۶۱۵۔

② مجموع فتاوی: ۱/۱۸۴۔

③ مجموع الفتاوی: ۱۰/۹۔

جن میں سفیان ثوری رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں، کا کہنا ہے کہ شیطان گناہ سے زیادہ بدعت کو پسند کرتا ہے کیونکہ گناہ گار تو گناہ کو گناہ سمجھ کر توبہ کر لیتا ہے لیکن بدعتی تو ایک ایسے عمل کو دین بنائے ہوئے ہے جس کو اللہ اور اس کے رسول نے دین نہیں بتایا۔ لیکن بدعتی اپنے اس عمل کو دین سمجھ کر اللہ سے اجر و ثواب کی امید و آس لگائے بیٹھا ہوتا ہے تو وہ کیسے توبہ کرے؟“

جس طرح کہ رب تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ۖ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ۗ﴾

(الكهف: ۱۰۳-۱۰۴)

”کہہ دیجئے! کیا ہم تمہیں اعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ خسارہ پانے والے (لوگوں کے متعلق نہ) بتائیں۔ جن کی دنیاوی زندگی کی تمام تر کوششیں بیکار ہو گئیں اور اس گمان میں رہے کہ وہ بہت اچھے کام کر رہے ہیں۔“

حافظ ابن کثیر رضی اللہ عنہ اس آیت کریمہ کے متعلق فرماتے ہیں:

((انما هي عامة في كل من عبد الله على غير طريقة مرضية يحسب أنه مصيب فيها، وأن عمله مقبول أو هو مخطئ وعمله مردود.....))^①

”یہ آیت کریمہ عام ہے اور ہر وہ شخص اس کا مصداق ہے جو غیر پسندیدہ (یعنی غیر مشروع) طریقے سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے، اور گمان یہ کرے کہ وہ درست ہے اور اس کا عمل مقبول ہے، حالانکہ وہ خطا کار ہے اور اس کا عمل مردود ہے“

مزید فرمان باری تعالیٰ ہے:

① تفسیر ابن کثیر: ۲۵۰/۴.

﴿وَجُوهٌ يَوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ لِّعَامِلَةٍ تَصِيبَةٌ لِّمَنْ تَصَلَّى نَارًا حَامِيَةً﴾

(الغاشية: ۲-۴)

”اس روز بہت سے چہرے ذلیل ہوں گے سخت محنت کرنے والے تھکے ماندے، دکھتی آگ میں داخل ہوں گے۔“

مطلب روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ جو بھی عمل اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے طریقہ و فرمان پر پورا نہیں اترتا وہ رائیگاں وضائع و بیکار اور مردود ہے۔ چاہے وہ کام اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کے نام پر ہی کیوں نہ انجام دیا جائے۔
بدعت، جعلی ٹکسال کے سکے:

بدعت اتنی بُری چیز ہے کہ اسے شرک فی الرسالت کی پھٹکار کے باعث جہنم کا مقام حاصل ہے۔ یہ شیطان کا اتنا خوبصورت، کارگر اور مہلک ترین ہتھیار ہے کہ آدمی گردن کٹوانے کے لیے خود سر آگے کر دیتا ہے۔ سم بدعت کی خوشبودار اور لذیذ ٹافیاں بچے، بوڑھے، جوان، عورتیں، مرد سب مزے سے چوستے ہیں۔ بڑی لذت سے کھاتے ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ یہ مٹھائی زہر آلود ہے، اسے نہ کھاؤ تو ناداں بُرا مناتے اور ناصح سے لڑتے جھگڑتے ہیں۔ اور یہ زہر ہلاہل اور زیادہ اور زیادہ نذر کام و دہن کرتے ہیں۔ جتنی بھی بدعات ہیں اُن میں سے ہر بدعت اُس جذامی عجزہ کی مانند ہے جس کا چہرہ برص کے داغوں کی دنیا لیے ہوئے چشمک زین حسن سیمراں ہو۔ زلالِ احداث کی عشوہ گری کے سراب میں مبتدع پیاس بجھانے آتا ہے تو اس کا لاشہ قوت زاغ و زغن ہو کر رہ جاتا ہے۔ ”معمل کارنو“ سے جب کوئی ایجاد مذہبی دنیا میں پہنچتی ہے تو محدث اسے حرزِ جان بنا کر اس کی محبت میں جان گنوا دیتا ہے۔ محدثات کی دلیل سے جب متعفن بخارات اٹھتے ہیں تو مبتدعین کے نفس کی آمد و شد کے لیے یہ آکسیجن کا کام دیتا ہے۔ ثوابِ دارین کے خانگی وعدوں کے سکے جب جعلی ٹکسال سے ڈھلتے ہیں تو معلم المملکوت کی کابینہ کے وزراء انہیں مذہب کے بازار میں لا کر شاہی سکوں میں خلط کر دیتے ہیں۔ پھر جوان سکوں سے کاروبار کرتا ہے وہ خسارہٴ آخرت اٹھاتا ہے۔ اور جب ایسا کاروبار کرنے

والے کلمہ گویا ان امت حشر کے روز حوضِ کوثر کی طرف بڑھیں گے تو ساقی کوثر حضرت محمد ﷺ کے قریب نہ آسکیں گے کیونکہ درمیان میں آڑ کر دی جائے گی۔ حضرت ساقی کوثر ﷺ اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ یہ تو میری اُمت کے لوگ ہیں (یہ پیاسے کیوں رہ گئے؟) تو اللہ رب العزت فرمائیں گے کہ اے نبی! کیا آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعات دین میں داخل کی تھیں؟ کیا کیا نیک کام گھڑ کر جاری کیے تھے؟ پھر ان ”کارخانہ داروں“ اور ”محنت کشوں“ کو رسول کریم ﷺ فرمائیں گے: ”سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ غَيَّرَ“^① ”میرے دین کو بگاڑنے والو دور ہو جاؤ، دفع ہو جاؤ۔“ حضرت امام مالک کی زبان پر اکثر یہ شعر رہتا تھا:

وخير الامور الدين ما كان سنة

وشر الامور المحدثات البدائع

”اور دین میں بہتر کام وہی ہے جو عین سنت کے مطابق ہو اور بدتر جو دین میں نیا نکالا ہوا ہو۔“

حضور ﷺ کی ساری دعوت و تبلیغ اللہ کے حکم سے تھی اور جو کوئی اس دعوت و تبلیغ اور گواہی میں ملاوٹ کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ گمراہ ہے اور غضب الہی کا مستحق اور امت محمدیہ ﷺ سے یکسر خارج۔ کیونکہ حضور ﷺ کی نبوت سورج کی مانند ہے جس کی کرنیں اور شعاعیں (حضور ﷺ کے اقوال و افعال) مذہبی دنیا کے کونے کونے اور چپے چپے پر ضو گستر ہیں۔ کوئی جگہ نبوت کے سورج کے نور سے خالی نہیں۔ ہر جگہ اَلْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ کے نغمے گونج رہے ہیں۔ پھر جن لوگوں نے عین سورج کے سامنے اقوال و افعال کے دیے جلا رکھے ہیں۔ بدعات کی شمعیں روشن کر رہی ہیں۔ وہ اتنا بتانے کی زحمت گوارا کریں گے کہ جب تاجدارِ مدینہ ﷺ کے آفتابِ نبوت کے نکلتے ہی سچے نبیوں کی نبوت کے چاند تارے روشن نہ رہے تو اسی آفتابِ نبوت رسالت مآب ﷺ کے سامنے آپ کے دیے کیوں روشن ہیں؟ آپ انہیں

① صحیح بخاری: ۸/۱۵۰۔ تفسیر قرطبی: ۴/۱۶۸۔

بجھا کر کیوں سورج کے نور پر اکتفا نہیں کرتے؟ حاجی ملقب، نبی ملاحم کی زبان کے موتیوں کی روشنی میں ایمان کی چاپ سنائی دینی چاہیے کہ ط

محمدؐ انجمن کن فکاں کا صدر نشین
 محمدؐ افسر آفاق و سرور عالم
 مطاعِ آدم و انجم، متاعِ لوح و قلم
 محمدؐ اُمّی محبوبِ کبریا صلعم
 وہ عبدہ و رسولہ، وہ اسمہ احمدہ
 کتاب و حکم و نبوت کا خاتم و خاتم
 بہارِ گلشنِ ایجاد و حسنِ ہفت رواق
 گلِ سرسبدِ دودہٴ بنی آدم
 اسی کو صاحبِ خلقِ عظیم کہتے ہیں
 وہی ہے نوعِ بشر کا معلمِ اعظم
 خلاصہ دو جہاں جس کی ذاتِ والشان
 گیا جو عرش پر بے زردبان و بے سلم
 ہے جس کی شانِ فَاوْحٰی الٰہی عبدہ ما اوْحٰی
 وہ آسمانِ خیم، انجمِ خدم، سپہرِ حشم
 اٹھائے ہاتھ دعا کو اسی کی خاطر جب
 رکھی خلیلِ ابراہیمؑ نے بنائے حرم
 خدائے قادر و قدوس کے تصور سے
 کرے دل متزلزل کو ثابت و محکم
 انا بشر کا جو اعلان و اعتراف کرے
 نہیں جو وحیِ خدا میں مجازِ بیشی و کم

محمد عربیؐ آبروئے ہر دوسرا
حبیب پاک خدا جان عالم و آدم
شمار کرنے چلیں اس کی خوبیوں کا اگر
تو ساتھ چھوڑ دیں تھک تھک کے نیل، سنکھ، پدم
(خالد عبدالعزیز)

اہل بدعت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نفرت:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حدیث نبوی کو اصل بناتے ہوئے اہل بدعت سے ہمیشہ نفرت کا اظہار کیا۔

حضرت عمرو بن سلمہ سے مروی ہے کہ: ”ہم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دروازے پر صبح کی نماز سے قبل جمع ہوتے تھے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نکلتے تو ہم آپ کے ساتھ مسجد کی طرف جاتے، ایک دن حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بھی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دروازے پر آئے اور ان کے نکلنے پر فرمایا اے ابو عبدالرحمان! میں نے ابھی ابھی مسجد میں عجیب و غریب چیز دیکھی ہے اور الحمد للہ خیر ہی دیکھی ہو۔ آپ نے فرمایا وہ کیا چیز ہے؟ فرمایا اگر آپ زندہ رہے تو ابھی دیکھ لیں گے۔“

کہا! میں نے مسجد میں کچھ لوگوں کو حلقے بنائے ہوئے دیکھا وہ نماز کا انتظار کر رہے تھے، اور ان کے ہاتھوں میں کنکریاں تھیں، ہر حلقہ میں ایک آدمی انہیں کہتا ہے ”اللہ اکبر“ سو مرتبہ کہو، تو وہ سو مرتبہ ”اللہ اکبر“ کہتے ہیں، پھر وہ کہتا ہے کہ سو مرتبہ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کہو تو وہ سو مرتبہ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کہتے ہیں اور وہ کہتا ہے کہ سو مرتبہ ”سُبْحَانَ اللَّهِ“ کہو تو وہ سو مرتبہ ”سُبْحَانَ اللَّهِ“ کہتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تو نے انہیں کیا کہا ہے؟ فرمایا! میں تو آپ کے حکم اور رائے کا انتظار کر رہا ہوں اور انہیں کچھ نہیں کہا۔ فرمایا: کیا تو نے انہیں حکم نہیں دیا؟

کہ وہ اپنی برائیاں شمار کریں اور اپنی نیکیوں کو ضائع نہ کریں۔ پھر وہ چلے اور ہم بھی ان کے ساتھ چلے یہاں تک کہ وہ ان حلقوں میں سے ایک حلقہ کے پاس آئے، اور ان کے پاس کھڑے ہوئے، پس ان سے کہا! میں تمہیں کیا کرتے دیکھ رہا ہوں؟ انہوں نے کہا! اے ابو عبد الرحمن کنکریاں ہیں کہ ہم ان پر ”اللہ اکبر“ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ اور ”سُبْحَانَ اللَّهِ“ گنتے ہیں۔

فرمایا: پس تم اپنی برائیاں شمار کرو، میں ضامن ہوں کہ تمہاری نیکیاں ضائع نہ ہوں گی، اے امت محمدیہ! تمہارے لیے افسوس ہے، کتنی جلدی تم ہلاک ہونے والے ہو۔ نبی کریم ﷺ کے اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم بقید حیات ہیں، اور یہ آپ ﷺ کے کپڑے ہیں جو ابھی بوسیدہ نہیں ہوئے، اور آپ کے برتن ابھی تک نہیں ٹوٹے، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یقیناً تم ایسے دین پر چلنا چاہتے ہو جو محمد ﷺ کی ملت سے بھی زیادہ ہدایت والا ہے یا تم گمراہی کا دروازہ کھول رہے ہو۔ انہوں نے کہا: اے ابو عبد الرحمن! ہم نے تو بھلائی کا ارادہ ہی کیا ہے۔

فرمایا: کتنے ہی لوگ بھلائی کرنا چاہتے ہیں لیکن وہ اس کو پہنچ نہیں سکتے (یعنی وہ بظاہر تو بھلائی کا کام کرتے ہیں لیکن درحقیقت وہ بھلائی نہیں ہوتی)، یقیناً رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بیان کیا کہ ایسی قوم بھی ہوگی جو قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلقوں سے نیچے نہیں اترے گا، اور اللہ کی قسم! مجھے معلوم نہیں کہ شاید ان کے اکثر تمہیں سے ہوں، پھر ان سے پھرے۔

عمر بن سلمہ فرماتے ہیں: ہم نے دیکھا کہ ان حلقوں والے اکثر لوگ نہروان کے دن خوارج کے ساتھ مل کر ہمارے خلاف تیر اندازی کر رہے تھے۔^①

غور فرمائیں! کہ مسجد کے اندر یہ لوگ حلقہ باندھ کر بیٹھے اللہ کا خالص ذکر کر رہے ہیں۔ صحابی رسول ﷺ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان کو دیکھ کر ناراض ہوئے۔ کیونکہ اس ہیئت میں یعنی حلقہ باندھ کر مسجد میں بیٹھ کر کنکریوں پر ذکر الہی کرنا حضور ﷺ کی زندگی میں نہ ہوا

① سنن دارمی، المقدمة، رقم: ۲۱۰۔ مجمع الزوائد، رقم: ۸۶۳۔

تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے منع کرنے پر انہوں نے کہا کہ ہم نیک کام کر رہے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ہاں نیک کام ہی احداث اور ابتداء کی صورت میں برباد ہو جاتے ہیں۔ حضرات! آج بھی جتنی بدعات جاری ہیں جب ان سے منع کیا جاتا ہے تو اہل بدعت یہی جواب دیتے ہیں کہ ہم تو نیک کام کر رہے ہیں۔

اہل بدعت سے تابعین و ائمہ کی نفرت:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین و ائمہ ہدایت رضی اللہ عنہم بھی اسی منہج پر قائم رہے، چنانچہ ابو قلابہ کا قول ہے:

”لا تجالسوا اهل الأهواء ولا تجادلوهم، فانی لا آمن أن

یغمسوکم فی ضلالتهم أو یلسبوا علیکم ما تعرفون.“^①

”اہل بدعت کے ساتھ مت بیٹھو اور نہ ہی ان کے ساتھ جھگڑا کرو مجھے خطرہ ہے کہ وہ تمہیں اپنی گمراہی میں نہ ڈبو دیں یا کم از کم تمہارے علم میں تشکیک و تلبیس نہ داخل کر دیں۔“

عمر بن قیس الملائی کا قول ہے:

”لا تجالس صاحب زیغ فیزیغ قلبک.“^②

”کجو شخص کے ساتھ مت بیٹھو، ورنہ تمہارا دل بھی کجروی کا شکار ہو جائے گا۔“

ثابت بن عجلان کا کہنا ہے:

”میں نے انس بن مالک، سعید بن مسیب، حسن بصری، سعید بن جبیر، عامر

الشبلی، ابراہیم الخثعمی، عطاء بن ابی رباح، طاؤس، مجاہد، عبد اللہ بن ابی ملیکہ،

زہری، مکحول، قاسم ابو عبد الرحمن، عطاء الخراسانی، ثابت البنانی، حکم بن عتیہ،

ایوب السختیانی، حماد، محمد بن سیرین، ابو عامر، یزید الرقاشی اور سلیمان بن موسیٰ

① سنن دارمی: ۱۲۰/۱۔ شرح السنة للالکائی: ۱۳۴/۱۔

② الابانة: ۴۳۶/۲۔

جیسے جلیل القدر ائمہ کو پایا ہے، یہ سب اہل بدعت کے ساتھ بیٹھنے سے روکا کرتے تھے۔^①

امام مالک رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

”ایاکم واصحاب الرأي فانهم أعداء السنة.“^②

”اہل بدعت سے بچو کیونکہ وہ سنت کے دشمن ہیں۔“

امام مالک رضی اللہ عنہ جو امام دارالہجرۃ کے لقب سے ملقب ہیں کی اہل بدعت سے نفرت کا اندازہ اس بات سے بخوبی ہوتا ہے کہ جب ایک شخص نے ان سے اللہ تعالیٰ کے استواء علی العرش کی کیفیت کی بابت سوال کیا تو آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کا استواء علی العرش معلوم ہے، لیکن استواء کی کیفیت مجہول ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے، جب کہ کیفیت کا سوال کرنا بدعت ہے، میں سمجھتا ہوں کہ تم بدعتی ہو۔ پھر اس شخص کو اپنی مجلس سے نکال دیے جانے کا حکم دیا۔“^③

امام ابوداؤد فرماتے ہیں: اہل بغداد کا ایک شخص ابوبکر المغازی (جو جہم بن صفوان کی رائے رکھتا تھا) امام اہل السنۃ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کو سلام کرنے کی غرض سے آیا، امام احمد بن حنبل نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا اور فرمایا: ”یہاں سے دور ہو جاؤ اور آئندہ کبھی میرے دروازے پر نظر نہ آؤ، تمہارے ساتھ تو وہ سلوک ہونا چاہیے جو امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے صبیح کے ساتھ کیا تھا۔ یہ کہہ کر دروازہ بند کر لیا اور اپنے گھر داخل ہو گئے۔“^④

حضرات! اس معنی میں ائمہ سلف سے جو اقوال مروی و منقول ہیں اگر ان سب کو جمع کیا جائے تو یہ محسوس ہوگا کہ علماء و محدثین کا بدعت و اہل بدعت کے ترک پر اجماع تھا۔

تنبیہ:

یاد رہے کہ بدعت بظاہر نیک کام ہوتا ہے اور یہ نیک کام بدعت قرار پا کر اس لیے مردود

① شرح السنة للالکائی : ۱۳۳/۱.

② مناقب مالک للزواوی، ص: ۱۴۸.

③ مناقب مالک للزواوی، ص: ۱۳۴.

④ مسائل امام احمد، ص: ۳۵۵.

اور بدعتی سزاوار عذاب الہی ہو جاتا ہے کہ اس نیک کام پر دربار نبوت سے مہر ثبت نہیں ہوتی۔ وہ سکہ مدینہ کی ٹکسال سے ڈھلا نہیں ہوتا۔ اور یاد رکھیے! شرک اور بدعت کے کاموں کو نیکی تصور کرنا بڑی بدبختی ہے۔ ایسے شخص پر شیطان پوری طرح کامیاب ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ ابْلِيسَ قَالَ: أَهْلَكْتُهُمْ بِالذُّنُوبِ فَأَهْلَكُونِي بِالِاسْتِغْفَارِ فَلَمَّا رَأَيْتُ ذَلِكَ أَهْلَكْتُمْ بِالْأَهْوَاءِ فَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ مُهْتَدُونَ فَلَا يَسْتَغْفِرُونَ.))^①

”شیطان نے کہا میں نے لوگوں کو گناہوں کے ساتھ ہلاک کرنے کی کوشش کی۔ پس انہوں نے مجھے استغفار کے ساتھ ہلاک کیا۔ پس جب میں نے یہ دیکھا (کہ اس طرح کام نہیں بنتا) تو میں نے ان کو خواہشات کے ذریعے ہلاک کر دیا۔ وہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہدایت پر ہیں اور گناہوں سے بخشش نہیں مانگتے۔“

تو شیطان ایسی ایسی خواہشات اور آرزوئیں دلاتا ہے کہ ان کی خوبصورتی، جاذبیت اور کشش سے آدمی لٹو ہو جاتا ہے۔ اولیاء اللہ اور بزرگان دین کی محبت کے شہد میں شرک کا زہر ملا کر بدعت کے جام زرنگار میں ڈال کر اپنے دوستوں کو پلاتا ہے تو وہ ہر جرعہ پر مستی سے سر ہلاتے ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ وہ بہت نیک کام کر رہے ہیں۔ پس شیطان اس حربہ اہواء سے ذریت آدم کو ہلاک کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اولادِ آدم کو جہنم کا ایندھن بنانے کے لیے ابلیس نے کیسا لاجواب نسخہ تجویز کر ڈالا کہ سنت کے نور سے دور لوگ مرض کو شفا اور اجل کو دوا سمجھ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ترک احداث اور سنت رسول ﷺ سے محبت کی توفیق ارزانی فرمائے۔



① الترغیب والترہیب للمندری: ۱/۸۷- السنة، ابن ابی عاصم: ۹/۱.

ساتواں حق

رسول اللہ ﷺ سے خیر خواہی

آپ کے حقوق میں سے ساتواں حق یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پوری طرح خیر خواہی ہو، نصیحت و خیر خواہی وہ ہوتی ہے کہ خلوص دل کے ساتھ کسی کا بھلا چاہنا، اُس کے ساتھ وفاداری نبھانا، اُس کی خیر خواہی کرنا، اُس کی تعظیم و توقیر کرنا، اُس کے احکامات کو دل سے ماننا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

﴿وَلَا عَلَى الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ مَا يُنْفِقُونَ حَرَجٌ إِذَا نَصَحُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ ط

مَا عَلَى الْمُحْسِنِينَ مِنْ سَبِيلٍ ط وَاللَّهُ عَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٩١﴾ (التوبة: ۹۱)

”اور نہ ان لوگوں پر جو وہ چیز نہیں پاتے جو خرچ کریں، جب وہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے خلوص رکھیں، نیکی کرنے والوں پر (اعتراض کا) کوئی راستہ نہیں اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“

اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو واقعی معذور تھے اور ان کا عذر واضح تھا اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ایسے لوگ جن کے پاس خرچہ نہیں تھا، لیکن وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ مخلص تھے اور دلی محبت و خیر خواہی رکھیں وہ اگر کسی وجہ سے جہاد کے لیے نہیں جاسکتے تو ان پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی ان پر کوئی حرج ہے۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ اخلاص اور خیر خواہی کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پوری طرح خیر خواہی کی دلیل رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث بھی ہے جسے امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: الدِّينُ النَّصِيحَةُ قُلْنَا: لِمَنْ؟ قَالَ: لِلَّهِ

وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأُمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ. ﴿١٠﴾

”یقیناً نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا دین خیر خواہی کا نام ہے۔ ہم نے کہا کس کے لیے؟ فرمایا اللہ کے لیے اور اس کی کتاب کے لیے اور اس کے رسول کے لیے اور آئمہ مسلمین اور تمام مسلمانوں کے لیے۔“

مولانا سید محمد داؤد غزنوی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

”عربی لغت میں نصیحت کا لفظ بڑا جامع ہے، اور اس کے معانی بڑے وسیع ہیں، اسی وسعت کے لحاظ سے معنی سمجھنا چاہیے..... اللہ پاک کے رسول (ﷺ) سے نصیحت (خیر خواہی) یہ ہے کہ ان پر ایمان خالص ہو۔ ان کی تعظیم دل و جان سے بجالائے۔ ان کی سنت کی پیروی کرے اور آپ ﷺ کے پیغام کی دنیا میں اشاعت کرے..... اس حدیث کو محدثین نے ان چند احادیث میں شمار کیا ہے جن پر فقہ اسلامی کا مدار ہے۔“

آپ ﷺ کا پیغام جسے آپ ﷺ نے دنیا کے سامنے پیش کیا وہ پیغام توحید ہے، بلکہ یہ پیغام تمام انبیاء و رسل کا پیغام ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِيْهِ إِلَيْهِ أَنْهَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾ (الانبیاء: ۲۵)

”تجھ سے پہلے بھی جو رسول ہم نے بھیجا اس کی طرف یہی وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں پس تم سب میری ہی عبادت کرو۔“

فخر موجودات جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے توحید کی اشاعت و ترویج کی خاطر پوری زندگی کھپادی۔ اور اس راہ میں آنے والی ہر تکلیف کو برداشت کیا۔ خصوصی طور پر کئی زندگی کا تو کوئی دن ایسا نہ گذرا ہوگا جو پیارے نبی ﷺ نے راحت و سکون سے گزارا ہو۔ قرآن کریم آپ ﷺ کا مشن اور پیغام ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

① صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۱۹۶.

﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَىٰ أَنبَاءِ إِلَهُكُمْ إِلَهُ وَاحِدٌ فَمَنْ كَانَ
يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا ۝﴾

(الكهف: ۱۱۰)

”آپ کہہ دیجیے کہ میں تو تم جیسا ہی ایک انسان ہوں (ہاں) میری جانب وحی کی جاتی ہے کہ سب کا معبود صرف ایک ہی معبود ہے۔ تو جسے بھی اپنے پروردگار سے ملنے کی آرزو ہو، اسے چاہیے کہ نیک اعمال کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ کرے۔“

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿قُلْ إِنبَاهُوَ إِلَهُ وَاحِدٌ وَإِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ ۝﴾

(الانعام: ۱۹)

”(اے محمد ﷺ) کہہ دیجیے کہ معبود صرف وہ ایک ہی ہے اور بے شک میں تمہارے شرک سے بیرار ہوں۔“

اسی طرح صحیح ابن حبان اور صحیح ابن خزیمہ میں حدیث آئی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی دعوت کا آغاز توحید سے کیا، ارشاد فرمایا:

((يَا أَيُّهَا النَّاسُ قُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تَفْلِحُوا.))^①

”اے لوگو! لا الہ الا اللہ کا اقرار کرو تم کامیاب ہو جاؤ گے۔“

یہ آپ ﷺ کا مشن ہے اسے روکنے کی کوششیں کی گئیں، آپ ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھائے گئے، پتھر مارے گئے اور کبھی آپ ﷺ کو ساحر، دیوانہ اور مجنون کہا گیا لیکن آپ ﷺ اپنے مشن سے باز نہ آئے اور اس مشن میں کوئی چیز رکاوٹ نہ بنی۔

ایک وقت آپ ﷺ کو لالچ بھی دیا گیا کہ آپ ﷺ کسی خوبصورت عورت سے نکاح

① صحیح ابن حبان رقم: ۶۵۶۲۔ مسند أحمد، رقم: ۱۶۰۲۳۔ ابن حبان نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

کر لیں، مکہ کی بادشاہت لے لیں، یا سونے اور چاندی کا تعین کر لیں تمہارے قدموں میں لا کر ڈھیر کر دیں گے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر سورج میرے دائیں ہاتھ پر اور چاند میرے بائیں ہاتھ پر رکھ دو تو پھر بھی اللہ کی توحید بیان کرنے سے گریز نہیں کروں گا اور تمہارے بتوں کی تذلیل کرتا رہوں گا۔ لات بھی جھوٹا ہے، منات بھی جھوٹا ہے، عزیٰ بھی جھوٹا ہے اور یہ بیت اللہ میں رکھے گئے تین سوساٹھ بت بھی جھوٹے ہیں، معبود برحق صرف ایک اللہ ہی ہے۔^①

خیر خواہی کا تقاضا:

یہ آپ ﷺ کا مشن تھا۔ آپ ﷺ کے ساتھ خیر خواہی اور نصیحت کا تقاضہ یہ ہے کہ اس مشن کو اختیار کیا جائے اور توحید کی دعوت کو عام کرنے کے لیے مختلف ذرائع استعمال میں لائے جائیں۔

آپ سے اخلاص و خیر خواہی یہ ہے کہ ہر حال میں آپ کو مقدم کیا جائے، آپ کو ہر حال میں ترجیح دی جائے، آپ کی اتباع کی جائے، آپ کے فیصلوں کو مانا جائے، آپ کی تعلیمات اور آپ کی لائی ہوئی شریعت کو قیامت تک کے لیے تسلیم کیا جائے۔ آپ کی احادیث اور سنن کو صرف اس وقت کی معاشرتی اقدار کہہ کر رد نہ کیا جائے بلکہ انہیں قیامت تک کے لیے رہنما اصول مانا جائے اور یہ تسلیم کیا جائے کہ احادیث و سنن ہر معاشرے کے لیے برابر ہیں۔ آپ خاتم النبیین ہیں، آپ کے بعد کوئی اور نبی نہیں بن سکتا اور نہ ہی کسی اور کے طریقہ و شریعت کو اختیار کیا جاسکتا ہے۔ آپ کی تعظیم و توقیر ہر حال میں مقدم ہے جس طرح انبیاء میں آپ کی ذات آخری ذات ہے، اسی طرح آپ کا کلام بھی آخری کلام ہے اور حرف آخر کی حیثیت رکھتا ہے، انہی کو مطاع و پیشوا ماننا ہوگا اور یہ سب کچھ دل کے خلوص اور گہرائی سے کیا جائے۔

① مختصر سیرت الرسول، ص: ۱۸۱۔

جس طرح آپ نے اپنی قوم کے لیے تکالیف برداشت کیں، ظلم برداشت کیا، گھر سے بے گھر ہوئے اور دندان مبارک شہید کروائے، اسی طرح آپ کی امت کا بھی یہ فرض ہے کہ خواہ انہیں کتنی ہی تکالیف کیوں نہ ہوں، ہر حال میں آپ کی نبوت کی تصدیق کرے اور ان کی بات کو حرف آخر کے طور پر مانے۔

الشیخ محمد بن صالح العثیمین ”ریاض الصالحین“ کی شرح میں رقمطراز ہیں:

”رسول اللہ ﷺ کے لیے خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی بات کی تصدیق کرنا اور یہ کہ آپ صادق و مصدوق ہیں جو بھی آپ فرمادیتے ہیں اس میں صادق ہیں اور جو خبر آپ نے وحی کے ذریعے بتائی اس میں آپ مصدوق ہیں نہ تو آپ نے جھوٹ بولا اور نہ ہی کوئی آپ کو جھٹلائے۔“

رسول اللہ ﷺ سے خیر خواہی یہ ہے کہ آپ کی سچے دل سے اتباع کی جائے، اس طرح کہ نہ تو آپ کی شریعت سے تجاوز کیا جائے اور نہ ہی اس میں کمی کی جائے، تمام عبادات میں آپ کو اپنا امام مانا جائے۔ رسول اللہ ﷺ اس امت کے امام و متبوع ہیں اور کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ آپ کے سوا کسی اور کا اتباع کرے جیسا کہ آپ نے فرمایا:

((بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً))^①

”میری طرف سے پہنچا دو، خواہ ایک ہی آیت کیوں نہ ہو۔“

آپ سے خیر خواہی یہ بھی ہے کہ بندہ آپ کی شریعت کا دفاع اور حمایت کرے، کیونکہ ساری کی ساری بدعات گمراہی ہیں۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا:

((كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ))^②

”ہر بدعت گمراہی ہے۔“

اس بدعت سے کوئی بدعت بھی خواہ وہ قولی ہو یا عملی ہو یا اعتقادی ہو، مستثنیٰ نہیں ہے، ہر

① صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، رقم: ۳۴۶۱۔

② صحیح مسلم، کتاب الجمعة، رقم: ۲۰۰۵۔

طریقہ جو آپؐ کے طریقہ کی مخالفت کرے اور اس شریعت کے خلاف ہو جو آپؐ لے کر آئے ہیں خواہ وہ عقیدہ میں ہو، عمل میں ہو، قول میں ہو وہ بدعت ہے۔

نبی کریم ﷺ سے خیر خواہی یہ ہے کہ آپؐ کے اصحاب کا احترام و تعظیم کیا جائے، اس لیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خیر القرون ہیں جو کوئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گالی دے یا ان سے بغض رکھے یا ان پر طعن کرے یا ان پر بہتان باندھے تو وہ آپؐ کا خیر خواہ نہیں ہے اور وہ یہ گمان کرے کہ وہ آپؐ کا نام ناصح ہے تو وہ جھوٹا ہے۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تو بغض رکھے اور انہیں گالیاں دے اور آپؐ سے محبت رکھنے کا اور خیر خواہی کرنے کا دعویٰ کرے۔ جبکہ آپؐ کا فرمان ہے:

((الْمَرْءُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلُ))^①

”یعنی آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، تو تم میں سے ہر کوئی دیکھے کہ وہ کس سے دوستی رکھتا ہے۔“

صحابی کو گالی دینے والا درحقیقت وہ آپؐ کو گالی دے رہا ہے اور وہ آپؐ کا خیر خواہ نہیں ہے۔ اس لیے کہ شریعت ہم تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی نے پہنچائی ہے اور جب یہی لوگ طعن و تشنیع کا نشانہ بنائے جائیں گے تو شریعت کی توثیق کون کرے گا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سب و شتم کرنا اصل میں نبی کریم ﷺ کو سب و شتم کرنا ہے۔ اس لیے نبی کریم ﷺ کی خیر خواہی آپؐ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت و احترام اور تعظیم میں ہے اور یہی اسلام کا تقاضا ہے۔

مجموعی طور پر یہی آپؐ سے خیر خواہی ہے جس سے آپؐ کی عظمت و رفعت اور شان و شوکت میں اضافہ ہو۔ پوری دنیا میں صرف اور صرف آپؐ کے احکامات اور اصول و ضوابط جو

① مسند أحمد : ۲ / ۳۳۴، رقم : ۸۳۹۸۔ مستدرک حاکم، رقم : ۷۳۱۹۔ امام حاکم نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

زندگی گزارنے کے لیے آپؐ نے بتائے ہیں ان کے مطابق زندگی گزارنی جائے۔ آپؐ کی تعلیمات کے مقابل سب تعلیمات کو ہیچ سمجھا جائے اور آپؐ کی تعلیم و توقیر اور حرمت پر کوئی تساہل نہ برتا جائے، اسی طرح آپؐ کے اصحاب، ازواجِ مطہرات اور اہل بیت رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک کی حرمت پر بھی آنچ نہ آنے دی جائے۔ سنت و حدیث پر مذاق اڑانے والوں یا ان پر اعتراض کرنے والوں کا ناطقہ بند کر دیا جائے اپنی جان سے بھی بڑھ کر آپؐ کی اور آپؐ کی تعلیمات کا خیال کرنا ہی خیر خواہی ہے۔



آٹھواں حق

رسول اللہ ﷺ سے محبت

بجھی عشق دی اک نوں وا لگی

سماں آیا ای شوق جگاؤنے دا

آپ ﷺ کے حقوق سے آٹھواں حق آپ ﷺ سے محبت ہے۔

محبت کس کو کہتے ہیں:

محبت حبہ سے ماخوذ ہے اور حبہ کے معنی تخم کے ہیں، جو زمین پر گرتا ہے۔ لہذا ”حَب“ کا نام ”حُب“ رکھ دیا گیا ہے۔ چنانچہ اصل حیات اس میں ہے جس طرح اشجار و نباتات میں ”حَب“ یعنی تخم ہے جس طرح میدان میں بیج کو بکھیرا جاتا ہے اور مٹی میں چھپایا جاتا ہے، اس پر پانی برستا ہے، آبیاری کی جاتی ہے، سورج چمکتا ہے، گرم و سرد موسم گزرتا ہے، لیکن زمانہ کے تغیرات اسے نہیں بدلتے۔ جب وقت آتا ہے تو وہ تخم اگتا ہے۔ پھل و پھول دیتا ہے، اسی طرح جب محبت کا بیج دل میں جگہ پکڑتا ہے تو اسے حضوری و غیوریت مشقت و راحت اور فراق و وصال کوئی چیز بدل نہیں سکتی۔

نیز اہل لغت کا یہ بھی کہنا ہے کہ محبت ”حَب“ سے مشتق ہے، اور ”حَب“ وہ دانہ ہے جس میں پانی بکثرت ہو اور اوپر سے وہ ایسا محفوظ ہو کہ چشموں کا پانی اس میں داخل نہ ہو سکے۔ یہی حال محبت کا ہے کہ جب وہ طالب کے دل سے جاگزیں ہو جاتی ہے تو اس کا دل اس سے پُر ہو جاتا ہے، پھر اسی دل میں محبوب کے کلام کے سوا کوئی جگہ نہیں رہتی۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ”حَب“ ایسا نام ہے جو محبت کی صفائی کے لیے وضع کیا گیا ہے۔ اس لیے اہل عرب، انسان کی آنکھ کی سفیدی کی صفائی کو ”حبة الانسان“ کہتے ہیں۔ جس

طرح دل کے نکتہ کو ”حبة القلب“ کہتے ہیں، دل کا نکتہ محبت کی جگہ اور آنکھ کی سفیدی دیدار کا مقام ہے۔ اسی معنی میں یہ مقولہ ہے کہ ”دل اور آنکھ دوستی میں مقارن و متصل ہیں۔“ اور اسی معنی میں یہ شعر ہے:

القلب يحسد عيني لذت النظر

والعين يحسد قلبي لذت الفكر

”دل اس پر رشک کرتا ہے کہ آنکھ کو لذت دیدار ملی اور آنکھ اس پر رشک کرتی ہے کہ دل کو لذت فکر ملی۔“

محبت اصل حیات ہے۔ محبت دل کے لیے بمنزلہ طعام و شراب کے ہے۔ محبت ہم آہنگی کا ذریعہ، دلوں کے درمیان ذریعہ ربط اور ایک دوسرے کا احترام سکھاتی ہے، محبت دوستی کا راز ہے، بلکہ وجود انسانی کا راز ہے، محبت ایثار کا سبق دیتی ہے، محبت دلوں کی نرمی کا باعث ہے، محبت دعوتِ توحید کو عام کرنے کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ محبت سے ہی بہترین اور خوشگوار معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ محبت درحقیقت توحید و رسالت سے آگہی کا پہلا زینہ ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ محبت کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”وَحَقِيقَةُ الْمَحَبَّةِ عِنْدَ أَهْلِ الْمَعْرِفَةِ مِنَ الْمَعْلُومَاتِ الَّتِي لَا تُحَدُّ، وَإِنَّمَا يَعْرِفُهَا مَنْ قَامَتْ بِهِ وَجَدَانًا وَلَا يُمَكِّنُ التَّعْبِيرُ عَنْهَا.“^①

”اہل معرفت کے ہاں محبت ایسی معلومات سے ہے جس کی کوئی حد نہیں صرف اس کو وہ جانتا ہے جو وجدانی طور پر اس کو قائم رکھے، اور اس کی تعبیر ممکن ہی نہیں ہے۔“

اور حافظ ابن القیم الجوزیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

① فتح الباری لابن حجر: ۱۰/۴۶۳۔

”لَا تُحَدُّ الْمَحَبَّةُ بِحَدِّ أَوْضَحَ مِنْهَا، فَالْحُدُودُ لَا تَزِيدُهَا إِلَّا خِفَاءً وَجَفَاءً فَحَدُّهَا وَجُودُهَا وَلَا تُوصَفُ الْمَحَبَّةُ بِوَصْفٍ أَظْهَرَ مِنَ الْمَحَبَّةِ، وَإِنَّمَا يَتَكَلَّمُ النَّاسُ فِي أَسْبَابِهَا، وَمُوجِبَاتِهَا، وَعَلَامَاتِهَا، وَشَوَاهِدِهَا، وَثَمَرَاتِهَا، وَأَحْكَامِهَا فَحُدُودُهُمْ وَرُسُومُهُمْ دَارَتْ عَلَى هَذِهِ السِّتَةِ، وَتَنَوَّعَتْ بِهِمُ الْعِبَارَاتُ وَكَثُرَتِ الْإِشَارَاتُ، بِحَسَبِ إِدْرَاكِ الشَّخْصِ وَمَقَامِهِ وَحَالِهِ وَمَلَكِهِ لِلْعِبَارَةِ.“^①

”محبت کی اس سے زیادہ واضح تعریف نہیں ہے۔ پس اس (محبت) کی تعریفات اس کو پوشیدگی اور جفاء میں ہی زیادہ کریں گی۔ اس کا پایا جانا اس کی حد ہے اور محبت کا محبت کے علاوہ کوئی واضح وصف بیان نہیں کیا جاسکتا۔ لوگوں نے اس کے اسباب، موجبات اور علامات، شواہد، ثمرات اور احکامات کے بارے میں بحث کی ہے۔ ان کی حدود اور رسومات اسی طریقہ پر گھومتی رہی ہیں۔ عبارات اس کے متعلق مختلف اور اشارات بہت زیادہ ہو گئے ہیں۔ ہر شخص نے اسے اپنے ادراک کے مطابق مقام، حال اور ملک کے مطابق تعبیر کیا ہے۔“

فرضیتِ محبت رسول ﷺ:

یاد رہے کہ محبت ایک جذبہ ہے کوئی مادی شے نہیں کہ اسے ماپ اور تول سکیں، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر کس پیمانے سے ناپیں اور کس کسوٹی سے جانچیں کہ محبت کس سے زیادہ ہے یا کس سے کم؟ اس بات کو قرآن پاک نے بڑی وضاحت سے بیان فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ

① مدارج السالکین لابن القیم: ۹/۳.

وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسْكِينٌ تَرْضَوْنَهَا
 أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ
 اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ﴿٢٤﴾ (التوبه: ٢٤)

”آپ کہہ دیجیے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور
 تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے قبیلے اور تمہارے کمائے ہوئے مال اور وہ
 تجارت جس کی کمی سے تم ڈرتے ہو اور وہ حویلیاں جنہیں تم پسند کرتے ہو اگر یہ
 تمہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد سے بھی زیادہ عزیز
 ہیں تو تم انتظار کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنا عذاب لے آئے اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت
 نہیں دیتا۔“

اس آیت کریمہ میں یہ نہیں کہا گیا کہ اپنے گھرانے اور اپنے قبیلے کے افراد کو تم عزیز
 کیوں رکھتے ہو؟ نہ ہی یہ کہا گیا ہے کہ اپنی دولت اور اپنے مکانوں سے تمہیں محبت کیوں ہے؟
 بلکہ کہا یہ گیا ہے کہ اگر یہ مال و دولت اور رشتے تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور اس
 کے رستے میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو تم حلقہ اطاعت سے باہر ہوئے جاتے ہو۔ یہ ساری
 چیزیں اپنی اپنی جگہ ضروری ہیں اور ان کی اہمیت و افادیت بھی ناگزیر اور قلوب انسانی میں ان
 سب کی محبت بھی طبعی ہے لیکن جب بھی اللہ تعالیٰ اس کے رسول ﷺ اور غیر اللہ کی محبت میں
 تصادم ہو تو غیر اللہ کو خیر باد کہہ دیا جائے۔ پس امت کا دین، ایمان اور اسلام سب کچھ حضرت
 محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت و اطاعت ہے کہ ۵

محمدؐ حامی دین ماحی کفر و ضلالت ہے
 محمدؐ شمع ایماں، مشعل راہ ہدایت ہے
 محمدؐ مصطفیٰ کے واسطے کیا کیا سعادت ہے
 نبوت ہے، رسالت ہے، قیادت ہے، امامت ہے

محمدؐ خود شناس و محرم رازِ حقیقت ہے
 قسیم حوضِ کوثر ہے، وسیم مہر و شفقت ہے!
 محمدؐ کے سر پر نور پر تاجِ شفاعت ہے
 نہیں ملتی ہے جو ہر آدمی کو وہ یہ نعمت ہے
 محمدؐ ہی کے دم سے افتخارِ آدمیت ہے
 محمدؐ جانِ ملت، آنِ ملت، شانِ ملت ہے
 اک اُمّی نے سب ادیان و ملل منسوخ کر ڈالے
 محمدؐ تاجدارِ منصب ختم رسالت ہے

حضور ﷺ سے محبت تمام فرائضِ اسلام سے پہلا فریضہ ہے۔ اس محبت کے بغیر کسی اہل
 اسلام کا ایمان مکمل نہیں ہو سکتا۔ حضرت خاتم الانبیاء کی سیرت و کردار سے متاثر ہو کر مسلمان تو
 مسلمان آپ کی شان میں غیر مسلم ہندو اور سکھ شعراء نے بھی اپنے کلام کے ذریعہ عقیدت و
 محبت کا اظہار کیا ہے اور بلا امتیاز مذہب خراجِ عقیدت پیش کیا تو اندازہ کیجیے کہ کیسے اوصاف
 اور شان کا حامل ہوگا وہ نبی کہ جس سے مسلمان تو مسلمان غیر مذہب کے لوگ بھی محبت کا اظہار
 کرتے ہیں۔ ایک مسلمان شاعر اللہ کے نبی ﷺ سے محبت و عقیدت کا اظہار کچھ ان الفاظ میں
 کرتا ہے ۵

جلال اتنا کہ حسن میں بھی ہو جس سے شانِ نیاز پیدا
 جمال ایسا کہ جس کی تابش سے پتھروں میں گداز پیدا
 وجاہت اتنی کہ شوقِ دیدار کو مجالِ نمو نہیں ہے
 لیاقت ایسی کہ کم سوادوں کو جرأتِ گفتگو نہیں ہے
 ذہانت ایسی کہ عقل خود بین کو جو اسیرِ نیاز رکھے
 صداقت ایسی کہ شاعروں کو مبالغے سے بھی باز رکھے

سرشت اتنی لطیف، صدق و صفا کا گنجینہ جس کو کہیے
 طبیعت ایسی شریف، مہر و وفا کا آئینہ جس کو کہیے
 عطوفت اتنی کہ حاسد بے ادب کے جرم و گناہ بخشے
 مرّت ایسی کہ دشمن جاں طلب کو بھی جو پناہ بخشے
 حسد تیری بزم میں جسے لائے، خلق تیرا غلام کر لے
 جو رم کرے تجھ سے ازراہِ بغض، تو اس کو رام کر لے
 جو تیرے جلوؤں سے ہو منور، اس آئینے میں نہ بال آئے
 مٹے خیالِ گناہ دل سے، جو دل میں تیرا خیال آئے
 تیرے فروغِ جمال کی تابشیں پہ بتا رہی ہیں
 کہ تیری صورت میں تیری سیرت کی طلعتیں جگمگا رہی ہیں
 یہ دیکھتا ہوں کہ تیرے اقوال خود بخود منہ سے بولتے ہیں
 یہ دیکھتا ہوں کہ تیرے احوال خود دلوں کو ٹٹولتے ہیں
 یہ دیکھتا ہوں کہ تیری نظروں میں ہیج ہے فرّ شہر یاری
 یہ دیکھتا ہوں کہ تیرے قدموں پہ صدقے ہوتی ہے تاجداری
 یہ دیکھتا ہوں غلام و آقا کا فرق تو نے مٹا دیا ہے
 یہ دیکھتا ہوں کہ تو نے شاہ و گدا کو ہمسر بنا دیا ہے
 یہ دیکھتا ہوں جہاں کے ویرانے تیرے قدموں سے گلستاں ہیں
 یہ دیکھتا ہوں کہ تیرے دیوانے علم و حکمت کے پاساں ہیں
 تیرے فقیروں کو بانٹتے دیکھتا ہوں دارا کی کبریائی
 تیرے غلاموں کو روندتے دیکھتا ہوں فرعون کی خدائی
 (تاجورنجیب آبادی)

تمام کائنات اور تمام موجودات سے زیادہ محبت:

جب تک تمام کائنات اور تمام موجودات سے حضور اقدس ﷺ کی ذات عزیز تر نہ ہو جائے ایمان ناقص و ادھورا ہے۔ احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے اس مضمون کو وضاحت سے بیان فرمایا۔ چنانچہ آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

((لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَهْلِهِ وَمَالِهِ
وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ))^۵

”کوئی بندہ مومن نہیں ہوتا جب تک اس کو میری محبت، گھر والوں اور مال اور سب لوگوں سے زیادہ نہ ہو۔“

بعض محبان نے اپنی محبت کا اظہار اپنے اشعار میں یوں کیا ہے ط

وَاللّٰهُ يَا خَيْرَ الْخَلَائِقِ اِنَّ لِيْ
قَلْبًا مَّشُوقًا لَا يَرُوْمُ سِوَاكَ
بِكَ قَلْبِيْ مُغْرَمٌ يَا سَيِّدِيْ
وَحُشَاشِيْةٌ مَّحْشُوَّةٌ بِهَوَاكَ

”اللہ کی قسم! اے خیر الخلائق میرا دل صرف آپ ﷺ کی محبت میں لبریز ہے وہ آپ کے سوا کسی کا طالب نہیں۔ میرے سرکار! میرا دل آپ ﷺ کا ہی شیدا ہے اور میرے اندر تو آپ ہی کی محبت بھری ہوئی ہے۔“

ہندو شاعر ساحر، پنڈت امر ناتھ نے محبت رسول میں جو گلہائے عقیدت پیش کیے ہیں وہ

مندرجہ ذیل اشعار میں دیکھے جاسکتے ہیں ط

میرا قلب مطلع نور ہے کہ حرم میں جلوہ یار ہے
دل و دید نحو نظارہ ہیں کہ نہ گرد ہے نہ غبار ہے

^۵ صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۱۶۸.

ترے جلوؤں کا تری رحمتوں کا حساب ہے نہ شمار ہے
 کہ صفات کون و مکان کی تری ذات دارومدار ہے
 ترا عشق ہستی شش جہت ترا حسن پیکر معرفت
 اسے تو نے اپنا بنالیا کہ ترا یہ قول و قرار ہے
 یہ حضور شاہ نظام دیں ترا حسن خسرو دلبراں
 ترا جلوہ بزم ہے خسروی کہ ترے چمن کی بہار ہے
 جو نہ صوت و حرف میں آسکے جو دوکون میں نہ سما سکے
 رگ جان ساحر خستہ میں وہ چمن کی ایسی بہار ہے

جان سے زیادہ محبت:

رسول اللہ ﷺ سے اپنی جان سے زیادہ محبت کرنے کی فرضیت پر درج ذیل حدیث شریف دلالت کرتی ہے:

((عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ هِشَامٍ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ آخِذٌ
 بِيَدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَأَنْتَ
 أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا نَفْسِي، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَهُ: لَا
 وَالَّذِي نَفْسِي، بِيَدِهِ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ: فَقَالَ
 لَهُ عُمَرُ: فَإِنَّهُ الْآنَ وَاللَّهِ لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي. فَقَالَ:
 النَّبِيُّ ﷺ الْآنَ يَا عُمَرُ.))^①

”عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ تھے اور آپ ﷺ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو پکڑے ہوئے تھے۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے اللہ کے رسول! آپ مجھے میری جان کے سوا ہر چیز سے زیادہ محبوب

① صحیح بخاری، کتاب الایمان والندور: رقم: ۶۶۳۲.

ہیں۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! (تو مومن) نہیں، یہاں تک کہ میں تیری جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں، تو عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے کہا اللہ کی قسم! اب یقیناً آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں، تو نبی ﷺ نے فرمایا: اب اے عمر! اب (بات بنی ہے)۔“

مذکورہ بالا حدیث میں دیگر باتوں کے علاوہ ایک انتہائی قابل توجہ بات یہ ہے کہ جناب رسول صادق و امین ﷺ نے قسم کھا کر بیان فرمایا کہ ایمان کی تکمیل کے لیے آپ ﷺ کا مومن کو اپنی جان سے زیادہ محبوب و عزیز ہونا ضروری ہے۔ حالانکہ آپ ﷺ کی ذات گرامی اس قدر رفیع المرتبت ہے کہ آپ قسم نہ بھی کھائیں تب بھی آپ کی ہر بات ٹھیک اور شک و شبہ سے بلند و بالا ہے اور جب آپ کوئی بات قسم کھا کر فرمادیں تو وہ بات کتنی زیادہ پختہ ہوگی کیونکہ معلوم ہے کہ قسم کلام کی پختگی پر دلالت کرتی ہے۔^①

اپنے والدین اور اولاد سے بھی زیادہ محبت ہو:

ہر مسلمان پر فرض ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ اس کے نزدیک اپنے والدین اور اولاد سے بھی زیادہ پیارے ہوں۔ درج ذیل حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ.))^②

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پس اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم میں سے اس وقت تک کوئی کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والدین اور اولاد سے

① بحوالہ عمدة القاری: ۱/۱۴۳.

② صحیح بخاری، کتاب الایمان، رقم الحدیث: ۱۴.

بھی زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔“

لذتِ ایمان کا حصول:

وہ ذائقہ جو بندے کو دیگر لذائذ سے بیگانہ کر دے اور اسے ایسی چاشنی کا خوگر کر دے کہ دنیا کی کوئی چیز اسے پسند نہ آئے۔ دنیا کی تنہائیاں اور مصائب زمانہ اس کے ذوقِ ایمان کو کم نہ کر سکیں وہ ذائقہ ایمان کا ذائقہ ہے اور ایمان کی مٹھاس کا آدمی جب رسیا ہو جاتا ہے تو دہکتے کوئلے بلالِ حبشی و صہیب رومی کی لذتِ ایمان میں ذرا کمی نہ کر پائے بلکہ تپتی ریت اور دہکتے کوئلے ان کی محبت سے ٹھنڈے ہو جاتے ہیں اور جو انھیں اس حالت میں سوز دروں حاصل ہوتا ہے وہ الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ کسی نے اس کی خوب ترجمانی کی ہے ۵

یار کرے جد اپنا تینوں چھٹسن ہو ر اشایاں

ماں پیو سخن یاد نہ رہن حرص نہ بھیناں بھائیاں

وہ لذتِ ایمان کب حاصل ہوتی ہے؟ اس کے جواب کے لیے صحیح بخاری و مسلم کی مندرجہ ذیل حدیث دیکھیں جسے حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے بیان کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا:

((ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ: أَنْ يَكُونَ اللَّهُ وَرَسُولَهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ، وَأَنْ يَكْرَهُ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقَذَّفَ فِي النَّارِ.)) ①

”تین باتیں جس میں ہوں اس نے ایمان کی لذت اور چاشنی پالی۔ ① اللہ اور اس کا رسول اس کی طرف سب سے زیادہ محبوب ہوں ② اور وہ کسی سے صرف اللہ کے لیے محبت کرے ③ اور وہ کفر میں لوٹنا اتنا ہی ناپسند خیال کرے جیسے کہ

① صحیح بخاری، کتاب الایمان، رقم: ۱۶ و کتاب الاکراه، رقم: ۶۹۴۱۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۱۶۵۔

اس کو آگ میں ڈالا جانا ناپسند ہے۔“

آخرت میں معیت رسول ﷺ کا شرف نصیب ہونا:

اسی طرح جس شخص نے دنیا میں ایمان کی حالت میں نبی کریم ﷺ سے محبت کی وہ

آخرت میں آپ ہی کے ساتھ ہوگا۔ درج ذیل حدیث شریف اس بات کو واضح کرتی ہے، جس

کے راوی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں، فرماتے ہیں:

((جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ: مَا أَعَدَدْتُ لِلْسَّاعَةِ؟ قَالَ: حُبُّ اللَّهِ وَرَسُولِهِ، قَالَ: فَإِنَّكَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتِ، قَالَ أَنَسٌ: فَمَا فَرِحْنَا بَعْدَ الْإِسْلَامِ، فَرِحًا أَشَدَّ مِنْ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: فَإِنَّكَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتِ قَالَ أَنَسٌ: فَأَنَا أُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ، وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ فَأَرْجُوا أَنْ أَكُونَ مَعَهُمْ، وَإِنْ لَمْ أَعْمَلْ بِأَعْمَالِهِمْ))^①

ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول قیامت

کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تو نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے؟

اس نے کہا اللہ اور رسول کی محبت۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ قیامت کے دن تو

اپنے محبوب کے ساتھ ہی ہوگا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم کو اسلام قبول

کرنے کے بعد سب سے زیادہ خوشی اس بات کی ہوئی کہ ”آدمی اپنے محبوب کے

ساتھ ہوگا۔“ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ

اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے محبت رکھتا ہوں، اور مجھے امید ہے کہ میں انہی کے ساتھ

ہوں گا۔ اگرچہ میں ان جیسے اعمال نہ کر سکا۔“

اسی طرح آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

① صحیح بخاری، کتاب الادب، رقم: ۶۱۷۱۔ صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ

رقم: ۶۷۱۳۔

((الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ))^①

”آدمی اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا۔“

دل کو اگر ہے چاند بنانے کی آرزو
 کر اکتسابِ نور اسی آفتاب سے
 ذکر نبی کروں گا تو کہہ دوں گا حشر میں
 لایا ہوں ارمغان یہ جہانِ خراب سے
 کیفِ خیال شاہِ رسالت سے مست ہو
 بڑھ کر کوئی شراب نہیں اس شراب سے
 ہونا ہے عرشِ دولت دیں سے جو بہرہ ور
 تو بھی رجوع کر شہہ دین کی جناب سے
 (عرشِ ملیسانی)

علامات محبت رسول ﷺ

چنانچہ نبی کریم ﷺ سے محبت کی علامتیں مندرجہ ذیل ہیں۔

① کثرت ذکر محبوب ﷺ:

محبت صادق کی یہ پہچان ہے کہ وہ اکثر اپنے محبوب کی یاد میں رطب اللسان رہتا ہے۔ وہ اپنے محبوب کے اوصاف و واقعات کا ذکر کر کے اپنے سکون قلب کا سامان بناتا ہے۔ اس بات کا ذکر رسول اللہ ﷺ نے بھی فرمایا ہے:

((مَنْ أَحَبَّ شَيْئًا أَكْثَرَ ذَكَرَهُ))^②

”جو کسی سے محبت کرتا ہے وہ اپنے محبوب کا اکثر ذکر کرتا ہے۔“

① صحیح بخاری، کتاب الادب، رقم: ۶۱۷۰۔ صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، رقم: ۶۷۱۸۔

② جامع صغیر: ۱۶۰/۲۔

کثرت ذکر محبوب، محب کو اندھا بہرہ کر دیتا ہے۔ اس کے قلب سے محبوب کے سوا ہر چیز کی محبت نابود ہو جاتی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((حُبُّكَ لِلشَّيْءِ يُعْمِي وَيُصَمُّ))^①

”یعنی تجھے کسی چیز کی محبت ہو جائے تو وہ حب تجھے اندھا اور بہرا کر دے گی۔“

یہ علامت محبان رسول اللہ ﷺ میں کمال کے ساتھ موجود تھیں اور وہ اپنے محبوب رسول پاک ﷺ کا ذکر بڑے رقت آمیز انداز میں کرتے تھے۔ اس کا اندازہ ان واقعات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

ایک بار حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما انصاری کی ایک مجلس میں گئے تو دیکھا کہ سب لوگ رو رہے ہیں، سب پوچھا تو بولے کہ ہم کو سرکار کی مجلس یاد آگئی۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ کرتے تھے تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے۔^②

❖ درود سے محبوب ﷺ کی یاد:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کتنے کیف و سرور میں رسالت مآب ﷺ کا ذکر خیر کیا کرتے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اس واقعہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ایک دن حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اور جمعرات کا دن کس قدر سخت تھا۔ اس کے بعد اس قدر روئے زمین کی کنکریاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: جمعرات کا دن کیا؟ بولے اسی دن آپ ﷺ کے مرض وصال میں شدت آئی تھی۔^③

رسول اللہ ﷺ کے وصال پر اکابر امت کے دونوں حصے ہمیں ملتے ہیں جنہیں پڑھ کر کلیجہ

① سنن ابوداؤد: ۳۴۶/۵، رقم: ۴۹۳۰۔ مسند احمد: ۱۴۹/۵۔

② طبقات ابن سعد، تذکرہ حضرت عبد اللہ بن عمر۔

③ صحیح مسلم، کتاب الوصیہ، باب ترك الوصیہ لمن لیس له شی یوصی فیہ،

رقم: ۴۲۳۲۔

منہ کو آتا ہے۔

حضرت فاطمہ الزہراءؑ:

مَاذَا عَلَى مَنْ شَمَّ تُرْبَةَ أَحْمَدٍ
أَلَّا يَشُمَّ مَدَى الزَّمَانِ غَوَالِيَا

”جس نے ایک مرتبہ بھی خاک پائے احمد مجتبیٰ سونگھ لی، اسے ساری عمر کوئی اور خوشبو سونگھنے کی حاجت نہیں۔“

صَبَّتْ عَلَيَّ مَصَائِبُ لَوْ أَنَّهَا
صَبَّتْ عَلَيَّ الْأَيَّامِ عُدُنَ لِيَالِيَا

”نبی ﷺ کی جدائی میں وہ مصیبتیں مجھ پر ٹوٹی ہیں کہ اگر یہ دنوں پر ٹوٹتیں تو وہ راتوں میں تبدیل ہو جاتے۔“

أُغْبِرَّ آفَاقُ السَّمَاءِ وَكُورَتُ
شَمْسُ النَّهَارِ وَأَظْلَمَ الْعَصْرَانِ

”آسمان کی پہنائیاں غبار آلود ہو گئیں، دن کا سورج لپیٹ دیا گیا اور زمانہ تاریک ہو گیا۔“

وَالْأَرْضُ مِنْ بَعْدِ النَّبِيِّ كَثِيبَةٌ
أَسْفَا عَلَيْهِ كَثِيرَةٌ الرَّجْفَانِ

”اور زمین نبی کریم ﷺ کے بعد بتلائے غم و الم ہے اور ان کے غم میں سراپا ڈوبی ہوئی ہے۔“

فَلْيُبَكِّهِ شَرْقُ الْبِلَادِ وَغَرْبُهَا
وَلْيُبَكِّهِ مُضَرٌّ وَكُلُّ يَمَانٍ

”اب آنسو بہائے مشرق بھی اور مغرب بھی اُن کے فراق میں اور آنسو بہائے

قبیلہ مضر اور یمن کا ہر شخص۔“

وَلِيْبِكِهِ الطَّوْدُ الْمُعَظَّمُ جَوْهٌ
وَالْبَيْتُ ذُو الْأَسْتَارِ وَالْأَرْكَانِ

”آپ کی جدائی پر بڑی ہیبت والے پہاڑ اور پردوں میں چھپا ہوا حجر اسود اور

بیت اللہ بھی اشک بار ہے۔“

يَا خَاتَمَ الرُّسُلِ الْمُبَارَكِ ضَوْئُهُ
يَا فَخْرَ مَنْ طَلَعَتْ لَهُ النَّيْرَانُ

”اے خاتم الرسل! آپ برکت اور سعادت کی جوئے فیض ہیں اور فخر تو صرف

ان کے لیے ہے جن پر (آپ کی ہدایت کی) روشنیاں چمکیں۔“

صَلَّى عَلَيْكَ مُنْزِلُ الْقُرْآنِ ۝

”آپ ﷺ پر تو قرآن کریم نازل کرنے والی ہستی رب تعالیٰ بھی درود و سلام

بھیجتی ہے۔“

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ:

يَا عَيْنُ فَاْبِكِي وَلَا تَسَامِي
وَحَقُّ الْبُكَاءِ عَلَى السَّيِّدِ

”اے آنکھ! تو خوب رو، اب یہ آنسو نہ تھمیں، میرے آقا اس کے لائق ہیں کہ ان

پر گریہ کیا جائے۔“

عَلَى خَيْرِ خِنْدِفٍ عِنْدَ الْبَلَاءِ
أَمْسَى يُغَيَّبُ فِي الْمَلْحَدِ

”شدائد و مصائب کے وقت سب سے جلد پہنچنے والے پر جو فوت ہو کر گوشہ قبر

میں دفن کیا جا رہا ہے۔“

فَصَلِّ الْمَلِيكَ وَلِيَّ الْعِبَادِ
وَرَبُّ الْعِبَادِ عَلَى أَحْمَدِ

”مالک الملک، بادشاہ عالم، بندوں کا والی اور پروردگار، احمد مجتبیٰ پر سلام و رحمت

بھیجے۔“

فَكَيْفَ الْحَيَاةُ لِفَقْدِ الْحَبِيبِ
وَزَيْنِ الْمُعَاشِرِ فِي الْمَشْهَدِ

”اب کیسی زندگی، جو حبیب ہی بچھڑ گیا اور وہ نہ رہا جو زینت دو عالم تھا۔“

فَلَيْتَ الْمَمَاتَ لَنَا كُنَّا
فَكُنَّا جَمِيعًا مَعَ الْمُهْتَدِي

”کاش! ہم سب کو موت آجائے تاکہ ہم سب اس ہدایت والی ذات کے ساتھ

مل جائیں۔“

❖ نبی کریم ﷺ کے دیدار اور صحبت کی شدید تمنا:

اس عورت کو یاد کیجیے گا کہ جنگ احد میں اسے اطلاع ملی اللہ کے رسول ﷺ شہید کر دیئے گئے، بے قرار ہو کر گھر سے باہر نکلی۔ راستے میں اسے اطلاع ملی کہ تیرا باپ شہید ہو گیا، کہا پرواہ نہیں۔ آگے بڑھی، اطلاع ملی کہ تیرا بھائی شہید ہو گیا، پرواہ نہیں۔ اللہ کے رسول کا بتاؤ؟ لوگوں نے کہا: وہ خیریت سے ہیں، کہا، جب تک دیکھ نہیں لوں گی اس وقت تک مجھے قرار نہیں آئے گا، اور آگے بڑھی، اللہ کے پیغمبر نظر آ گئے، کہتی ہے: ((الْأَكْلُ شَيْءٌ خَلَاةٌ جَلَلٌ)) ”یا رسول اللہ! آپ کو دیکھ لیا اب ساری مصیبتیں جھیلنا آسان ہو گئیں“ اب نہ باپ کا صدمہ، اور نہ شوہر کا صدمہ، اور نہ بھائی کا صدمہ بس اب آپ کو دیکھ لیا ساری مصیبتیں اور ساری تکلیفیں مٹ گئیں۔^①

① البداية والنهاية لابن كثير : ٤١٧٤.

ماں بھی اور باپ بھی، شوہر بھی، برادر بھی فدا
اے شہہ دیں ترے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم!
(شبلی نعمانی)

حضور ﷺ کے سر پرست اور محافظ چچا ابوطالب آپ ﷺ کی مدح و ثنا میں لب کشا
ہوئے ایک قصیدے میں ابوطالب کی زبانِ قلم سے ایک ایسا شعر بھی نکلا جو بہت سے قصیدوں
سے بھاری ہے اور وہ شعر یہ ہے ؎

وَأَبْيَضَ يُشْتَقِي الْغَمَامَ بِوَجْهِهِ
ثَمَالُ الْيَتَامَى عِصْمَةٌ لِلْأَرَامِلِ

”وہ روشن اور تابناک چہرے والے، جن کے صدقے میں بادلوں سے پانی مانگا
جائے۔ وہ یتیموں کے والی اور بیواؤں کے سر پناہ ہیں۔“

اے نقیب قرآنی، اے رسولِ یزدانی!
تم ہو زیست کے رہبر، تم حیات کے بانی
چہرہ مبارک کا جس نے نور دیکھا ہے
اس نے خلد دیکھی ہے، اس نے طور دیکھا ہے
تم زمیں پہ کیا آئے؟ بادِ نورِ بہار آئی!
جامِ لالہ فام آیا، بوئے مشک بار آئی
نام میں بھی نکبت ہے، یاد میں بھی خوشبو ہے
کیا جمالِ عارض ہے، کیا بہارِ گیسو ہے
تم جہاں سے اُٹھے وہ بنائے ہستی ہے
تم جہاں خوابیدہ ہو، زندگی بستی ہے

لب پہ نام آتا ہے، روح مسکراتی ہے
 زندگی بہاروں میں ڈوب ڈوب جاتی ہے
 (ساتی جاوید)

اللہ کے پیغمبر تھے صحابہ کرام اور صحابیات آپ ﷺ کی زیارت کرتے، آپ ﷺ کا انتقال ہو گیا، انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جس دن اللہ کے پیغمبر کا انتقال ہوا۔ اس سے تاریخ اور سیاہ دن ہم نے نہیں دیکھا، دفن کر کے گھر آئے، فاطمہ رضی اللہ عنہا نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تمہارے دل نے کیسے گوارہ کر لیا کہ تم نے پیغمبر کے جسم اطہر پر مٹی ڈال دی؟^①

امیر عمر رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں گشت پر ہیں کہ ایک گھر میں چراغ جل رہا ہے، تفتیش کی کہ چراغ کیوں جل رہا ہے؟ آدھی رات گزر گئی اس گھر کے مکین کیوں نہیں سوئے؟ دیکھا کہ ایک بڑھیا تہجد پڑھ رہی ہے اس کی زباں پر جملے آگئے۔ کچھ جملے مقفی تھے شعر بن گئے ان سے ایک شعر کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ میں راتوں کو قیام کرتی ہوں، پوری پوری رات قیام میں گزار دیتی ہوں اور جب سحری کا وقت ہوتا ہے تو روتی ہوں، اور گڑ گڑاتی ہوں، اور میری یہ خواہش ہے اور میری یہ تمنا ہے کاش کوئی مجھے آ کر بتادے کہ میری تمنا پوری ہو سکتی ہے یا کہ نہیں؟ وہ تمنا کیا ہے؟ وہ تمنا یہ ہے کہ کوئی آ کر بتادے کہ قیامت کے دن اپنے پیغمبر ﷺ کی جھلک دیکھ پاؤں گی یا نہیں؟ اس جھلک کی خاطر رات کو سوتی نہیں قیام کرتی ہوں۔ اور اللہ سے دعائیں کرتی ہوں اور سحر کے وقت استغفار کرتی ہوں، روتی ہوں۔ صرف ایک ہی خواہش ہے کہ دنیا کی زندگی میں بار بار اللہ کے پیغمبر ﷺ کو دیکھوں۔ اب یہ موقع ختم ہو چکا۔ اللہ کے پیغمبر ﷺ انتقال کر گئے قیامت کا دن ہوگا، اللہ کے پیغمبر کا درجہ اونچا ہوگا اور ہمارا درجہ نیچے ہوگا۔ کاش! مجھے موت کی خبر آ کر بتادے کہ تمہاری ان تہجدوں کا اور ان رونے دھونے کا کوئی نتیجہ حاصل ہو جائے گا؟

جناب رسول کریم ﷺ کے ایک اور سچے محب کو دیکھتے ہیں کہ جب بھی اس کے ذہن

① البداية والنهاية لابن كثير: ۲۵۴/۵.

میں آنحضرت ﷺ کا اور اپنی موت کا تصور آتا ہے تو وہ پریشان ہو جاتا ہے۔ اس کی پریشانی کا سبب یہ اندیشہ ہے کہ اگر وہ جنت میں داخل ہو بھی گیا تب بھی نبی کریم ﷺ کے چہرہ پر انوار کا دیدار نہ کر سکے گا۔ کیونکہ آپ ﷺ تو وہاں حضرات انبیاء کرام ﷺ کے ساتھ تشریف فرما ہوں گے اور یہ صحابی کہیں نچلے درجے میں ہوگا، اس محب صادق کا قصہ امام طبرانی نے ام

المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا کے حوالہ سے بایں الفاظ لکھا ہے:

((جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّكَ لَأَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي وَإِنَّكَ لَأَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ وَلَدِي، وَإِنِّي لَأَكُونُ فِي الْبَيْتِ فَأَذُكُّكَ فَمَا أَصْبِرُ حَتَّى أَتِيكَ فَأَنْظُرَ إِلَيْكَ وَإِذَا ذَكَرْتُ مَوْتِي وَ مَوْتَكَ عَرَفْتُ أَنَّكَ إِذَا دَخَلْتَ الْجَنَّةَ رُفِعَتْ مَعَ النَّبِيِّينَ، وَإِنِّي إِذَا دَخَلْتُ الْجَنَّةَ خَشِيتُ أَنْ لَا أَرَاكَ“

فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى نَزَلَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِهَذِهِ الْآيَةِ: ﴿وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ﴾ (النساء: ۶۹) ❶

”ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا! اے اللہ کے رسول! بے شک آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں اور آپ ﷺ مجھے میری اولاد سے بھی زیادہ محبوب ہیں اور بے شک جب میں گھر میں ہوتے ہوئے آپ ﷺ کو یاد کرتا ہوں تو اس وقت تک میں صبر نہیں کرتا جب تک میں آپ ﷺ کے پاس آ کر دیکھ نہ لوں، اور جب میں اپنی اور آپ کی موت کو یاد کرتا ہوں تو مجھے یقین ہے۔ کہ آپ تو اس وقت انبیاء کے ساتھ بلند و بالا مقام پر ہوں گے جب آپ ﷺ جنت میں داخل ہوں گے، اور بے شک میں جنت میں داخل ہوں گا تو

❶ معجم أوسط للطبرانی، رقم: ۴۸۰۔ مجمع الزوائد للهيثمي: ۲/۲۔

مجھے ڈر ہے کہ میں اس وقت آپ ﷺ کو نہ دیکھ سکوں گا“
 نبی ﷺ نے اس بات کا جواب اس وقت تک نہیں دیا حتیٰ کہ جبریل علیہ السلام یہ آیت
 لے کر نازل ہوئے ”اور جو شخص اللہ کی اور رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرے، وہ
 ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے، جیسے نبی اور صدیق الی
 آخر الآیۃ“

اسی طرح ایک اور محب صادق کو فرمائش کرنے کا موقع میسر آتا ہے ان کی فرمائش کیا
 تھی؟ امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں ان کی زبانی ہی بیان فرمایا ہے، یہ حضرت ربیعہ بن کعب
 الاسلمی رضی اللہ عنہ ہیں، فرماتے ہیں:

((كُنْتُ أَبِيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَأَتَيْهِ بِوَضُوئِهِ وَحَاجَتِهِ،
 فَقَالَ لِي: ”سَلْ“ فَقُلْتُ: أَسْأَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ. قَالَ:
 أَوْغَيْرَ ذَلِكَ؟ قُلْتُ: هُوَ ذَاكَ. قَالَ فَأَعِنِّي عَلَى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ
 السُّجُودِ.))^①

”حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے
 پاس رات گزار لی، آپ کی حاجت اور وضو کے لیے پانی لے کر حاضر ہوا،
 آپ ﷺ نے فرمایا: سوال کر، میں نے کہا کہ جنت میں آپ کی رفاقت چاہتا
 ہوں، فرمایا اس کے علاوہ؟ میں نے کہا بس یہی ہے، آپ نے فرمایا کہ کثرت
 سجد سے اپنے نفس پر میری مدد کرو۔“

دیکھئے! محب صادق کو فرمائش کا موقع میسر آیا تو بلا تردد جناب رسول اللہ ﷺ کی جنت
 میں رفاقت کا سوال کیا دوسرے موقع پر پھر اسی فرمائش کو دہرایا۔ مال و متاع اور اغراض دنیوی
 کا تصور بھی ذہن میں نہیں آیا۔

① صحیح مسلم، کتاب الصلاة، رقم: ۱۰۹۴.

◆ اپنی جان و مال اپنے محبوب پر نثار کرنا:

محَب صادق کے دل میں ہمیشہ اس بات کی تڑپ رہتی ہے کہ وہ اپنی جان و مال اپنے محبوب پر نثار کر دے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دیکھئے کہ نبی اکرم ﷺ کی سلامتی کو خطرہ لاحق ہوتا ہے تو آپ کے آنسو نکل آتے ہیں، امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اپنی مسند میں بیان فرماتے ہیں:

((عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: فَأَرْتَحَلْنَا وَالْقَوْمُ يَطْلُبُونَا، فَلَمْ يَدْرِكْنَا إِلَّا سُرَاقَهُ بَنِي مَالِكِ بْنِ جُعْشَمٍ عَلَى فَرَسٍ لَهُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! هَذَا الطَّلَبُ قَدْ لَحِقَنَا. فَقَالَ: "لَا تَحْزَنُ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا". حَتَّى إِذَا دَنَا مِنَّا فَكَانَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ قَدْرُ رُمْحٍ أَوْ رُمَحَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةِ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! هَذَا الطَّلَبُ قَدْ لَحِقَنَا. وَبَكَيْتُ. قَالَ: "لِمَ تَبْكِي؟" قُلْتُ: أَمَا وَاللَّهِ! مَا عَلَيَّ نَفْسِي أَبْكِي، وَلَكِنْ أَبْكِي عَلَيْكَ. قَالَ: فَدَعَا عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: "اللَّهُمَّ! اكْفِنَاهُ بِمَا شِئْتَ" فَسَاخَتْ قَوَائِمُ فَرَسِهِ إِلَى بَطْنِهَا فِي أَرْضٍ صَلْدٍ..... الحديث.))^①

”حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: کہتے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ہم نے ہجرت کا سفر کیا اور قوم ہم کو تلاش کر رہی تھی، ہم کو صرف سراقہ بن مالک اپنے گھوڑے پر ملا، میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! یہ طلب کرنے والا تو ہم کو آ ملا ہے، پس آپ ﷺ نے کہا غم نہ کر، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے حتیٰ کہ وہ ہمارے قریب ہو گیا، ہمارے اور اس کے درمیان ایک نیزہ یا دو یا تین نیزے کا فاصلہ تھا۔ اس نے کہا، میں نے کہا کہ یہ تو ہم کو آ ملا ہے اور میں رو پڑا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیوں روتا ہے، میں نے کہا اللہ کی قسم! اپنے لیے نہیں بلکہ آپ کی

① صحیح بخاری، کتاب المناقب، رقم: ۳۶۱۵۔ مسند احمد بن حنبل، رقم: ۳۔

خاطر روتا ہوں؟ حضرت ابو بکر کہتے ہیں: کہ نبی اکرم ﷺ نے اس پر بددعا کر دی فرمایا اے اللہ! اس کو جیسے چاہے کافی ہو جا پس اس کے گھوڑے کے گھٹنے پیٹ تک چٹیل زمین میں دھنس گئے۔“

یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب سفر ہجرت میں سراقہ بن مالک جناب رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما کا تعاقب کرتے کرتے ان کے بالکل قریب پہنچ جاتا ہے۔

۵۔ محبوب کا دفاع کرنا:

کیسی محبت؟ ایسی محبت کہ اللہ کے پیغمبر ﷺ کے دفاع کی خاطر اور نبی اکرم ﷺ کے دین کے دفاع کی خاطر بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم نے قربانیاں دیں۔ اپنا خون، جان اور مال سب کچھ لٹا دیا، اور کہا جہاں اللہ کے پیغمبر ﷺ کے سینے کا قطرہ گرے گا وہاں اپنا خون بہا دیں گے اللہ کے پیغمبر ﷺ کے آگے، اللہ کے پیغمبر ﷺ کے پیچھے، اللہ کے پیغمبر کے دائیں اور بائیں لڑیں گے۔

اسی طرح معرکہ احد میں دیکھئے کہ شہیدانِ احد شہادت سے پہلے آنحضرت ﷺ پر کس انداز میں فداکاری کا ثبوت دیتے ہیں۔ امام نسائی نے اپنی سنن میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے بیان فرمایا ہے کہ ”معرکہ احد میں جب مسلمان بھگدڑ میں منتشر ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صرف گیارہ انصاری اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہما رہ گئے تو مشرک نبی کریم ﷺ کے قریب پہنچ گئے، آپ ﷺ نے نگاہ بلند کرتے ہوئے فرمایا: قوم (مشرکین) کا مقابلہ کون کرے گا؟ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہما نے عرض کیا ”میں“ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اپنی جگہ پر رہو، انصاریوں سے ایک شخص نے عرض کیا ”میں“ اے اللہ کے رسول۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم“ (ٹھیک ہے تم مشرکوں کا مقابلہ کرو) اس شخص نے مشرکوں سے لڑاں کیں یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ مشرک اسی جگہ ڈٹے ہوئے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا ”قوم کا مقابلہ کون کرے گا؟“ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہما نے عرض کیا: ”میں“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ”تم اپنی جگہ پر رہو“، ایک انصاری نے عرض کیا ”میں“ آپ ﷺ نے فرمایا ”تم“ (ہاں ٹھیک ہے تم مشرکوں کا مقابلہ کرو)۔ وہ شخص مشرکوں سے لڑتے ہوئے شہید ہو گیا، نبی اکرم ﷺ اسی طرح فرماتے رہے اور ہر مرتبہ ایک ایک انصاری سامنے آتے اور اپنے پیشرو کی طرح مشرکوں سے لڑتے ہوئے جام شہادت نوش فرما لیتے، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہما باقی رہ گئے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”قوم (مشرکوں) کا مقابلہ کون کرے گا؟“ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ”میں“ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے گیارہ انصاریوں کے بقدر لڑائی کی دوران لڑائی ان کے ہاتھ پروار ہوا اور ان کی انگلیاں کٹ گئیں انہوں نے کہا ”حس“ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر تو بسم اللہ کہتا تو فرشتے لوگوں کے سامنے ہی تجھے اٹھا لیتے“ پھر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو پھیر دیا“ ①

اللہ اکبر! رسول کریم ﷺ سے سچی محبت کرنے والے گیارہ جان نثار آپ ﷺ پر اپنی جانوں کو نچھاور کر دیتے ہیں۔ پھر بارہویں جان نثار آگے بڑھتے ہیں اور ان کی فداکاری کچھ معمولی نہ تھی بلکہ تنہا ان کی فداکاری گیارہ پہلے جان نثاروں کے بقدر تھی۔ ان کا ہاتھ رسول اللہ ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے شل ہو گیا۔ امام بخاری حضرت قیس رضی اللہ عنہ سے بیان فرماتے ہیں کہ انہوں نے کہا ”میں نے طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا وہ ہاتھ دیکھا جو کہ رسول اللہ ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے شل ہو گیا تھا۔“ ②

آنحضرت ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے صرف ان کا ہاتھ ہی شل نہ ہوا بلکہ سارا جسم چھلنی ہو گیا ان کے جسم پر کم و بیش ستر زخم آئے۔ امام ابوداؤد طیالسی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا ”پھر ہم طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے جو کہ ایک گڑھے میں تھے اور ان کے جسم پر تیر و تلوار کے کم و بیش ستر زخم تھے۔“ ③

① صحیح سنن نسائی للالبانی: ۶۶۱/۲۔

② صحیح بخاری: ۳۵۹/۷۔

③ منحة المعبود فی ترتیب مسند ابی داؤد: ۹۹/۲۔ فتح الباری: ۸۲-۸۳/۷۔

معرکہ احد کے زخمیوں میں سے ایک اور محب صادق کو دیکھتے ہیں کہ ان کے جسم پر تیر، تلوار اور خنجر کے ستر ۷۰ کاری زخم ہیں اور ان کے اسی دارفانی اور اس میں موجود اہل و عیال اور مال و متاع سے جدا ہونے میں چند لمحات باقی ہیں ان آخری لمحات میں انہیں کس بات کی فکر تھی؟

جنگ احد کی افراتفری اور بدحواسی میں جب سرور کائنات ﷺ کو کفار نے گھیر لیا اور اس وقت فخر موجودات ﷺ نے آواز دی کہ کون مجھ پر جان دیتا ہے تو حضرت زیاد بن سکن چند انصاریوں کو لے کر یہ خدمت ادا کرنے کے لیے بڑھے ہر ایک نے جاں بازی سے لڑتے ہوئے اپنی جان فدا کر دی مگر ایک زخم بھی رحمت عالم کو لگنے نہیں دیا اور زیاد بن سکن کو یہ شرف حاصل ہوا کہ زخموں سے چور چور ہو کر دم توڑ رہے تھے۔ رحمت عالم ﷺ نے حکم دیا کہ ان کا لاشہ میرے قریب لاؤ۔ لوگ اٹھا کر لائے ابھی کچھ کچھ جان باقی تھی آپ ﷺ نے زمین پر گھسٹ کر اپنا منہ محبوب خدا کے قدموں پر رکھ دیا اور اسی حالت میں آپ ﷺ کی روح پرواز کر گئی۔^①

اسی پر کیف لمحے کو بڑے خوبصورت انداز میں نظم کیا گیا ۵

تیرے قدموں پر سر ہو اور تار زندگی ٹوٹے

یہی انجام الفت ہے یہی مرنے کا حاصل ہو

دوسرے شاعر نے یوں کہا ۵

نکل جائے جاں تیرے قدموں کے نیچے

یہی دل کی خواہش یہی آرزو ہے

اور ایک شاعر نے یوں کہا ۵

گروقت اجل سر تیری چوکھٹ پہ دھرا ہو

جتنی ہو قضا ایک ہی سجدے میں ادا ہو

① صحیح مسلم، باب غزوہ احد.

امام حاکم کی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے مروی حدیث کا ترجمہ پڑھتے ہیں،
حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”معرکہ احد کے دن رسول اللہ ﷺ نے مجھے سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ کی تلاش میں روانہ کیا اور فرمایا ”اگر سعد مل جائے تو اسے میرا سلام کہنا، اس سے کہنا کہ رسول اللہ ﷺ دریافت کر رہے ہیں ”تم کیسے ہو؟“ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”میں مقتولین میں گھومتے گھومتے ان تک پہنچا تو ان کی زندگی کے آخری سانس باقی تھے اور ان کے جسم پر تیر، تلوار اور نیزے کے ستر زخم تھے میں نے ان سے کہا ”سعد! رسول اللہ ﷺ تجھے سلام کہتے ہیں اور تمہاری کیفیت کے متعلق دریافت فرما رہے ہیں؟۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: رسول اللہ ﷺ پر سلام اور تجھ پر سلام۔ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں میری طرف سے عرض کرنا کہ میں جنت کی خوشبو پا رہا ہوں۔“ اور میری قوم انصار سے کہنا اگر تمہاری زندگی میں رسول اللہ ﷺ تک دشمن پہنچ گئے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارا کوئی عذر قابل قبول نہ ہوگا“
حضرت زید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر ان کی روح ان کے جسم سے پرواز کر گئی۔^①

اللہ اکبر! زندگی کے آخری لمحات میں اس سچے محب کو کس بات کی فکر دامن گیر تھی؟ انہیں کس بات کا اس وقت سب سے زیادہ اہتمام تھا؟ اس دنیا اور اس میں موجود اہل و عیال اور مال و متاع سے جدا ہوتے وقت انہوں نے اپنی قوم کو جو وصیت کی؟ جس بات کی انہیں فکر تھی؟ وہ اپنے محبوب اور محبوب رب العالمین کی سلامتی کی فکر تھی۔ اور اپنی قوم کو جو انہوں نے وصیت کی وہ یہی تھی کہ ان کی قوم کا ہر فرد آنحضرت ﷺ کی سلامتی کی خاطر اپنی جان بچھا کر دے۔

تکمیل معرفت ہے محبت رسولؐ کی
ہے بندگی خدا کی اطاعت رسولؐ کی

① مستدرک حاکم، رقم: ۴۹۵۸۔ سیر أعلام النبلاء: ۳۱۹/۱۔

ہے مرتبہ حضورؐ کا بالائے فہم و عقل
معلوم ہے خدا کو عزت رسولؐ کی
تسکین دل ہے سرور کون و مکاں کی یاد
سرمایہ حیات ہے الفت رسولؐ کی
انسانیت، محبت باہم، تمیز، عقل
جو چیز بھی ہے سب ہے عنایت رسولؐ کی
فرمانِ رب پاک ہے فرمانِ مصطفیٰؐ
احکام ایزدی ہیں ہدایت رسولؐ کی
اتنی سی آرزو ہے بس اے رب دو جہاں!
دل میں رہے سحر کے محبت رسولؐ کی
(کنور مہندر سنگھ بیدی سحر)

مسلمانو! سوچئے کیا ہمارا انداز فکر اور طرز عمل بھی یہی ہے؟ ہمیں کن باتوں کی فکر دامن گیر ہے؟ ہماری کیا فرمائشیں ہیں؟ کیا بہت سی فرمائشیں ایسی نہیں کہ ان کا زبان پر ذکر کرنا بھی ایک مسلمان کے لیے باعث شرم ہے؟

سبوائے جاں میں چھلکتا ہے کیمیا کی طرح
کوئی شراب نہیں عشقِ مصطفیٰؐ کی طرح
قدح کسار ہیں اس کی اماں میں جس کا وجود
سفینہ دو سرا میں ہے ناخدا کی طرح
وہ جس کے لطف سے کھلتا ہے غنچہ ادراک
وہ جس کا نام نسیم گرہ کشا کی طرح
خزاں کے جملہ ویراں میں وہ شگفت بہار
فنا کے دشت میں وہ روضہ بقا کی طرح

شرف ملا بشریت کو اس کے قدموں میں
 یہ مشمت خاک بھی تاباں ہوئی سہا کی طرح
 وہ جس کا جذب تھا بیداری جہاں کا سبب
 وہ جس کا عزم تھا دستور ارتقا کی طرح
 وہ جس کا سلسلہٴ جود ابرِ گوہر بار!
 وہ جس کا دست عطا مصدرِ عطا کی طرح
 وہ نور لم یزل تھا تہ قبائے وجود!
 یہ راز ہم پہ کھلا رشتہٴ قبا کی طرح
 بغیر عشقِ محمدؐ کسی سے کھل نہ سکے
 رموزِ ذات کہ ہیں گیسوئے دو تا کی طرح
 ریاضِ مدحت رسالت میں راہوارِ غزل
 چلا ہے رقصِ کناں آہوئے صبا کی طرح



نواں حق

رسول اللہ ﷺ کی عزت و تعظیم کرنا

با ادب بانصیب
بے ادب بدنصیب

رسول کریم ﷺ کے حقوق میں سے نواں حق یہ ہے کہ آپ ﷺ کی عزت و تعظیم کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَتُعْزِّرُوهُ وَتُقِرُّوهُ﴾ (الفتح: ۹)

”اور اس (رسول ﷺ) کی مدد کرو اور اس کا ادب کرو۔“

تعظیم و ادب کا معنی:

آپ ﷺ کی تعظیم اور ادب کرنے کا معنی یہ ہے کہ آپ کے فرامین، آپ کی سنن، آپ کی ازواج مطہرات، آپ کے اصحاب اور آپ کے شہروں کی آپ ﷺ کے تعلق اور اللہ رب العزت کے حکم کی بناء پر تعظیم کی جائے، آپ کی عظمت کا پاس رکھا جائے اور ادب کیا جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اندازِ تعظیم و ادب:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی اکرم ﷺ کی تعظیم کس طرح کیا کرتے تھے، چند واقعات ملاحظہ فرمائیے گا۔

چنانچہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ صحابہ کو حضور ﷺ کے در دولت پر دستک کی بھی ضرورت پڑا کرتی تو وہ اپنے ناخنوں کے ساتھ دروازہ کھٹکھٹایا کرتے تھے، ((كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَيَقْرَعُونَ بَابَهُ بِالْأظْفِيرِ))^①

اتنی تعظیم! کوئی صحابی حضور ﷺ کے سامنے ایسی آواز سے نہ بولتا کہ اس کی آواز رسول

① المدخل للبيهقي، رقم: ۶۵۹.

اللہ ﷺ سے اونچی ہوتی، اس ادب کی تعلیم خود خدائے برتر نے دی تھی:

﴿لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ﴾ (الحجرات: ۲)

”لوگو! اپنی آواز کو نبی ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو۔“

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں سورہ حجرات کی آیت ﴿لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ﴾ کی

تفسیر میں واقعہ بیان کیا ہے:

”سیدنا ثابت بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ کئی دن تک رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں نظر

نہ آئے، اس پر ایک شخص نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! میں اس بابت آپ کو

بتاؤں گا۔ چنانچہ وہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کے مکان پر آئے، دیکھا کہ وہ سر جھکائے

ہوئے بیٹھے ہیں۔ پوچھا کیا حال ہے؟ جواب ملا بُرا حال ہے، میں تو رسول

اللہ ﷺ کی آواز پر اپنی آواز بلند کرتا تھا، میرے اعمال برباد ہو گئے اور

میں جہنمی بن گیا۔ یہ شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور سارا واقعہ آپ

کو سنایا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کے فرمان سے ایک زبردست بشارت لے کر دوبارہ

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں،

بلکہ وہ اہل جنت سے ہے۔“^①

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مذکورہ آیت کریمہ سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ

جیسے آپ کی حیات مبارکہ میں اپنی آواز کو نبی ﷺ کی آواز سے بلند کرنا ممنوع ہے ویسے ہی

آپ کے وصال کے بعد بھی۔^②

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حیات میں مسجد نبوی کی تعمیر ہو رہی تھی معمار وہاں

اینٹوں کی تراش خراش کرتے تو آپ نے منع فرمایا کہ قبر اطہر کے قریب اینٹوں کی تراش

خراش مت کرو۔ آپ کو ایذا نہ پہنچاؤ۔ چنانچہ معمار اینٹوں کی تراش خراش قبر اطہر سے بعید

① بحوالہ: مسند أحمد: ۱۳۷/۳، رقم: ۱۲۴۰۸.

② وفاء الوفاء للسمهودی: ۱۲۲/۲، طبع دارالکتب العلمیہ.

مقام پر کرتے اور پھر لا کر ان کو تعمیر مسجد میں استعمال کرتے تھے۔^①

ائمہ کرام اس حکم کو دوام کے لیے قرار دیتے ہیں۔ حدیث نبوی صوت النبی ﷺ ہے۔ حدیث پاک کے ہوتے اپنی قال و قیل کو پیش کرنا، اپنی رائے اور سمجھ کو شامل کرنا صوت النبی ﷺ پر اپنی صوت کو بلند کرنا ہے، نبی ﷺ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مدح بھی فرمائی ہے۔ جو آپ ﷺ کی تعظیم کرتے ہیں، اور ان آداب کی پابندی کرتے ہیں۔ فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَعْضُونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ

اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ﴾ (الحجرات: ۳)

”جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنی آواز کو پست رکھتے ہیں یہ وہی ہیں جن

کے دلوں کا امتحان خدا تعالیٰ نے تقویٰ میں لیا ہے۔“

ظلمت کا چراغ بے ضیا ہے
انجم کا ستارہ ڈوبتا ہے
مہتاب کی چاندنی ڈھلی ہے
مرخ کی سمت مشتری ہے
اہل مد کہکشاں ہے مفرور
پروانہ نوایں شمع کا نور
زہرہ کا سفید ہو گیا رنگ
نظم پرویں کا کافیہ تنگ
سبزہ ہے کنارِ آب جو پر
یا خضر ہے مستعد وضو پر
اک شاخ رکوع میں رُکی ہے

① وفاء الوفاء: ۱۲۳/۲.

اور دوسری سجدہ میں جھکی ہے
 کیاری ہر ایک اعتکاف میں ہے
 اور آبِ رواں طواف میں ہے
 سامانِ ظہور کی ہے تمہید
 قدرت پہ ہو رہی ہے تاکید
 لو ہم نے جناب کو عطا کی
 آبِ حیواں کی ”میرِ بحری“
 جان و دل مرسلین محمدؐ!
 روحِ روح الامین محمدؐ!
 پیدا ہوئے خاتم النبیینؐ
 مہر عرفاں، عزّ و تمکین
 گنجینہٴ اصطفیٰ محمدؐ!
 آئینہٴ حق نما محمدؐ!
 اس وقت دیار میں عرب کے
 مطلع سے تجلیات رب کے
 برج شرفِ قریشیاں میں
 اور ہاشمیوں کے خاندان میں
 کعبہ کی زمین نامور سے
 اور عبد المطلب کے گھر سے
 اسلام کا آفتاب چکا
 بے پردہ و بے نقاب چکا

پیدا ہوئے سرورِ دو عالم!
 پیدا ہوئے فخرِ نوعِ و آدم
 تاجِ سرِ اصفیا محمد!
 تاجِ سرِ انبیاءِ محمد!
 (محسن کاکوری)

ہجرت کے دن اللہ کے پیغمبر ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہما مدینہ میں اکٹھے داخل ہو رہے ہیں، انصار کے بیشتر افراد نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا نہیں تھا، کہ کچھ آنکھیں ابوبکر کو دیکھ رہی ہیں، اور کچھ رسول اللہ ﷺ کو دیکھ رہی ہیں ابوبکر رضی اللہ عنہما یہ کیفیت دیکھ کر پریشان ہو گئے، اللہ کے رسول ﷺ کی تعظیم کا تقاضا تو یہ ہے کہ آج تمام تر نگاہوں کا مرکز محمد رسول اللہ ﷺ ہوں، چنانچہ حیلہ یہ سوچا کہ اپنے سر سے چدر اتار لی، اور رسول اللہ ﷺ پر سایہ کر دیا، جس سے لوگوں کو یہ تاثر دیا کہ اللہ کے رسول یہ ہیں، اور میں تو ان کا غلام ہوں۔^①

اسی طرح حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہما کو دیکھیے، ان کے بارے میں ہے کہ جب وہ ایمان لائے، ایمان لانے کے بعد اللہ کے رسول ﷺ سے کہتے ہیں ”اب سے کچھ دیر پہلے اس پوری کائنات میں سب سے زیادہ منحوس اور سب سے زیادہ قابلِ نفرت آپ کا دین تھا، اب سب سے زیادہ محبوب اور پیارا آپ کا دین بن چکا ہے اب سے کچھ دیر پہلے میرے نزدیک سب سے زیادہ منحوس اور سب سے زیادہ قابلِ نفرت آپ کا چہرہ تھا، اور اب سب سے زیادہ قابلِ محبت آپ کا چہرہ بن چکا ہے، اور اب سے کچھ دیر پہلے اس پوری کائنات میں سب سے زیادہ منحوس اور قابلِ نفرت آپ کا شہر تھا، اور اب سب سے زیادہ قابلِ محبت آپ کا شہر مدینہ منورہ بن چکا ہے۔“

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور آپ کے اصحاب اس طرح بیٹھے ہوئے تھے گویا کہ ان کے سروں پر

① مختصر سیرۃ الرسول، ص: ۲۹۶.

پرندے ہوں۔^①

حضرت بریدہ بن الحصیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوتے تو ہم اپنے سر آپ ﷺ کی تعظیم کی وجہ سے آپ کے سامنے نہ اٹھاتے۔“^②

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ ہیں:

”رسول اللہ ﷺ سے زیادہ محبوب میرے لیے کوئی نہ تھا اور نہ میری آنکھوں میں آپ ﷺ سے زیادہ کوئی جلال و شان والا تھا اور مجھ میں اتنی طاقت نہ تھی کہ میں آپ ﷺ کے جلال و تعظیم کی وجہ سے آپ ﷺ کے چہرہ مبارک کو نظریں بھر کر دیکھ لوں اور اگر مجھ سے یہ پوچھا جائے کہ میں آپ ﷺ کے (چہرہ کے) اوصاف بیان کروں تو میں اس کی طاقت نہیں رکھتا اس لیے کہ میں نے نظریں بھر کر آپ کو دیکھا ہی نہیں۔“^③

یعنی آپ ﷺ کے رخ انور کو نظر بھر کر دیکھ ہی نہ سکے کہ آپ ﷺ کی تعظیم و جلال اس قدر تھا کہ آپ کے سامنے نظریں جھکا کر رکھتے تھے ۵

نگاہ برق نہیں، چہرہ آفتاب نہیں

وہ آدمی ہے، مگر دیکھنے کی تاب نہیں

صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ ﷺ نے قریش مکہ کے پاس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بطور سفیر بھیجا تھا۔ قریشیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ بیت اللہ کا طواف کر لیں۔ انھوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ یہ بات میرے لائق نہیں ہے کہ میں طواف کروں اور رسول اللہ ﷺ

① صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسير، باب فضل النفقة فی سبیل اللہ، رقم:

۲۸۴۲.

② المدخل الی السنن الكبرى للبيهقي: ۵۶۷۲، رقم: ۵۴۱.

③ صحیح مسلم، کتاب الايمان، باب کون الاسلام يهدم ما قبله، رقم: ۱۲۱.

طواف سے محروم کر دیے جائیں۔^①

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ حجام آپ کے بال کاٹ رہا تھا، اس حال میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے ارد گرد تھے اور ان کا ارادہ یہ تھا کہ آپ ﷺ کا کوئی بھی بال مبارک ایسا نہ ہو جو کاٹا جائے اور وہ ان کے ہاتھوں میں نہ آئے۔^②

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کو نماز کے لیے اٹھے تو میں بھی اٹھا اور وضو کیا۔ میں آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھنے لگا تو آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اپنے برابر کر لیا۔ میں پیچھے ہٹ گیا اور آپ ﷺ کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر پھر اپنے برابر کر لیا۔ میں پھر پیچھے ہٹ گیا اور آپ ﷺ کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے اور فرمایا کیا ہے تیرے لیے؟ میں نے جب بھی تجھے اپنے برابر کیا تو پیچھے ہٹ گیا؟ میں نے آپ ﷺ سے عرض کی کہ کسی کو یہ لائق نہیں کہ وہ آپ کے برابر کھڑا ہو کر نماز پڑھے جبکہ آپ رسول اللہ ﷺ ہیں، عبد اللہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ میرے علم اور فہم کو زیادہ کرے۔^③

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب تک آپ ﷺ مجلس سے نہ اٹھتے صحابہ کرام بھی نہ اٹھتے بلکہ بیٹھے رہتے۔^④

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں ہمارے ساتھ تشریف فرما ہوتے، ہم سے باتیں کرتے تو جب آپ ﷺ اٹھتے تو ہم بھی اٹھتے، یہاں تک کہ ہم آپ ﷺ کو دیکھتے کہ آپ اپنی ازواج میں سے کسی کے گھر میں داخل ہو جاتے۔^⑤

① کتب سیرہ.

② صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب قربۃ من الناس وتبرکھم وتواضعہ لہم، رقم: ۳۳۲۵.

③ شعب الایمان للبیہقی، رقم: ۱۵۲۳.

④ سنن نسائی، کتاب القسامۃ، باب القود من الجبذۃ، رقم: ۴۷۸۰.

⑤ سنن ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی الحلم واخلاق النبی، رقم: ۴۷۷۴.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنے بال مبارک منڈواتے تو ابو طلحہ انھیں سب سے پہلے حاصل کرتے۔^①

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ جب صبح کی نماز پڑھتے تو مدینہ منورہ کے خادم اپنے پانی والے برتن لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان برتنوں میں پانی ہوتا تو جو برتن آپ ﷺ کے پاس لایا جاتا آپ ﷺ اپنا دست مبارک اس میں ڈالتے۔ پس بہت دفعہ آپ ٹھنڈی صبح میں تشریف لاتے تو آپ اپنا دست مبارک اس میں ڈالتے۔^②

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے اور آرام فرمایا۔ آپ ﷺ کو پسینہ آیا تو میری والدہ ایک برتن لے کر آئیں اور اس میں آپ ﷺ کا پسینہ جمع کرنا شروع کر دیا۔ نبی ﷺ بیدار ہو گئے اور ارشاد فرمایا: ”اے ام سلیم! یہ کیا کر رہی ہو؟“ اس نے کہا کہ یہ آپ کا پسینہ ہے جسے ہم اپنی خوشبو میں ڈال لیتے ہیں اور یہ سب سے طیب خوشبو بن جاتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تو نے صحیح کیا۔“^③

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر آپ ﷺ کا جانا آپ ﷺ کے خصائص میں سے ہے، اس لیے کہ اس کے علاوہ اور کوئی رشتہ نسب اور رضاعت میں ام سلیم رضی اللہ عنہا سے ثابت نہیں ہے، صرف گھر جانے تک کی بات نہیں ہے، یہی بات ہو تو کہا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ اس کے پاس اس کے محرم کے بغیر نہیں جاتے تھے، لیکن یہاں تو اس کا آپ ﷺ کے جسم مبارک کو چھونے کی بھی بات ہے تو حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ نے فتح الباری میں مکمل بحث کے بعد اسی کو اختیار کیا ہے کہ یہ آپ ﷺ کے خصائص میں سے ہے۔ الفاظ یہ ہیں: ”أَحْسَنُ الْأَجْوِبَةِ دَعْوَى الْخُصُوصِيَّةِ.“

① صحیح بخاری، کتاب الوضوء، بناب الماء الذي يغسل به شعر الانسان، رقم:

۱۷۱.

② صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب قرب من الناس، رقم: ۲۳۲۴.

③ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب طيب ريحه، رقم: ۲۳۳۱.

اور صحیح سند سے ثابت شدہ روایت موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ عورتوں میں سے کسی کے ہاں نہیں جاتے تھے سوائے اپنی بیویوں اور امّ سلیم کے۔ اس کے لیے آپ ﷺ سے کہا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا، اس کا بھائی میرے ساتھ قتل (شہید) ہوا ہے، یعنی حرام بن ملحان جو بر معونہ کے دن شہید ہوا تھا۔^①

عروہ بن مسعود (جو کہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) کو جب قریش نے صلح حدیبیہ کے سال رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا تو اس نے دیکھا کہ صحابہ نبی ﷺ کی کس قدر تعظیم کرتے ہیں۔ اس نے یہ منظر دیکھا: ”نبی ﷺ جب بھی وضو فرماتے، صحابہ ان کے وضو کے پانی کی طرف لپکتے اور اسے اپنے بدن پر ملتے تھے۔“
عروہ بن مسعود نے قریش سے جا کر کہا:

”اے قریش کے لوگو! میں نے قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار بھی دیکھے ہیں۔ اللہ کی قسم! کسی بادشاہ کی بھی ایسی تعظیم بجا نہیں لائی جاتی جیسی محمد (ﷺ) کے ساتھی ان کی تعظیم بجالاتے ہیں۔“^②

حضور نبی کریم ﷺ کی وہ بارگاہ ہے جس کے بارے میں مفکر اسلام علامہ اقبال نے کیا خوب فرمایا ہے ۵

ادب گاہست از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می اید جیند و بایزید ایں جا
”زیر آسمان عرش سے تعظیم و توقیر میں یہ نازک ترین جگہ ہے اور اس جگہ حضرت جنید بغدادی و بایزید بسطامی سرکردہ اولیا بھی اپنے سانسوں کو ادب سے بند کر لیتے ہیں۔“

① فتح الباری: ۷۸/۱۱.

② صحیح بخاری، کتاب الشروط، رقم: ۲۷۳۱، ۲۷۳۲.

اے قلم جھک جا ادب کا مقام آیا ہے
تیری نوک تلے میرے محبوب کا نام آیا ہے

دیار حبیب ﷺ کی عزت و تعظیم:

محبانِ مصطفیٰ ﷺ کے قلوب کے لیے جو سکون و راحت مدینہ کی فضا میں ہے اس کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ جن دلوں میں محبتِ مصطفیٰ ﷺ کی شمع فروزاں ہے وہ ہر وقت ”وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ“ کے مصداق ذکر حبیب میں رطب اللسان رہتے ہیں۔ ان کے دل دیار حبیب ﷺ کی تا نگ میں ہر وقت مچلتے رہتے ہیں۔ کیا خوب کہا کسی نے ؕ

جب تجھے یاد کر لیا صبح مہک مہک اٹھی
جب تیرا غم جگالیا رات مچل مچل گئی

ان کی فکر و جستجو ہر وقت کوئے محبوب کی جلوہ افرینیوں میں لگن رہتی ہے اور جس طرح محبوب رب العالمین ﷺ نے یثرب کو اپنی آمد سے مدینہ منورہ بنا دیا اسی طرح ان کے دل بھی یادِ محبوب اور محبتِ محبوب کی بنا پر مثل مدینہ ہو جاتے ہیں، جہاں صرف محبوب کبیر یا ﷺ کی محبت کا ہی بسیرا ہوتا ہے۔

محبانِ مصطفیٰ ﷺ کے ہاں مدینہ منورہ کا ایک اعلیٰ و ارفع مقام ہے۔ وہ مدینہ سے ہزاروں میل دور بھی یادِ مدینہ سے اپنے قلوب کے گلشن مہکاتے ہیں اور ذوق و شوق کی دنیا میں آنکھوں کے بل چل کر اس طاہر در حبیب ﷺ کی حاضری کو ابدی سعادتوں کا سرچشمہ سمجھتے ہیں۔ قاضی عیاض نے کچھ لوگوں کی خواہش کا ذکر بھی کیا ہے۔^①

اور بقولِ کسے ؕ

ہاں ہاں مدینہ ہے غافل! ذرا تو جاگ
اور پاؤں رکھنے والے یہ جا چشم و سر کی ہے

① الشفا بتعريف حقوق المصطفى، ص: ۳۰۰، طبع دارالحدیث القاہرہ.

جن مبارک قلوب میں محبت محبوب رب العالمین ﷺ کی آگ بھڑک رہی ہو، انہیں مدینۃ الرسول ﷺ کی فضاؤں میں عجیب قسم کا کیف و سرور محسوس ہوتا ہے۔ بقول شاعر ۵

چھاؤں مہک مہک ہے دھوپ ٹھنڈی ٹھنڈی ہے
شہر مصطفیٰ ! تیری بات ہی نرالی ہے
پھول کیا دیکھوں میری آنکھوں میں
دشتِ طیّبہ کے خار پھرتے ہیں

مدینہ منورہ کو یہ شرف حاصل رہا کہ اس کی سرزمین پر حبیب رب العالمین ﷺ کے تلوے مبارک لگے اور آج بھی وہاں کئی ایسے مناظر مل جاتے ہیں جن سے آقائے نامدار ﷺ کی یادیں وابستہ ہیں جنہیں دیکھ کر محبین علیہ السلام کو عجب قسم کی طمانیت قلب میسر آتی ہے، علامہ اقبال نے مولانا روم کے کچھ اشعار اپنے کلام میں نقل کیے ہیں ۵

گفت معشوقے بر عاشق اے فتنی
تو بہ غربت دیدہ ای بس شہر ہا
پس کدای شہر زانہا خوشتر است
گفت آں شہرے کہ آں جا دلبر است

”ایک آدمی نے جس نے بہت دنیا دیکھ رکھی تھی۔ ایک دن اس کے محبوب نے اس سے پوچھا کہ تو نے دنیا کے اتنے شہر دیکھے۔ یہ تو بتا دنیا میں کون سا شہر سب سے خوبصورت لگا! تو اس آدمی نے جواب دیا: مجھے وہی شہر سب سے خوبصورت لگتا ہے جس میں میرا محبوب بستا ہے۔“

امام سمہودی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب کا اختتام ایک قصیدے پہ کیا ہے یہ قصیدہ ابو محمد عبد اللہ بن عمر بن موسیٰ البکری نے لکھا تھا ان کے ایک شاگرد البدر لکھتے ہیں ایک نیک آدمی نے جواب دیکھا جس میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوئی۔ وہاں یہی قصیدہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا جب قصیدے کے آخری اشعار پیش کیے گئے جس میں امام البکری نے لکھا تھا کہ:

والحمد لله الكريم وهذه

نجزت وطنی أنه یرضاها

”اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے قصیدہ مکمل ہوا۔ مجھے یقین ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ نے یہ

اشعار سنیں گے تو آپؐ کو بھی پسند آئیں گے۔“

خواب دیکھنے والے بزرگ بیان کرتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ نے یہ اشعار سنے تو

فرمایا ”رضیناها رضیناها“ ”کہ ہمیں پسند آئے، ہمیں پسند آئے۔“

ویسے تو یہ قصیدہ خاصہ طویل ہے تقریباً تین صفحات پر مشتمل ہے مگر ہم اپنے اور آپ

لوگوں کے ایمان کی حرارت کے لیے چند اشعار اور ان کا ترجمہ پیش کرتے ہیں

دارالحبيب احق ان تهاواها

ونحن من طرب الی ذکراها

وعلی الجفون متی هممت بزورة

يابن الکرام عليك أن تغشاها

فلانت أنت اذا حلت بطيبة

وظللت ترتع فی ظلال رباها

مغنی الجمال منی الخواطر والتی

سلبت عقول العاشقین حلاها

لا تحسب المسک الذکی کتر بها

هیہات أين المسک من رباها

”امام صاحب فرماتے ہیں کہ محبوب کا شہر اس لائق ہوتا ہے کہ اگر محب کے دل

میں محبت کا کوئی ذرہ ہو تو اس کے لیے لائق احترام ہوتا ہے اور وہ شہر ہمیشہ اس کی

نگاہوں میں رہے گا اگر کہیں اس شہر کا ذکر چل نکلے تو خوشی سے اس کا دل وجد میں

آجائے، دنیا کی کوئی خوشبو بھی خاک مدینہ کے برابر نہیں ہو سکتی، شہر یار کی مٹی سے

جو خوشبو آتی ہے کستوری اس کا کیا مقابلہ کر سکتی ہے۔“^①

وطن کی محبت انسان کا فطری جذبہ ہے، صحابہ کرام مہاجرین رضی اللہ عنہم اگرچہ برضا و رغبت اللہ و رسول ﷺ کی رضا کی خاطر اپنے وطن، اپنے گھر و در سب کو چھوڑ کر مدینہ آگئے تھے، مگر شروع شروع میں ان کو وطن کی یاد آیا ہی کرتی تھی اور اس لیے بھی کہ ہر لحاظ سے اس وقت مدینہ کا ماحول ان کے لیے ناسازگار تھا، خاص طور پر مدینہ کی آب و ہوا ان دنوں ان کے موافق نہ تھی۔ اسی لیے وہ بخار میں مبتلا ہو جایا کرتے تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے درد انگیز اشعار ظاہر کرتے ہیں کہ مکہ شریف کا ماحول وہاں کے پہاڑ حتیٰ کہ وہاں کی گھاس تک ان کو کس قدر محبوب تھی مگر اللہ و رسول ﷺ کی محبت ان کے لیے سب سے زیادہ قیمتی تھی، حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے اشعار میں ذکر کردہ جلیل اور اذخر دو قسم کی گھاس ہیں جو اطراف مکہ میں بکثرت پیدا ہوتی ہیں اور شامہ اور طفیل مکہ سے تیس میل کے فاصلے پر دو پہاڑ ہیں۔ مجنہ مکہ سے چند میل مراظہر ان کے قریب ایک مقام ہے جہاں کا پانی بے حد شیریں ہے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنے ان اشعار میں ان ہی سب کا ذکر فرمایا ہے۔ مولانا وحید الزماں نے بلالی اشعار کا اردو ترجمہ اشعار میں یوں فرمایا ہے ط

الا لیت شعری هل ابیتن لیلۃ
کاش! پھر مکہ کی وادی میں رہوں میں ایک رات
بواد و حولی اذخر و جلیل
سب طرف میرے آگے ہوں واں جلیل اذخر نبات
وہل اردن یوما میاہ مجنہ
اور پیوں پانی مجنہ کے جو آب حیات
وہل یبدون لی شامہ و طفیل
کاش! پھر دیکھوں میں شامہ کاش! پھر دیکھوں طفیل

اللہ پاک نے اپنے حبیب پاک ﷺ کی دعا قبول فرمائی کہ مدینہ نہ صرف آب و ہوا بلکہ ہر لحاظ سے ایک جنت کا نمونہ شہر بن گیا اور اللہ نے اسے ہر قسم کی برکتوں سے نوازا اور سب سے بڑا شرف جو کائنات عالم میں اسے حاصل ہے وہ یہ کہ یہاں سرکارِ دو عالم رسول اکرم ﷺ آرام فرما رہے ہیں۔ سچ ہے ۵

اخترت بین اماکن الغبراء

دار الکرامۃ بقعة الزوراء (ﷺ) ①

شاعر مشرق نے فرمایا ۵

خاک یثرب از دو عالم خوشتر است

اے خنکِ شہرے کہ آنجا دلبر است

”رسول اللہ ﷺ کے شہر کی مٹی دونوں جہانوں سے بہتر ہے کیونکہ اس میں میرا

محبوبِ محو خواب ہے۔“

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جذب القلوب میں لکھتے ہیں:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مدینہ طیبہ میں اپنے گھوڑے پر سوار نہ ہوتے تھے۔ فرماتے تھے کہ مجھے شرم آتی ہے کہ میں اس زمین کو گھوڑے کے سموں سے پامال کروں جسے رسول اللہ ﷺ کے مبارک قدموں نے چھوا ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ کی حدود شروع ہوتے ہی جوتا اتار لیتے تھے اور اپنے وقت کے امام، عظیم محدث اور فقیہ ننگے پاؤں مدینے کی سرزمین پر چلتے تھے کہ مبادا جس جگہ نبی اکرم ﷺ نے قدم رکھے ہوں، وہاں وہ اپنی جوتیاں رکھ دیں ۵

ہر ذرہ تیرے کوچہ کا آنکھوں سے لگالوں

ممکن ہے کسی پر ترا نقشِ کفِ پا ہو

(عارفی)

① شرح صحیح بخاری از داؤد راز دہلوی: ۱۶۶۳-۱۶۷.

بہر کیف رسول مکرم، شفیع المذنبین محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے مجبین کو مدینہ سے محبت کا درس دیا ہے، اور مدینہ طیبہ کے بہت سے فضائل و مناقب بیان فرمائے ہیں جن کا اندازہ ان احادیث سے لگایا جاسکتا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَمُوتَ بِالْمَدِينَةِ فَلْيَفْعَلْ ، فَإِنِّي أَشْهَدُ لِمَنْ مَاتَ لَهَا.))^①

”جو شخص تم میں سے مدینہ میں مرنے کی طاقت رکھتا ہو وہ ایسا کرے، کیونکہ جو مدینہ میں مرے گا میں اس کی اللہ کے سامنے شہادت دوں گا۔“

حرمتِ مدینہ منورہ:

مدینہ طیبہ کو یہ بھی شرف حاصل ہے کہ اسے نبی مکرم ﷺ نے حرمت والا شہر بنایا ہے۔ اب اس کی حدود میں سے درخت کاٹنے ممنوع ہیں، اور اس میں ہر قسم کی بد امنی اور خون خرابہ کرنے کی بھی ممانعت ہے۔ چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اللَّهُمَّ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ خَلِيكَ وَنَبِيَّكَ ، وَإِنَّكَ حَرَّمْتَ مَكَّةَ عَلَيَّ لِسَانِ إِبْرَاهِيمَ ، اللَّهُمَّ أَنَا عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ ، وَإِنِّي أَحْرَمُ ، مَا بَيْنَ لَا بَتَيْهَا.))^②

”اے اللہ! تیرے دوست اور تیرے نبی ابراہیم اور تو نے خود مکہ کو ابراہیم کی زبان سے حرام قرار دیا۔ اے اللہ! میں تیرا بندہ اور تیرا نبی مدینہ کو ان دونوں کالی پتھر ملی زمینوں کے درمیان حرام قرار دیتا ہوں۔“

① سنن ابن ماجہ، کتاب الحدود ، رقم: ۳۱۱۲، علامہ البانی نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔ مزید دیکھیں: التعلیق الرغیب ۱۴۲۲/۲.

② سنن ابن ماجہ، کتاب الحدود ، رقم: ۳۱۱۳۔ علامہ البانی رضی اللہ عنہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

مدینہ منورہ کی دجال سے حفاظت:

قربِ قیامت دجال کا لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے خروج ہوگا۔ وہ خدائی دعویٰ کرے گا۔ قریہ قریہ، شہر شہر، پھرے گا، مگر مدینہ میں داخل نہیں ہو سکے گا، پس فرشتوں کو مدینہ منورہ کی حفاظت کرتا ہوا دیکھ کر بھاگ جائے گا، سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((الْمَدِينَةُ يَأْتِيهَا الدَّجَالُ فَيَجِدُ الْمَلَائِكَةَ يَحْرُسُونَهَا فَلَا يَقْرَبُهَا الدَّجَالُ، وَلَا الطَّاعُونَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ)) ①

”دجال مدینہ تک آئے گا تو یہاں فرشتوں کو اس کی حفاظت کرتے ہوئے پائے گا۔ چنانچہ نہ دجال اس کے قریب آ سکتا ہے اور نہ طاعون، انشاء اللہ“

ایمان کا مدینے میں سمٹ کر آنا:

قیامت کے قریب پوری دنیا سے ایمان مدینہ میں کھینچ کر آ جائے گا، یہ شہر تا قیامت ایمان کی رونقوں سے آباد رہے گا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ الْإِيمَانَ لِيَارِزُ إِلَى الْمَدِينَةِ كَمَا تَارِزُ الْحَيَّةُ إِلَى جُحْرِهَا)) ②

”ایمان سمٹ سمٹا کر مدینہ میں اس طرح داخل ہو جائے گا جس طرح سانپ اپنے بل میں داخل ہوتا ہے۔“

مدینہ شریف میں مکہ کی بنسبت دو گنا برکت:

حبیبِ کبیر یاء ﷺ نے اللہ رب العزت کے حضور دعا فرمائی، اے میرے اللہ! مدینہ

① صحیح بخاری، کتاب الفتن، رقم: ۱۱۳۴۔

② سنن ابن ماجہ، کتاب الحدود، باب فضل المدینہ، رقم: ۳۱۱۱۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

کے پیمانوں میں مکہ مکرمہ سے دو گنا برکت عطا فرما۔ یہ دعا آپ ﷺ نے بڑے سوز میں بارگاہ ایزدی میں کی۔ اس کے بارے میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ باہر نکلے۔ یہاں تک سقیا کی سنگلاح زمین میں پہنچے۔ یہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی ملکیت تھی۔ رسول مکرم ﷺ نے فرمایا! ”میرے لیے وضو کا پانی لاؤ۔“ آپ ﷺ نے وضو کیا اور پھر قبلہ رو ہو کر کھڑے ہوئے اور یہ دعا فرمائی: یا اللہ! ابراہیم علیہ السلام تیرے بندے اور خلیل تھے، انہوں نے اہل مکہ کے لیے برکت کی دعا کی۔ میں تیرہ بندہ اور رسول ہوں۔ تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ ان اہل مدینہ کے مد اور صاع میں اس سے دو گنی برکت عطا فرما، جو تو نے اہل مکہ کو عطا فرمائی۔“^①

مسجد نبوی میں عبادت کا ثواب:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ہاشمی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي هَذَا خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيْمَا سِوَاهُ
مِنَ الْمَسَاجِدِ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ.))^②

”مسجد حرام کے علاوہ دیگر تمام مسجدوں میں ایک ہزار نمازوں سے میری مسجد میں ایک نماز بہتر ہے۔“

باغیچہ جنت:

وہ حجرہ مبارک جس سے نکل کر آپ ﷺ مسجد نبوی کے محراب میں آ کر نماز پڑھایا کرتے تھے، سرکارِ دو عالم ﷺ نے اسے جنت کی کیاری قرار دیا ہے۔ سیدنا علی بن ابی طالب اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ.))^③

① سنن ترمذی، ابواب المناقب، رقم: ۳۹۱۴۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

② سنن ترمذی، ابواب المناقب، رقم: ۳۹۱۶۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”حسن، صحیح“ کہا ہے۔

③ سنن ترمذی، ابواب المناقب، رقم: ۳۹۱۵۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

”میرے دولت کدہ اور منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔“

مکہ مکرمہ کا احترام:

مکہ مکرمہ مقدس شہر ہے اور اس میں ایسا عبادت کا مرکز قائم ہے جس میں ایک نماز کا ثواب لاکھ گنا ہے۔ اس گھر پر اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے انوار و تجلیات کی بارشیں ہو رہی ہیں جو چار سو عالم میں رہنے والے اہل اسلام کو اپنی طرف کھینچتی ہیں۔ اس گھر کے سائے تلے دو جہاں کا کیف و سرور ہے۔ اس کی زیارت گناہوں کی آلودگی کو دھو ڈالتی ہے۔ اہل اخلاص کو بارگاہ رب العزت میں مقرب بنانے کا ذریعہ ہے۔ دنیا میں اس گھر کو مختلف انبیاء نے آباد کیا، آخر میں اللہ تعالیٰ نے اس کی برکات کو کائنات تک وسیع کرنے کے لیے رحمت عالم ﷺ کو بھیجا جنہوں نے اس گھر کو بتوں کی نجاست سے پاک کر دیا۔ آپ ﷺ کی تمنا سے اسے تمام اہل اسلام کا قبلہ بنا دیا گیا۔ اس مقدس اور حرمت والے شہر میں لڑائی جھگڑا، گالی گلوچ ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ اس کی حدود میں درختوں کو کاٹنے کی اجازت قطعی نہیں۔ یہ گھر ہر عابد کا قبلہ، ہر مومن کی محبت کا نگینہ ہے۔ یہ وہ گھر ہے جس سے خالق کائنات کو بھی پیار ہے اور اسے اس نے بابرکت اور اہل جہاں کے لیے رہنما بنا دیا ہے۔ ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبْرَكًا وَ هُدًى

لِّلْعَالَمِينَ ۝﴾ (آل عمران: ۹۶)

”بے شک (اللہ کا) پہلا گھر جو لوگوں کے لیے بنایا گیا، وہ ہے جو مکہ میں ہے، اور

تمام جہان والوں کے لیے باعث برکت و ہدایت ہے۔“

جبکہ اللہ تعالیٰ نے سورہ ”التین“ میں فرمایا:

﴿والتِّينِ وَالزَّيْتُونِ ۝ وَطُورِ سِينِينَ ۝ وَ هَذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ ۝﴾

(التین: ۱-۳)

”قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی، اور قسم ہے طور سینا کی۔“

رسول اللہ ﷺ کو اس شہر مقدس سے بڑی زیادہ محبت تھی، اور آپ ﷺ نے اس سے محبت کا اظہار جبکہ آپ ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ جانے لگے تو مکے سے باہر جا کر ناقہ پر سوار ہوتے ہوئے یوں فرمایا:

((وَاللّٰهُ اِنَّكَ لَخَيْرُ اَرْضِ اللّٰهِ وَاَحَبُّ اَرْضِ اللّٰهِ اِلَيَّ وَاللّٰهُ!

لَوْ لَا اَنِيْ اُخْرِجْتُ مِنْكَ مَا خَرَجْتُ.))^①

”اللہ کی قسم! تو اللہ کی سب سے بہترین زمین اور سب سے زیادہ اللہ کو محبوب

ہے۔ اللہ کی قسم! اگر مجھے اس جگہ سے نہ نکالا جاتا تو میں ہرگز نہ نکلتا۔“

شہر مکہ کی تعظیم سے بھلائی کا حصول:

شہر مکہ میں اللہ تعالیٰ کا گھر تمام مسلمانوں کا روحانی مرکز ہے اور اس کا احترام ان کے نزدیک بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اس کی تعظیم کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ یہ امت اس وقت تک بھلائی میں رہے گی جب تک وہ اس کی تکریم و عزت کرتے رہیں گے۔

((عَنْ عِيَّاشِ بْنِ أَبِي رَبِيعَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَا تَزَالُ

هَذِهِ الْاُمَّةُ بِخَيْرٍ مَا عَظَّمُوا هَذِهِ الْحُرْمَةَ حَقَّ تَعْظِيمِهَا فَاِذَا

فَقِعُوا ذَلِكَ هَلَكُوا.))^②

”حضرت عیاش بن ابی ربیعہ مخزومی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد

فرمایا: یہ امت اس وقت تک بھلائی میں رہے گی جب تک اس شہر کی تکریم اور تعظیم

کرتی رہے گی جب وہ اس کی عظمت کو ضائع کر دیں گے تو ہلاک ہو جائیں گے۔“

پس معلوم ہوا کہ دین اسلام تعظیم و محبت اور خیر و بھلائی ہے اور جب لوگ اس بات کو

ترک کر دیں گے تو وہ ہلاک و برباد ہو جائیں گے چاہے ان پر کوئی دشمن مسلط کر دیا جائے یا

① سنن ابن ماجہ، کتاب الحدود، رقم: ۳۱۰۸۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

② سنن ابن ماجہ، باب الحرمة، رقم: ۳۱۱۰۔ المشكاة، رقم: ۲۷۲۷۔

کوئی عقیدہ و عمل۔ ہلاکت آمیز ثابت ہو۔ اس لیے اللہ و رسول و دین اسلام، بیت اللہ شریف اور مسلمانوں کا اعزاز کرنا چاہیے۔
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا احترام:

ہر مسلمان کے دل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعظیم ہونی چاہیے کیونکہ صحابہ کرام ایسی پاکباز ہستیاں تھیں جنہوں نے براہ راست رسول کریم ﷺ کی زبان مبارک سے دین سیکھا، اور آپ ﷺ کی تربیت سے کندن بنے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت میں اپنا جان مال بیوی بچے الغرض کچھ بھی لٹانے کی ضرورت پیش آئی تو دریغ نہ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ مقام عطا فرمایا کہ دنیا میں ہی جنتی ہونے کی خوشخبری سنادی۔ انہیں تمام مسلمانوں کے لیے ہدایت کا معیار بنا دیا۔

کتاب و سنت میں متعدد مقامات پر صحابہ کرام سے محبت کی ترغیب اور ان سے نفرت کرنے سے ڈرایا گیا ہے۔ چند دلائل حسب ذیل ہیں:

قرآنی آیات:

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ۝﴾

(الفتح: ۱۸)

”یقیناً اللہ تعالیٰ مومنوں سے خوش ہو گیا جب کہ وہ درخت تلے تجھ سے بیعت کر رہے تھے۔ ان کے دلوں میں جو تھا اسے اس نے معلوم کر لیا، اور ان پر اطمینان نازل فرمایا اور انہیں قریب کی فتح عنایت فرمائی۔“

﴿مُحَمَّدًا رَسُولَ اللَّهِ ۗ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ۗ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ ۗ وَمَثَلُهُمْ فِي

الْإِنجِيلِ ۖ كَزُرْعٍ أَخْرَجَ شَطْعَهُ فَازْرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوْقِهِ
يُعِجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۗ وَعَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا
الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ﴿٢٩﴾ (الفتح: ٢٩)

”محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت ہیں آپس میں رحمدل ہیں، تو انہیں دیکھے گا کہ رکوع اور سجدے کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں ہیں ان کا نشان ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے ہے ان کی یہی صفت تورات اور انجیل میں ہے۔ مثل اس کھیتی کے جس نے اپنا پٹھان کالا پھر اسے مضبوط کیا اور وہ موٹا ہو گیا، پھر اپنی جڑ پر سیدھا کھڑا ہو گیا، اور کسانوں کو خوش کرنے لگا تاکہ ان کی وجہ سے کافروں کو چڑائے ان ایمان والوں اور شائستہ اعمال والوں سے اللہ نے بخشش کا اور بہت بڑے ثواب کا وعدہ کیا ہے۔“

﴿وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ مِنَ الْبُهَجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ
بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتِهَا
الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۗ ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١٠٠﴾ (التوبة: ١٠٠)

”اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں، اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں، اللہ ان سب سے راضی ہوا، اور وہ سب اس سے راضی ہوئے، اور اللہ نے ان کے لیے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ رہیں گے، یہ بڑی کامیابی ہے۔“

احادیث نبویہ:

فرمان نبوی ہے:

((الْأَنْصَارُ لَا يُحِبُّهُمْ إِلَّا مُؤْمِنٌ، وَلَا يُبْغِضُهُمْ إِلَّا مُنَافِقٌ،

فَمَنْ أَحَبَّهُمْ أَحَبَّهُ اللَّهُ ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ أَبْغَضَهُ اللَّهُ.))^①
 ”انصار سے مومن ہی محبت کرتا ہے، اور منافق ہی ان سے بغض رکھتا ہے۔ جو ان سے محبت کرے گا، اللہ اس کو اپنا محبوب بنا لے گا اور جو ان سے بغض و عداوت رکھے گا، وہ اللہ کا مبغوض (و دشمن) ہوگا۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي ، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَنْفَقَ أَحَدُكُمْ مِثْلَ أَحَدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدًّا أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ.))^②
 ”میرے اصحاب کو گالی نہ دو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم میں کوئی ایک اگر احد پہاڑ کے برابر سونا بھی خرچ کرے تو وہ ان کے ایک مد اور نصف مد کے برابر نہیں ہو سکتا۔“

سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میرے بعد والے دو

(خلفائے راشدین) کی بالالتزام اقتداء کرنا یعنی ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی۔^③

ایک روایت میں آپ ﷺ کا یہ فرمان بھی مذکور ہے:

((أَكْرَمُوا أَصْحَابِي.))^④

”میرے صحابہ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔“

ایک فرمان نبوی ﷺ ایوں ہے:

((إِذَا ذُكِرَ أَصْحَابِي فَاْمْسِكُوا ، وَإِذَا ذُكِرَ النَّجُومُ فَاْمْسِكُوا))

① صحیح بخاری، کتاب مناقب الأنصار، رقم: ۳۷۸۳.

② سنن ابو داؤد کتاب السنۃ، رقم: ۶۴۵۸۔ سلسلۃ الصحیحۃ، رقم: ۱۷۵۸.

③ مسند احمد بن حنبل : ۵ / ۳۸۲۔ سلسلۃ الصحیحۃ، رقم: ۱۲۳۰.

④ مسند أحمد: ۲۶/۱۔ السنن الكبرى للنسائی: ۵ / ۳۸۷۔ اس کو ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔

صحیح ابن حبان، رقم: ۵۵۶۵.

وَإِذَا ذُكِرَ الْقَدْرُ فَامْسِكُوا.))^①

”جب میرے صحابہ کا ذکر کیا جائے تو ٹھہر جاؤ، اور جب ستاروں کا ذکر کیا جائے تو

ٹھہر جاؤ اور جب تقدیر کا ذکر کیا جائے تب بھی ٹھہر جاؤ۔“

ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالی دی

اس پر اللہ کی اس کے فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔“^②

شرح عقیدہ طحاویہ میں مرقوم ہے کہ:

”صحابہ سے محبت دین ایمان اور احسان ہے اور صحابہ سے نفرت کفر نفاق اور

سرکشی ہے۔“^③

حافظ ابن کثیر رضی اللہ عنہ رقمطراز ہیں کہ ”اہل سنت والجماعت کا موقف یہ ہے کہ تمام صحابہ ثقہ

اور قابل اعتماد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان کی تعریف فرمائی ہے۔ اسی طرح احادیث

میں بھی ان کے اقوال و افعال کی تعریف موجود ہے۔ اور وہ ایسی ہستیاں تھیں کہ انہوں نے صرف

اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب پانے کے لیے اپنی جان مال سب رسول اللہ ﷺ پر قربان کر دیئے۔“^④

صحابہ کی تعظیم اور احترام فرض اور واجب ہے اور چند امور کی متقاضی ہے:

۱۔ اپنے دل میں صحابہ کا احترام پیدا کیا جائے۔

۲۔ جہاں بھی ان کا ذکر کیا جائے ان کی ثنائیاں کی جائے۔

۳۔ ان کے تمام افعال کو خیر و بھلائی پر ہی محمول کیا جائے۔

۴۔ اور جہاں بھی ان کے دفاع کی ضرورت پیش آئے وہاں ان کا دفاع کیا جائے۔

① السلسلة الصحيحة ، رقم: ۳۴.

② مجمع الزوائد : ۱۰ / ۲۱۔ سلسلة الصحيحة ، رقم: ۲۳۴۰.

③ شرح عقیدة طحاویہ بتحقیق احمد شاکر، ۲ / ۲۹۹.

④ اختصار علوم الحدیث ، ص: ۱۷۶، ۱۷۷.

امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کا احترام:

فخر موجودات جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی تعظیم اس بات کی متقاضی ہے کہ آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے محبت اور ان کا احترام کیا جائے، جب ان کا تذکرہ کیا جائے، تو انتہائی احترام سے لبریز الفاظ استعمال کئے جائیں۔ ان کے بارے میں ذرا سی بھی غیر اخلاقی اور ناشائستہ بات زبان سے نہ کی جائے، اور نہ ہی ان نفوس کے بارے میں دل میں کوئی وسوسہ اور کھٹکا آنے پائے۔

ان نفوس قدسیہ نے فخر موجودات جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی رفاقت کو اختیار کیا، اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا و خوشنودی کی خاطر بھوک پیاس پر صبر کا مظاہرہ کیا، اور اپنی حیات مبارکہ اتنی ہی سادگی کے ساتھ بسر کی، اور اپنی زندگیاں عبادت و ریاضت، زہد اور تقویٰ کے لباس میں بسر کیں اور اپنے رفیق حیات، نبی مکرم جناب محمد رسول اللہ ﷺ سے نسبت ہونے پر فخر کیا، نیز انہوں نے اپنے شوہر نامدار جناب محمد رسول اللہ ﷺ سے تمام اشیائے عالم سے بڑھ کر محبت کی، اور آپ ﷺ کی اتباع و فرمانبرداری میں اپنی ساری زندگی گزار دی۔ اللہ تعالیٰ نے ان نفوس مقدسہ یعنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو تمام اہل اسلام کی روحانی مائیں قرار دیا، چنانچہ ارشاد الہی ہے:

﴿النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ ۗ﴾

(الأحزاب: ۶)

”نبی مومنوں کے ان کے اپنے آپ سے زیادہ حقدار ہیں، اور نبی کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔“

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن تعظیم کے لحاظ سے تمام بنی آدم کی مائیں ہیں، مگر ان کا مقام و مرتبہ اور ادب و احترام حقیقی ماؤں سے بھی کئی گنا زیادہ ہے، اس لیے کہ اللہ جل جلالہ نے ازواجِ مطہرات کو جہان کی تمام عورتوں سے منفرد مقام و مرتبہ عطا فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد الہی ہے:

﴿يُنِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ ۗ﴾ (الأحزاب: ۳۲)

”اے میری نبی کی بیویو! تم کوئی عام عورتیں نہیں ہو۔“

کاشانہ نبی کریم ﷺ کی عظمت:

جن گھروں میں رسول اللہ ﷺ کی پیکرِ عفت ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہا نبی محترم ﷺ کی رفاقت میں سکونت پذیر تھیں، ان کاشانوں کی عظمت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے، کہ اللہ جل جلالہ نے ان کاشانوں میں داخل ہونے اور حاضر ہونے کے آداب قرآن مجید میں درج فرمائے، تاکہ تمام اہل ایمان ان آداب کی بجا آوری کے سلسلے میں کسی قسم کی کوتاہی کا شکار نہ ہوں، اور نہ ان کے کسی عمل سے آپ ﷺ کو اور آپ کی ازواجِ مطہرات کو کسی قسم کی کوئی تکلیف پہنچے، اور نہ ہی ان سے کوئی ایسا فعل سرزد ہو، جس سے رسول اللہ ﷺ کو ذرا سا بھی رنج محسوس ہو، چنانچہ کاشانہ نبوت کے آداب بیان کرتے ہوئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرٍ نَظِيرِينَ إِنَّهُ وَلَكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ ۗ إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ يُؤْذَى النَّبِيَّ فَيَسْتَجِئُ مِنْكُمْ ۗ وَ اللَّهُ لَا يَسْتَجِئُ مِنَ الْحَقِّ ۗ﴾ (الاحزاب: ۵۲)

”اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو، الا یہ کہ تمہیں کھانے کیلئے دعوت دی جائے، لیکن تم (پہلے ہی سے بیٹھ کر) اس کے پکنے کا انتظار نہ کرو، بلکہ تمہیں بلایا جائے تو داخل ہو جاؤ اور جب کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ، اور آپس میں بات کرنے میں دلچسپی نہ لو، بے شک تمہاری یہ حرکت نبی کو تکلیف پہنچاتی ہے، لیکن وہ تم سے حیا کرتے ہیں اور اللہ حق بات بیان کرنے میں حیا نہیں کرتا۔“

قرآن مقدس کی یہ آیات قیامت تک آنے والے تمام اہل اسلام کے دلوں میں عظمت

مصطفیٰ ﷺ اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کا مقام و مرتبہ اُجاگر کرنے کا باعث ہیں۔

اللہ جل جلالہ نے امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے مقام و مرتبہ اور عفت کی ہر اعتبار سے پاسداری فرمائی ہے، ان کی شان میں ذرا سی بھی ناشائستہ بات ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھنے کے مترادف ہے۔ اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان سے بلا حجاب ہم کلام ہونے سے بھی روک دیا گیا، تاکہ معمولی سے معمولی وسوسہ سے بھی محفوظ رہیں اور اس کی حکمت یہ تھی کہ بعد میں آنے والے مسلمان اور مومن ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی عفت و عصمت کا پوری طرح خیال رکھیں، اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ إِذَا سَأَلْتَهُنَّ مَتَاعًا فَسَلُوهُنَّ مِمَّنْ وَرَاءَ حِجَابٍ ۙ ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ ۗ﴾ (الأحزاب: ۵۳)

”اور جب تم ان (امہات المؤمنین) سے کوئی سامان مانگو تو پردے کے اوٹ سے مانگو، ایسا کرنے سے تمہارے اور ان کے دل زیادہ پاکیزہ رہیں گے۔“
جمادات و نباتات بھی رسول اللہ ﷺ کا احترام کرتی تھیں:

جدید سائنس نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ نباتات روشنی اور اندھیرے میں تمیز کرتے ہیں۔ روشنی اور درجہ حرارت جیسے محرکات کی سمت میں واضح حرکات کرتے ہیں۔ سورج مکھی کا پھول سورج کی طرف رہتا ہے۔ معلوم ہوا کہ پودے بیرونی محرکات کو پہنچانتے ہیں تو پھر بحکم الہی ان کا سرور کائنات ﷺ کو پہچاننا اور حکم کی تعمیل کرنا بھی قابل قبول ہے، کئی مواقع پر درختوں نے رسول کریم ﷺ سے اظہار محبت کیا اور آپ کی طرف سے جو حکم ہوا اس کی تعمیل کی، چنانچہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، ایک اعرابی نبی مکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا، مجھے کیسے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نبی ہیں؟ آپ نے فرمایا: اگر میں کھجور کے اس درخت کے اس گچھے کو بلاؤں تو وہ گواہی دے گا کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے اسے بلایا تو وہ درخت سے اترنے لگا یہاں تک کہ نبی ﷺ کے پاس آگرا۔ پھر آپ نے فرمایا: واپس ہو جا، وہ واپس ہو گیا، اور اس اعرابی نے اسلام قبول کر لیا۔^①

① سنن ترمذی، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۲۸۔ علامہ البانی رضی اللہ عنہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

یہ تو درختوں کا حال جبکہ انسان تو اللہ کے حکم سے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و محبت کے پابند اور مکلف ہیں۔ انھیں اس واقعہ سے اپنے ذوقِ ایمان میں اضافہ کرنا چاہیے۔
لاکھوں سلام اُس رسول پر جس کے فراق میں کھجور کا تنا روتا تھا

چراغِ خانہ آدم فروغِ طورِ جمال
ازل سے آپ نے پایا پیبرانہ جلال
سخا و جود و کرم بخشش و عطا و نوال
جہانِ شوق میں جس کی نظیر نہ مثال
ظہور احمد مرسل حقیقت کبریٰ
یہ دبدبہ، یہ جلال، یہ شوکت و اقبال
حرا کے غار میں ہے آگہی و استغراق
حنین و بدر کے غزوات میں خدا کا جلال
کمال دُرّ قیمی، کمالِ درویشی
نہ تاج و تخت، نہ شاہی، نہ فکر مال و منال
خدا کی یاد میں ڈوبے ہوئے بہر لمحہ
تمام لفظ و معانی، تمام فکر و خیال
(ثمر)

جبل احد حضور ﷺ سے اتنا مانوس ہو چکا تھا کہ اس کے پتھر کے سینے میں بھی محبت رسول اللہ ﷺ کی آبیاری ہو گئی، پھر اس کی خوش قسمتی کا کیا کہنا کہ دربارِ نبوی ﷺ میں اس کی محبت کی تصدیق کی گئی، اس کی محبت کے صلے میں اسے یہ خوشخبری دی گئی کہ ہم بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول کریم ﷺ کو احد پہاڑ نظر آیا تو آپ نے فرمایا:

((هَذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ، اَللّٰهُمَّ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ حَرَّمَ مَكَّةَ

وَأَنِّي أُحَرِّمُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا.))^①

”یہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت رکھتا ہے، اور ہم اسے محبت رکھتے ہیں۔ اے اللہ! ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا اور میں اس مدینہ طیبہ کے سنگلاخوں کے درمیانی حصہ کو حرم بناتا ہوں۔“

احادیث و سنن کی تعظیم:

امام مالک رحمہ اللہ کے پاس جب طلاب علم، سماع حدیث کے لیے آتے تو آپ باقاعدہ غسل کر کے، نفیس ترین لباس زیب تن فرما کے، خوشبوؤں میں معطر ہو کر باہر تشریف لاتے اور بڑی ہیبت اور وقار کے ساتھ احادیث بیان فرماتے، ان سے اس بارہ میں پوچھا گیا تو فرمایا:

”أحب أن أعظم حدیث النبی ﷺ.“^②

یعنی میری یہ خواہش اور چاہت رہتی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی تعظیم کرتا رہوں۔ امام مالک رحمہ اللہ تو راہ چلتے یا راستہ میں کھڑے کھڑے حدیث بیان کرنا بھی خلاف ادب تصور کرتے تھے۔

ابن العربی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

”حرمة النبی ﷺ میتا کحرمتہ حیا و کلامہ المأثور بعد

موتہ فی الرفعة مثال کلامہ المسموع من لفظہ.“^③

”رسول اللہ ﷺ کی تعظیم، آپ کی وفات کے بعد بھی اسی طرح فرض ہے جس طرح زندگی میں اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی احادیث کی رفعت و عظمت بالکل ایسی ہی ہے، جیسے وہ احادیث آپ ﷺ کی زندگی میں سامنے بیٹھ کر آپ کی زبان مبارک سے سن رہے ہیں۔“

① صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، رقم: ۷۳۳۳.

② جامع الاصول فی احادیث الرسول: ۱/۱۸۲.

③ شرح البهجة الوردية، باب النکاح، ص: ۱۵۶.

سعید بن المسیب بیماری اور نقاہت کی وجہ سے لیٹے ہوئے تھے، ان سے ایک حدیث کی بابت پوچھا گیا تو اٹھ کر بیٹھ گئے اور حدیث بیان کی۔

عبداللہ بن مبارک پیدل کہیں تشریف لے جا رہے تھے، ان سے ایک حدیث کے بارہ میں سوال کیا گیا تو فرمایا:

”لیس هذا من توقیر العلم.“^①

”یہ علم (حدیث) کی توقیر کے منافی ہے۔“

سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کی دین پسندی، سنت نبوی سے محبت اور اتباع معروف خاص و عام ہے۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ ان کی دین داری کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک بار ان کے سامنے حدیث پڑھی گئی کہ ”فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مُتَقَلِّدًا سَيْفَهُ“ ”رسول اللہ ﷺ اپنی تلوار کو گلے میں لٹکا کر نکلے۔“

یہ سن کر نور الدین نے اللہ کے رسول ﷺ سے ثابت شدہ طریقہ ترک ہو جانے پر حیرت کا اظہار کیا کہ فوجی اور امراء حضرات اپنی تلواروں کو کمر پر کیوں باندھتے ہیں اور نبی ﷺ سے ثابت شدہ طریقے پر عمل کیوں نہیں کرتے۔ اس کے بعد سلطان نے فوج کو حکم دیا کہ تلوار گلے میں لٹکا کر نکلا کریں اور دوسرے دن جب سلطان اپنے لشکر کی طرف نکلے تو آپ خود اور آپ کی پوری فوج نبی ﷺ کی پیروی میں تلواروں کو گلے میں لٹکائے ہوئے تھے۔^②

حافظ ابن قیم مدارج السالکین میں لکھتے ہیں کہ بارگاہِ الہی میں نبی کریم ﷺ کے اس ادب ہی کے باعث آپ کا معراج تمام انبیاء سے اتم و اکمل ہوا اور وہ قرب کے اس مقام پر پہنچے جہاں کوئی نبی اور ولی نہیں پہنچ سکا، پس بارگاہِ الہی کا ادب نبی ﷺ ہی کی ذاتِ گرامی سے سیکھے۔
قارئین کرام! لہذا ہمیں بھی آپ ﷺ کی تعظیم بجالانی چاہیے اور آپ ﷺ کی تعظیم کا

① المدخل الی السنن الکبریٰ: ۱/ ۴۴۷، رقم: ۳۹۳۲.

② البداية والنهاية: ۱۲/ ۸۰۳، طبع دارالمعرفة.

تقاضا ہے کہ احادیث و سنن، امہات المؤمنین، آپ کی آل، آپ کے صحابہ اور آپ کے شہروں کی تعظیم کی جائے، یہ سب رسول اللہ ﷺ کی تعظیم میں شامل اور داخل ہیں۔

سربسر حسن و لطافت، سربسر پاکیزگی
 پاک طینت، پاک دامن، پاک باطن، پاکباز
 دو جہاں میں بے مثال و دو جہاں میں بے نظیر
 دو جہاں میں برگزیدہ، دو جہاں میں سرفراز
 (ثمر)



والسلامین
 انوار میں
 رہائے ما

رسواں حق

رسول اللہ ﷺ پر بکثرت درود و سلام پڑھنا

آپ ﷺ کا دسواں حق یہ ہے کہ آپ ﷺ پر کثرت سے درود و سلام پڑھا جائے۔

شفق کے سرخ نظارے سلام کہتے ہیں

فلک کے چاند ستارے سلام کہتے ہیں

گیاہ و خار کے لب پر ہے تہنیت کی نوا

گل و سمن کے اشارے سلام کہتے ہیں

جہاں پہنچ کے کیے تھے حجازیوں نے وضو

وہ آبجو، وہ کنارے سلام کہتے ہیں

نوا طراز اذانیں جہاں ہیں شام و سحر

وہ مسجدیں وہ مینارے سلام کہتے ہیں

جہاں میں تذکرے سیرت کے، اور ذکر خدا

وہ محفلیں، وہ ادارے سلام کہتے ہیں

حضور سرود وضو برہیں نغمہ خوانِ درود

چنار و گل کے شرارے سلام کہتے ہیں

(ثمر)

چراغِ خانہ آدم، مطلع نور نبوت، محبوب ربانی، رسول خدا، رحمت للعالمین سید الانبیاء والمرسلین، خاتم الانبیاء والتنبیین جناب محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جس احسن تقویم اور شاہکاری انداز میں پیدا فرمایا۔ سراپائے مبارک کو نور کے سانچے میں ڈھال کر حسن کا بدر منیر بنا کر ظلمت ربائے عالم رنگ و بو کیا۔ صدقے جائے اس مالک کی تصویر کشی اور شان کریمی پر کہ جس نے

محمد ﷺ کو اس لامثال شان والا رسول بنا کر مبعوث فرمایا۔ جنت کے وارث صحابہ رضی اللہ عنہم کتنے خوش قسمت تھے کہ جنہوں نے اس روئے انور کی زیارت کی، بار بار کی، اور پروانہ وار کی کہ جس پر ایک نظر ڈالنے سے مسلمان کو جنت کی سند ملتی ہے۔ پھر انہوں نے کمال عقیدت و محبت سے کتاب رخ انور کی ہر ہر سطر، ہر سطر کے ہر ہر لفظ اور ہر لفظ کا ایک ایک حرف اس خوبصورتی سے جریدہ عالم پر ثبت کیا ہے کہ ان کی روشنی اہل ایمان کے سینوں کو ہمیشہ منور کرتی رہے گی۔ اس اللہ پر قربان جائیں کہ جس نے صوری اور معنوی حسن کا وہ شاہکار پیدا کیا جس کی عظمت کو ساری اولادِ آدم سلام کرتی ہے اور وہ شاہکار ایسا شاہکار ہے کہ جس کی حیثیت ایک بادشاہ اور روحانی خلیفہ کی سی ہے لیکن اپنے کپڑے خود سی لیتا ہے، عیادت کے لیے لوگوں کے پاس جاتا ہے۔ بچوں سے محبت کرتا ہے اور نہایت سادہ غذا کھاتا ہے بعض اوقات صرف کھجور اور پانی پی کر ہی گزارہ کرتا ہے۔ خود دودھ دھولیتا ہے۔ غلاموں کی دعوت قبول کرتا اور لوگوں سے نہایت دوستانہ طریق پر میل جول رکھتا ہے۔ وہ ایسا ہی شاہکار ہے کہ جس کی ہر ادا نرالی اور منفرد ہے۔ جس کو ایک نظر دیکھنے کے لیے فرشتے، حوریں اور جن ترستے ہیں۔ جن کی بشریت جنس بشر کے لیے مایہ صد افتخار ہے اور عبدیت عباد الرحمن کی مقتدا و پیشوا ہے۔ ذرا اس عبدہ کے حلیہ مبارک اور شان پر نظر ڈالیں تو محبت کے گہرے سمندر سے آپ کو درود و سلام کی موجیں اٹھتی دکھائیں گی ۵

رحمت سرکار کی باتیں کریں
ابر گوہر بار کی باتیں کریں
پھول برسائیں حریم شوق پر
خندہ گلزار کی باتیں کریں
آمنہ کے لال کا ہو ذکر خیر
سید ابرار کی باتیں کریں
نام لیں سرکار کا پڑھ کر درود
احمد مختار کی باتیں کریں

ذکر چھٹریں رازدارِ عرش کا
 محرمِ اسرار کی باتیں کریں
 پھر منور ہو جہانِ آرزو
 مطلعِ انوار کی باتیں کریں
 بکریاں جس نے چرائیں دشت میں
 اس گلِ کہسار کی باتیں کریں
 رہروانِ راہِ یثرب اے ثمر!
 قافلہ سالار کی باتیں کریں
 (ثمر)

آپ ﷺ نے دین اسلام ماریں کھا کر، سختیاں سہہ کر اور تکلیفیں جھیل کر ہم پر پیش کیا اور ہم تک پہنچایا، جو کہ رسول اللہ ﷺ کا ہم پر احسانِ عظیم ہے:

﴿ هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ ٥٦ ﴾ (الرحمن: ٦٠)

”نہیں ہے بدلہ احسان کا مگر احسان کے ساتھ۔“

اب ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم آپ ﷺ کے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ کریں، احسان سے پیش آئیں، اور اس ہمارے احسان کا مطلب یہ ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ پر بکثرت درود و سلام بھیجا جائے، یہ درود و سلام کیا ہے؟ آپ ﷺ پر رحمت کی دعائیں اور مغفرت کی دعائیں اور سلامتی کی دعائیں، فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَ

سَلِّمُوا تَسْلِيمًا ٥٧ ﴾ (الأحزاب: ٥٦)

”یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے اس نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم

(بھی) ان پر درود بھیجو اور خوب سلام (بھی) بھیجتے رہا کرو۔“

خود اللہ تعالیٰ ان پر درود بھیج رہا ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی تعریف و

توصیف فرمائی اور ان کی عزت اور تعظیم کرنے کا حکم دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، تو فرشتوں کو حکم دیا کہ انہیں سجدہ کرو۔ ظاہر ہے کہ یہ تعظیم ایسی ہے کہ خود اللہ تعالیٰ اس میں شریک نہ تھا۔ یہ شرف اور اعزاز محض رسول اللہ ہی کو حاصل ہے کہ اولاً: اللہ تعالیٰ ان پر درود بھیج رہا ہے اپنی مخصوص ترین رحمتیں ان پر نازل فرما رہا ہے۔ اس کے فرشتے اس پر درود بھیج رہے ہیں۔ تمام فرشتے مقررین، حاملین عرش، ساتوں آسمانوں میں بسنے والے کراماً کاتبین سب رسول اللہ ﷺ پر درود بھیج رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس آیت میں یہ فرما رہے ہیں کہ عالم علیا میرے حبیب پر درود و سلام سے گونج رہا ہے۔ اے عالم سفلی میں بسنے والو! تم بھی ان پر پیہم درود و سلام بھیجو، تاکہ عالم علوی اور عالم سفلی بیک وقت میرے حبیب پر درود و سلام سے گونج اُٹھے۔ تاکہ عرش بریں سے فرش زمین تک پیہم غلغلہ برپا ہو۔ ”ﷺ“

پس زبانوں کو حرکت میں لاؤ، اور بارگاہ رسالت ﷺ میں درود و سلام مسلسل اور پیہم بھیجو۔ اللہ نے تو کچھ فرشتوں کو اسی کام کے لیے وقف کر رکھا ہے کہ اس کائنات میں جو کوئی ان کے حبیب پر درود بھیجے وہ فرشتے درود کے تحفے بارگاہ رسالت میں پیش کرتے رہیں۔ جیسا کہ سنن نسائی میں ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ لِلَّهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ يُبَلِّغُونِي عَنْ أُمَّتِي السَّلَامَ.))^①

”اللہ کے کچھ فرشتے ہیں جو پھرتے رہتے ہیں۔ سیاحت کرتے ہیں اور میری اُمت کی طرف سے صلوة و سلام کے تحفے مجھے پہنچاتے رہتے ہیں۔“

اے! کہ تیرا وجود پاک کون و مکاں کا انتخاب

روح امیں قدم قدم تھامے ہوئے تیری رکاب

① سنن نسائی، کتاب السہو، رقم: ۱۲۸۲۔ المشكاة، رقم: ۹۲۴۔ محدث البانی نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

تیرے سوا ہوا ہے کون عرشِ بریں پہ بازیاب
تجھ پر درودِ بیکراں تجھ پر سلام بے حساب
جلوۂ ماہِ نیم شب تابشِ نورِ آفتاب!
یہ بھی نہیں تیرا جواب وہ بھی نہیں تیرا جواب
کتنا عظیم تیرا کام، کتنا حسین تیرا خطاب
تجھ پر درودِ بیکراں، تجھ پر سلام بے حساب
(ثمر)

صلوٰۃ کے معنی:

لغت کے اعتبار سے اس لفظ کی اصلیت دو معنی ظاہر کرتی ہے۔

(۱) دعائے تبریک (۲) عبادت۔

پہلے معنی کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۖ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ ۗ﴾ (التوبة: ۱۰۳)

” (اے پیغمبر!) ان کو دعا دیجئے کیونکہ آپ کی دعا ان کے لیے موجب تسکین ہے۔“

بعض نے کہا ہے کہ صلوٰۃ کے معنی لغت میں صرف دعا کے ہیں، اور دعا کی دو اقسام ہیں۔

(۱) دعائے عبادت (۲) دعائے مسألت۔

اور سبحانہ و تعالیٰ کی صلوٰۃ بندوں پر، اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱) عامہ (۲) خاصہ۔

صلوٰۃ عامہ تو اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ مومنوں پر ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِي يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ﴾ (الاحزاب: ۴۳)

”اللہ اور اس کے فرشتے تم پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔“

صلوٰۃ خاصہ وہ ہے جو انبیاء و رسل پر ہے۔ بالخصوص وہ جو خاتم النبیین و خیر المرسلین

محمد ﷺ پر ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے صلوٰۃ کے معنی بیان کرتے ہوئے تعلیقاً درج کیا ہے:

”قَالَ أَبُو الْعَالِيَةِ: صَلَاةُ اللَّهِ ثَنَاءٌ هُ عَلَيْهِ عِنْدَ الْمَلَائِكَةِ وَصَلَاةُ الْمَلَائِكَةِ الدُّعَاءُ۔ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿يُصَلُّونَ﴾ يَبْرُكُونَ.“

”ابوالعالیہ کہتے ہیں: صلوٰۃ کی نسبت اگر اللہ کی طرف ہو تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ نبی ﷺ کی فرشتوں کے سامنے تعریف کرتا ہے اور اگر ملائکہ کی طرف ہو تو دعائے رحمت مراد لی جاتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

﴿يُصَلُّونَ﴾ بمعنی برکت کی دعا کرنا ہے۔“

ابوبکر الجزائری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”هِيَ ثَنَاءٌ وَرِضْوَانٌ“

”یہ اللہ تعالیٰ کی ثنا اور اس کی خوشنودی ہے۔“

اسی طرح اور مفسرین نے بھی معنی لکھے ہیں، ان سب کو اکٹھا کیا جائے تو اس مفہوم سے معلوم ہوتا ہے کہ درود ایک ایسا لفظ ہے جس کے اندر بہت ہی وسعت ہے، صرف رحمت یا برکت مراد نہیں، بلکہ یہ تو پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے نماز میں بتا دیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا آپ ﷺ کی مغفرت کرنا، آپ پر رحمت بھیجنا، آپ پر برکت نازل کرنا، آپ کے درجات بلند کرنا، آپ کے مقام کو بلند کرنا، آپ کی شان بڑھانا اور تعظیم و عظمت کو بلند کرنا، یہ سارے معانی لفظ ”صلوٰۃ“ میں شامل ہیں۔

وہی ہیں طاہر، وہی مطہر، وہی ہیں شافع، وہی پیمبر!
 وہ سب سے افضل، وہ سب سے بالا، وہ سب کے رہبر، وہ سب سے برتر
 تحیت اُن پر، درود اُن پر، صلوٰۃ اُن پر، سلام اُن پر
 مہ منور ہیں وہ عرب کے نہ ابر ان پر نہ کوئی ہالا
 جہاں کے حق میں سبب طرب کے بہ لطف برتر بہ خلق اعلا
 تحیت ان پر، درود اُن پر، صلوٰۃ اُن پر، سلام اُن پر

صلوٰۃ اور سلام میں فرق:

صلوٰۃ اور سلام میں فرق یہ ہے کہ سلام ہر ایک مومن کے لیے زندہ ہو یا مردہ، حاضر ہو یا غائب مشروع ہے۔ چنانچہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ فلاں شخص کو میرا سلام کہہ دینا۔ سلام تو تحقیق اہل اسلام ہے۔ برخلاف صلوٰۃ کے جو رسول اور آل رسول (ﷺ) کے حقوق میں سے ہے، دیکھئے نمازی نماز میں ”السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَىٰ عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ“ تو پڑھتا ہے مگر ”الصَّلَاةُ عَلَيْنَا وَعَلَىٰ عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ“ کبھی نہیں پڑھتا۔ اس سے صلوٰۃ اور سلام کے درمیان فرق واضح ہو گیا۔

بارگاہ رسالت میں قربت کی راہ:

درود شریف بہت بڑا وظیفہ ہے، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ میں آپ ﷺ پر درود بکثرت بھیجنا چاہتا ہوں۔ میں اوقات ذکر میں کتنا وقت درود کے لیے وقف کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جتنا تیرا جی چاہتا ہے، میں نے عرض کیا کہ وقت کا چوتھا حصہ درود کے لیے وقف کر لوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جیسے تیرا جی چاہے، اور اگر تو اس سے زیادہ وقت صرف کرے تو وہ تیرے لیے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا، اگر آدھا وقت درود پڑھتا رہوں؟ آپ نے فرمایا: ((مَا شِئْتَ فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ)) ”اور اگر تو زیادہ پڑھے تو تیرے حق میں بہتر ہے۔“ میں نے کہا دو تہائی پڑھوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جیسے تیرا جی چاہتا ہے، اور اگر تو اس سے بھی زیادہ پڑھے تو تیرے لیے اور بھی بہتر ہو، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا پھر تو میں سارا وقت آپ پر درود ہی کا وظیفہ پڑھا کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تو تیرے سب غم (دین و دنیا) چھٹ جائیں گے اور تیرے سب گناہ مٹ جائیں گے۔^①

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

① سنن الترمذی، کتاب صفة القيامة والرقائق والورع، رقم: ۲۴۵۷۔ سلسلۃ الصحیحۃ، رقم: ۹۵۴۔ امام ترمذی نے اسے ”حسن صحیح“ اور محدث البانی نے اسے ”حسن“ کہا ہے۔

((مَنْ صَلَّى عَلَيَّ وَاحِدَةً، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ عَشْرًا))^①

”جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔“

پس اس بات کو پلے باندھیے کہ بارگاہ رسالت میں قرب حاصل کرنے کے لیے کثرتِ درود کسیرا عظم ہے۔ کبریتِ احمر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْثَرُكُمْ عَلَيَّ صَلَاةً))^②

”قیامت کے دن میرے سب سے زیادہ قریب وہ ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود پڑھے۔“

یاد رہے کہ درود میں فنا ہونے والوں کو اس دنیا میں بھی قرب بارگاہ رسالت حاصل ہوتا ہے۔ عالم برزخ میں اور روز محشر میں بھی وہی لوگ مقربین بارگاہ رسالت ہوں گے۔

مقاماتِ درود:

(۱)..... تشہد: حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے

پاس تشریف لائے اور ہم سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں تھے۔ آپ ﷺ سے بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم آپ پر درود بھیجیں، تو کس طرح ہم آپ پر درود بھیجیں؟ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خاموشی فرمائی، حتیٰ کہ میں نے تمنا کی کہ کاش یہ سوال نہ کرتا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم کہو:

((اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى

آلِ إِبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا

بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ فِي الْعَالَمِينَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ،

وَالسَّلَامُ كَمَا قَدْ عَلِمْتُمْ))^③

① صحیح مسلم، رقم: ۹۱۲.

② سنن ترمذی، ابواب الوتر، رقم: ۴۸۴۔ صحیح ابن حبان، رقم: ۹۰۸۔ ابن حبان نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

③ صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب الصلاة علی النبی، رقم: ۴۰۵.

(درود شریف بتا کر بعد میں فرمایا) اور سلام جسے تم جانتے ہو، یعنی تشہد میں سلام کے بعد درود بتایا۔
(۲)..... قنوت: درود کے مختلف مقامات میں سے ایک مقام آخر قنوت ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اور جنہوں نے ان سے موافقت کی اس کو مستحب کہا ہے۔ جناب محمد بن مسلمہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو یہ کلمات وتر میں سکھلائے ہیں فرمایا کہ:

اللَّهُمَّ اهْدِنِي فِيمَنْ هَدَيْتَ، وَعَافِنِي فِيمَنْ عَافَيْتَ، وَتَوَلَّنِي فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ، وَبَارِكْ لِي فِي مَا أَعْطَيْتَ، وَقِنِي شَرَّ مَا قَضَيْتَ، فَإِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضَى عَلَيْكَ، وَإِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَالَيْتَ وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ، تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ، وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ))^①

”اے اللہ! مجھے ہدایت دے کر ان لوگوں کے زمرہ میں شامل فرما جنہیں تو نے رشد و ہدایت سے نوازا ہے اور مجھے عافیت دے کر ان لوگوں میں شامل فرما جنہیں تو نے عافیت بخشی ہے اور جن لوگوں کو تو نے اپنا دوست بنایا ہے ان میں مجھے بھی شامل کر کے اپنا دوست بنا لے۔ جو کچھ تو نے مجھے عطا فرمایا ہے اس میں میرے لیے برکت ڈال دے، اور جس شر و برائی کا تو نے فیصلہ فرمایا ہے اس سے مجھے محفوظ رکھ اور بچالے۔ یقیناً تو یہی فیصلہ صادر فرماتا۔ جسے تیرے خلاف فیصلہ صادر نہیں کیا جاسکتا اور جس کا تو والی بناوہ کبھی ذلیل و خوار اور رسوا نہیں ہو سکتا۔ ہمارے پروردگار آقا! تو (بڑا) ہی برکت والا اور بلند و بالا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت بھیج۔“

(۳)..... نماز جنازہ: مقامات درود میں سے ایک جگہ نماز جنازہ سے دوسری تکبیر کے

بعد کا مقام ہے۔

① سنن نسائی، کتاب قیام اللیل و تطوع النہار، رقم: ۱۷۴۶۔ ارواء الغلیل:

۱۷۲/۲۔ سنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۹۰/۲۔ محدث البانی نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

حضرت ابو امامہ بن سہل رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے ایک صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ نماز جنازہ میں امام کا پہلی تکبیر کے بعد آہستہ آواز سے سورہ فاتحہ پڑھنا، (پھر دوسری تکبیر کے بعد) نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنا، پھر (تیسری تکبیر کے بعد) خلوص دل سے میت کے لیے دعا کرنا اور (چوتھی تکبیر کے بعد) آہستہ سلام پھیرنا سنت ہے۔^①

(۴)..... خطبات: مقامات درود میں سے ایک جگہ خطبات ہیں، مثلاً: خطبہ جمعہ، عیدین وغیرہ، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہر وہ خطبہ جس میں تشہد نہیں وہ کٹے ہوئے ہاتھ کی مانند ہے۔^②

یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید کی گواہی کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالت کی گواہی دی جائے اور ساتھ میں آپ ﷺ پر درود بھیجا جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی معمول تھا۔

(۵)..... اذان کے بعد: مقامات درود میں سے ایک جگہ مؤذن کا جواب دینے کے بعد کا وقت ہے، صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”جب تم مؤذن کو سنو تو جو وہ کہتا ہے تم بھی کہو، پھر مجھ پر درود بھیجو کیونکہ جو مجھ پر درود بھیجتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں بھیجتا ہے۔ پھر میرے لیے وسیلہ کا سوال کرو۔ وسیلہ جنت میں ایک منزلت کا نام ہے جسے اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہی پائے گا، اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ میں ہی ہوں۔ پس جس نے میرے لیے وسیلہ کا سوال کیا اس کے لیے میری شفاعت حلال ہوگئی۔“^③

(۶)..... دُعا کے وقت: مقامات درود میں سے ایک جگہ دعا کے وقت نبی ﷺ پر درود

① مسند شافعی، الباب الثالث والشرون فی صلاة الجنازة، رقم: ۵۸۱۔ مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۶/۳۔

② سنن ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی الخطبة، رقم: ۴۸۴۱۔ سنن ترمذی، رقم: ۱۱۱۸۔ محدث البانی نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

③ صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب استحباب القول مثل قول المؤذن.....، رقم: ۳۸۴۔

شریف کا پڑھنا ہے۔ بندہ جب اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے تو اس دعا کرنے کا طریقہ اور آداب آپ ﷺ نے بیان کیے ہیں کہ اللہ کی حمد و ثنا کے بعد رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجا جائے تو اللہ تعالیٰ دعا قبول فرماتے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا اور نبی ﷺ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ادھر ہی تشریف فرما تھے، جب میں (نماز سے فارغ ہو کر) بیٹھ گیا تو میں نے اللہ تعالیٰ کی ثنا بیان کی، پھر میں نے نبی ﷺ پر درود بھیجا، پھر اپنے لیے دعا کی تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”مانگ، دیا جائے گا، مانگ، دیا جائے گا۔“^①

((عَنْ عَلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كُلُّ دُعَاءٍ مَحْجُوبٌ حَتَّى يُصَلِّيَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ))^②

”حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہر دعا روک لی جاتی ہے جب تک کہ نبی ﷺ پر درود نہ بھیجا جائے۔“

(۷)..... مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت: مقامات درود میں سے ایک مقام مسجد کے اندر داخل ہونے اور باہر نکلنے کا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو وہ نبی (ﷺ) پر سلام بھیجے اور یہ کہے:

((اللَّهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ))

”اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمتوں کے دروازے کھول دے۔“

اور جب نکلے تو نبی ﷺ پر سلام بھیجے اور یہ کہے:

((اللَّهُمَّ أَجِرْنِي مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ))^③

① مسند ابی یعلیٰ: ۸/ ۴۷۲، رقم: ۵۰۵۹.

② معجم الکبیر للطبرانی: ۷۲۵۔ سلسلۃ الصحیحۃ، رقم: ۳۰۳۵.

③ صحیح ابن حبان: ۵/ ۳۹۹، رقم: ۲۰۵۰۔ ابن حبان نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب مسجد میں داخل ہوتے تو محمد (ﷺ) پر درود و سلام بھیجتے اور پھر یہ فرماتے:

((رَبِّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ))

اور جب مسجد سے باہر تشریف لاتے تو محمد (ﷺ) پر درود و سلام بھیجتے اور فرماتے:

((رَبِّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ فَضْلِكَ)) ❶

(۸)..... صفا و مروہ پر: مقامات درود میں سے ایک جگہ صفا و مروہ ہے۔ حضرت وہب

بن اجدع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے مکہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا، آپ نے فرمایا:

”جب تم میں سے کوئی آدمی حج کے لیے آئے تو وہ بیت اللہ کے سات چکر لگائے اور مقام ابراہیم کے پاس دو رکعتیں پڑھے۔ پھر صفا سے (سعی کا) آغاز کرے، (وہاں) قبلہ رو ہو کر تکبیر کہے، ہر دو تکبیروں کے درمیان اللہ کی حمد و ثنا بیان کرے اور نبی ﷺ پر درود بھیجے اور اپنے لیے اللہ سے مانگے اور مروہ پر بھی اسی طرح کرے۔“ ❷

(۹)..... مجلس: مقامات درود میں سے ایک مقام اجتماع قوم کا وقت ہے۔ چنانچہ ابن

حبان، حاکم اور ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو لوگ کسی جگہ بیٹھیں اور اس جگہ نہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں اور نہ اپنے نبی پر درود بھیجیں تو وہ مجلس ان پر باعثِ افسوس اور نقصان بنے گی۔ اگر اللہ چاہے ان کو عذاب دے اور چاہے معاف فرمائے۔ ❸

❶ سنن ترمذی، کتاب الصلاة، باب ما جاء ما يقول عند دخول المسجد، رقم: ۳۱۴۔ محدث البانی نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

❷ السنن الكبرى للبيهقي: ۹۴/۵، رقم: ۹۶۱۲۔

❸ سنن ترمذی، کتاب الدعوات، رقم: ۳۳۸۱۔ سلسلة الصحيحة، رقم: ۷۴۔

(۱۰)..... ذکر محبوب ﷺ: مقامات درود میں سے ایک مقام نبی اکرم ﷺ کے ذکر کا وقت ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: رسوا ہو وہ آدمی جس کے سامنے میرا نام لیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔^①

(۱۱)..... استلام حجر: درود پڑھنے کا ایک وقت استلام حجر ہے۔ نافع سے روایت کی ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جب استلام حجر کا ارادہ کرتے تو پڑھتے:

((اللَّهُمَّ إِيْمَانًا بِكَ وَتَصَدِيقًا بِكِتَابِكَ وَسُنَّةَ نَبِيِّكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ))

پھر نبی ﷺ پر درود بھیجتے اور حجر اسود کو چھوتے، بوسہ دیتے۔^②

(۱۲)..... بازار میں اور دعوتِ طعام پر: بازار یا دعوتِ طعام کو جاتے یا کسی جانب نکلتے وقت درود پڑھنا بھی درود خوانی کے مقامات میں سے ہے۔ حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کسی مجلس اور کسی دسترخوان پر حاضر ہوتے تو اس وقت تک نہ اٹھتے جب تک اللہ تعالیٰ کی حمد بیان نہ کر لیتے اور آپ ﷺ پر درود نہ بھیج لیتے، اگرچہ کسی چیز کے پیچھے چلتے ہوئے بازار کے کسی دور دراز کے مکان میں ہی چلے جاتے۔ پھر اس میں بیٹھتے اور اللہ کی حمد بیان کرتے اور نبی ﷺ پر درود بھیجتے۔^③

(۱۳)..... نبی ﷺ کے روضہ اقدس پر: عبد اللہ بن دینار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ نبی ﷺ کی قبر اطہر مبارک پر ٹھہرتے، آپ ﷺ پر درود بھیجتے اور حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے لیے دعا فرماتے۔^④

① سنن ترمذی، ابواب الدعوات، رقم: ۳۵۴۵۔ المشکاة، رقم: ۹۲۷۔ محدث البانی نے اسے ”حسن صحیح“ کہا ہے۔

② المعجم الاوسط للطبرانی: ۳۳۸/۵۔

③ مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۲/۱۰۔

④ مؤطا امام مالک: ۱۶۶/۱۔

رسول اللہ ﷺ کی قبر پاک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں بنی تھی بعد میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبریں بھی اسی حجرہ میں بن گئیں۔ جناب عمر بن عبد العزیز (متوفی ۱۰۱ھ) نے ۱۳۳۶ برس پہلے اس حجرے کے گرد پانچ کونہ دیوار بنادی۔ اس کے بعد کوئی بھی رسول اللہ ﷺ کی قبر پاک تک نہیں گیا کیونکہ اس دیوار میں کوئی کھڑکی اور روشن دان نہیں ہے۔ وہ دیوار تمام اطراف سے بند ہے۔ اس دیوار سے کچھ فاصلے پر جالیاں لگی ہوئی ہیں ان جالیوں کا دروازہ کھلتا ہے۔

جب کوئی سربراہ مملکت وہاں جاتا ہے تو یہی دروازہ کھلتا ہے اور لوگ اس پانچ کونہ دیوار اور جالیوں کے درمیان جو جگہ ہے اسی میں جھاڑو دے دیتے ہیں۔ ان جالیوں میں ایک نشان لگا ہوا ہے۔ وہ قبر کا سرہانے والا حصہ ہے اسے مواجہہ شریفہ کہتے ہیں، گویا ہم رسول اللہ ﷺ کے چہرہ اقدس کے عین سامنے ہوتے ہیں لوگ اسی جگہ کھڑے ہو کر سلام پیش کرتے ہیں۔ اس کے پاس ہی دو ستون ہیں جن پہ دو شعر کنندہ ہیں جو ایک اعرابی نے وہاں سلام کے وقت پڑھے تھے۔
دائیں ستون پہ جو شعر کنندہ ہے وہ کچھ یوں ہے ؕ

یا خیر من دُفِنْتَ بالقاعِ اعْظُمُهُ
فطاب من طیبهن القاعِ والاکم

”اے اس دنیا کے سب سے بہترین شخص جس کا جسدِ اطہر یہاں دفن ہے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک تجھ سے بہتر وجود اس زمین میں دفن نہیں ہوا اس جسدِ اطہر کی برکت سے مدینہ کے جنگل اور وادیاں خوشبودار ہو گئیں۔“

بائیں ستون پہ اس کا دوسرا شعر لکھا ہے ؕ

نفسی الفداء لقبر أنت ساکنہ
فیہ العفاف وفیہ الجود والکرم

”میری جان فدا ہے اس قبر پاک پہ جس میں تو آسودہ خاک ہے اس قبر میں پاک بازی، طہارت، سخاوت اور بہادری جیسی خوبیاں دفن ہیں۔“

اللہ تعالیٰ توفیق دے تو ہمیں روضہ پاک پہ جا کر سلام پیش کرنا چاہیے۔ لیکن اگر ہم وہاں نہیں جاسکتے تو ہمیں یہ کوتاہی نہیں کرنی چاہیے۔ یہیں سے رسول اللہ ﷺ کو سلام کہیں اللہ تعالیٰ اسی وقت وہاں پہنچا دے گا۔

اگر اے نسیم سحر تیرا ہو گذر دیار حجاز میں

میری چشم تر کا سلام کہنا حضورؐ بندہ نواز میں

(۱۴)..... سوتے وقت: سونے کے وقت درود شریف پڑھنا بھی اوقات درود خوانی میں

سے ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دوائی آدمی ہیں جن پر اللہ عزوجل ہنستے (خوش ہوتے)، ہیں، ایک وہ آدمی جس کی مڈبھیڑ دشمن سے ہو جائے اور اپنے ساتھیوں میں سے بہترین گھوڑوں میں سے ایک گھوڑے پر ہو، دوسرے ساتھی شکست کھا گئے اور وہ ثابت قدم رہا، تو اگر وہ قتل ہو گیا تو شہید ہوا اور اگر وہ زندہ رہا تو یہ وہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ ہنستے ہیں۔

اور دوسرا وہ آدمی جو رات میں اٹھتا ہے، اسے کوئی نہیں جانتا، اس نے وضو کیا تو اچھی طرح وضو کیا، پھر اللہ کی حمد اور اس کی بزرگی بیان کی اور نبی ﷺ پر درود بھیجا اور قرآن کھولا (یعنی پڑھا)۔ تو یہ وہ شخص ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر ہنستے ہیں اور فرماتے ہیں: میرے اس بندے کو دیکھو! جو اس حالت میں کھڑا ہے جسے میرے سوا اور کوئی نہیں دیکھ رہا۔^①

(۱۵)..... تنگ دستی کے وقت: مقامات درود خوانی میں سے ایک مقام یہ ہے کہ اگر کسی

کے پاس مال نہ ہو تو وہ صدقہ کی بدل درود شریف پڑھے۔ تنگ دست سے یہ درود پڑھنا صدقہ سے کفایت کرے گا۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے پاس صدقہ کے لیے مال نہ ہو وہ اپنی دعا میں کہے:

((اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَي مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ وَصَلِّ عَلَي

الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ.))

تو یہ اس کے لیے زکوٰۃ ہے اور فرمایا: ”مومن سیر نہیں ہوتا، وہ (بھلائی) سنتا رہتا ہے،

① المعجم الكبير: ۷۱ / ۸.

حتیٰ کہ اس کا آخری مقام جنت ہے۔“^①

(۱۶)..... مصیبت اور پریشانی کے وقت: مقامات درود میں ایک مقام غم و شدائد کے

ہجوم اور طلب مغفرت کا وقت ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب دو تہائی

رات گزر جاتی تو رسول اللہ ﷺ اٹھتے اور فرماتے: ”اے لوگو! اللہ کا ذکر کرو، اللہ کا ذکر کرو،

قیامت کا پہلا زلزلہ آگیا، پھر اس کے بعد والا دوسرا بھی آگیا اور اس میں جو کوئی بھی ہے اسے

موت آگئی۔“ ابی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! میں آپ پر کثرت سے

درود بھیجنا چاہتا ہوں تو میں اپنی دعا میں سے کتنا حصہ درود کے لیے رکھوں؟ آپ ﷺ نے

فرمایا: جو تو چاہے۔ میں نے عرض کیا ایک چوتھائی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو تو چاہے، اگر زیادہ

کر لے تو تیرے لیے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا نصف؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو تو چاہے،

اگر زیادہ کر لے تو یہ تیرے لیے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا دو تہائی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

جو تو چاہے، اگر زیادہ کر لے تو تیرے لیے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا میں اپنی ساری دعا آپ

کے لیے کر دوں (درود کے لیے)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تیرے مصائب و پریشانیاں اس

سے ختم ہو جائیں گی اور تیرے گناہ معاف ہو جائیں گے۔“^②

(۱۷)..... نبی ﷺ کا مبارک نام لکھتے وقت: نبی ﷺ کے مبارک نام کے لکھتے

وقت درود لکھنا ضروری ہے۔ ابوالشیخ نے سند کے ساتھ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے نبی

اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی تحریر میں میرے نام کے ساتھ درود لکھا، ہمیشہ ملائکہ اس کے

لیے استغفار کرتے ہیں، جب تک میرا نام اس کتاب میں ہوتا ہے۔^③

ابن الصلاح نے مقدمہ میں تحریر فرمایا:

”رسول اللہ ﷺ کے ذکر مبارک کے وقت لازم ہے کہ وہ آپ ﷺ پر صلوة و

① مستدرک حاکم: ۱۴۴ / ۴۔ حاکم نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

② سنن ترمذی، کتاب صفة القيامة، باب فی الترغيب.....، رقم: ۲۴۵۷۔ سلسلہ الصحیحة، رقم: ۹۵۴۔

③ الشفاء للقاضی عیاض، ص: ۳۰۸۔

سلام لکھنے پر محافظت کرے اور آپ ﷺ کے نام کے بار بار آنے سے اکتانہ جائے۔ یہ ان لوگوں کے لیے بڑے فوائد میں سے ہے جو حدیث کے طالب علم ہیں اور اسے لکھنے میں جلدی کرتے ہیں اور جو اس سے غافل ہو گیا، وہ بہت بڑے حصے سے محروم ہو گیا۔^①

(۱۸)..... صبح و شام کے وقت: صبح و شام کے وقت بھی رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھنا درود خوانی کے اوقات میں سے ہے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”جو آدمی صبح کے وقت مجھ پر دس مرتبہ درود بھیجتا ہے اور جو شام کے وقت بھی دس مرتبہ درود بھیجتا ہے وہ قیامت کے دن میری شفاعت پالے گا (یعنی اسے میری شفاعت قیامت کے دن نصیب ہوگی)۔“^②

(۱۹)..... اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے: اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے اور فقیری و غربت کو ختم کرنے کے لیے بھی رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھیں۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم سے بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، ایک آدمی آیا اور اس نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! اللہ عزوجل کے قرب کے لیے کون سے اعمال ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”سچی بات کہنا اور امانت کی ادائیگی۔“ میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! مزید فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: رات کی نماز اور شدت کی گرمی کے روزے رکھنا۔ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! مزید ارشاد فرمائیے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے کثرت سے یاد رکھنا اور مجھ پر درود بھیجنا، فقر کو ختم کر دیتا ہے۔ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! مزید فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جو کسی کی امامت کرائے،

① فتح المغیث: ۲/ ۱۸۲-۱۸۳.

② الجامع الصحیح: ۱۰/ ۷۶، رقم: ۱۷۰۲۲.

اسے چاہیے کہ ہلکی نماز پڑھائے، کیونکہ ان میں بوڑھے، مریض، کمزور اور ضرورت مند ہیں۔^①
(۲۰)..... ہر وقت: آپ ﷺ پر ہر وقت درود پڑھتے رہنا چاہیے، آپ لوگ جہاں بھی درود پڑھیں گے وہ آپ ﷺ تک پہنچا دیا جائے گا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”یقیناً اللہ تعالیٰ کے (مقرر) فرشتے سیاحت کر رہے ہیں، وہ مجھ پر میری امت کی طرف سے (بھیجا گیا) سلام مجھے پہنچاتے ہیں۔“^②

(۲۱)..... جمعہ کا دن: بالخصوص جمعہ کے روز تو درود و سلام میں ڈوب جانا چاہیے۔

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فِيهِ خَلَقَ اللَّهُ آدَمَ، وَفِيهِ قَبِضَ، وَفِيهِ النَّفْخَةُ، وَفِيهِ الصَّعْقَةُ، فَأَكْثِرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيهِ، فَإِنَّ صَلَوَاتِكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ. فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَكَيْفَ تُعْرَضُ عَلَيْكُمْ صَلَاتُنَا وَقَدْ أَرَمْتَ يَعْنِي وَقَدْبَلَيْتَ؟ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ حَرَّمَ عَلَيَّ الْأَرْضَ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ))^③

”تمہارے افضل دنوں میں جمعہ کا دن ہے، اسی دن آدم علیہ السلام کو اللہ نے پیدا کیا، اسی دن اُن کی روح قبض کی گئی، اسی دن صور پھونکا جائے گا اور اسی دن قیامت کا کڑکا ہوگا۔ تم اُس دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو۔ واقعی تمہارا درود میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ہمارے درود

① معرفة الصحابة: ۱۰ / ۹۹.

② سنن نسائی، کتاب السہو، باب التسليم على النبي، رقم: ۱۲۸۳۔ محدث البانی نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

③ مسند احمد، رقم: ۱۶۱۶۲۔ سنن أبوداؤد، کتاب الصلاة، رقم: ۱۰۴۷۔ صحیح ابن خزيمة، رقم: ۱۷۳۳۔ ابن خزيمة اور البانی نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

کس طرح آپ کے سامنے پیش ہو سکیں گے حالانکہ آپ کا جسم تو بوسیدہ ہو جائے گا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھا سکے۔“

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
 ((اَكْثِرُوا عَلَيَّ الصَّلَاةَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ))^①
 ”جمعہ کے روز مجھ پر درود کثرت سے پڑھا کرو۔“

درود پڑھنے کے فوائد و ثمرات:

رسول کریم ﷺ پر درود بھیجنے کے فوائد و ثمرات کی فہرست مندرجہ ذیل ہے:

- ۱: اللہ تبارک و تعالیٰ کی فرمانبرداری اور تعمیل حکم۔
- ۲: اللہ عزوجل کے ساتھ درود میں موافقت گو نوعیت میں ہماری صلوة اور اللہ تعالیٰ کی صلوة مختلف ہیں۔ کیونکہ ہماری صلوة تو دعا اور سوال ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی صلوة ثناء و شرف کا بیان ہے۔
- ۳: درود خوانی میں فرشتوں کے ساتھ موافقت۔
- ۴: ایک دفعہ درود پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے دس رحمتوں کا ملنا۔
- ۵: ایک دفعہ کے درود پر دس درجات کا بلند کیا جانا۔
- ۶: ایک بار درود شریف پڑھنے سے دس نیکیوں کا لکھا جانا۔
- ۷: ایک درود کے پڑھنے سے دس گناہوں (بدیوں) کا محو کر دیا جانا۔
- ۸: جب درود دعا سے اول ہو تو اس دعا کی قبولیت کی امید ہوتی ہے کیونکہ درود شریف دعا کو رب العالمین تک لے جاتا ہے۔ اور بغیر درود کے زمین و آسمان کے درمیان بھی دعا روک لی جاتی ہے۔

① سنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۴۹/۳۔

- ۹: درود شریف پڑھنا رسول اللہ ﷺ کی شفاعت پانے کا سبب ہے۔
- ۱۰: درود شریف گناہوں کی مغفرت کا باعث ہے۔
- ۱۱: درود شریف بندہ کے رنج و غم میں اللہ تعالیٰ کے کفایت کرنے کا سبب ہے۔
- ۱۲: قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ سے قریب ترین ہونے کا سبب ہے۔
- ۱۳: تنگ دست کے لیے درود قائم مقام صدقہ کے ہے۔
- ۱۴: قضاء حاجات کا وسیلہ ہے۔
- ۱۵: اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فرشتوں کی دعائے رحمت کے حاصل کرنے کا سبب ہے۔
- ۱۶: درود خوان کے لیے درود زکوٰۃ و طہارت ہے۔
- ۱۷: موت سے پہلے بندہ کو بشارت جنت مل جانے کا سبب ہے۔
- ۱۸: قیامت کی ہولناکیوں سے نجات کا سبب ہے۔ ابو موسیٰ نے ان کو ذکر کیا ہے اور اس بارے میں احادیث بھی ذکر کی ہیں۔
- ۱۹: بھولی ہوئی شے درود سے یاد آ جاتی ہے۔
- ۲۰: مجلس میں درود کفارہ ذنوب ہے اور قیامت کے دن وہ نشست اہل مجلس کے لیے حسرت نہیں بنتی۔
- ۲۱: درود شریف سے فقر و فاقہ اور تنگ دستی جاتی رہتی ہے۔
- ۲۲: درود شریف پڑھنے کے طفیل بخیلی کی عادت ختم ہو جاتی ہے۔
- ۲۳: درود پڑھنے سے رسول اللہ ﷺ کی بدعا رجم انف..... سے بندہ محفوظ ہو جاتا ہے۔
- ۲۴: درود شریف درود خوان کو جنت کے راستے پر چلاتا ہے اور جو درود کو ترک کرتا ہے وہ راہ بہشت چھوڑ بیٹھتا ہے۔
- ۲۵: جو کلام حمد اللہ و صلوة بر مصطفیٰ (ﷺ) سے شروع ہو، درود اس کے مکمل ہونے کا سبب ہے۔
- ۲۶: پل صراط پر بندہ کے لیے بے پناہ نور کا سبب درود شریف ہے۔

- ۲۷: درود شریف پڑھنے سے بندہ جفاء (برسول) سے بچ نکلتا ہے۔
- ۲۸: درود شریف درود خوان کی ثناء حسن اہل زمین و آسمان کے اندر باقی رہنے کا سبب ہے۔
- ۲۹: درود خوان کی ذات خاص اور عمل و عمر و دیگر اسباب مصالح میں برکت کا باعث۔
- ۳۰: درود شریف اللہ تعالیٰ کی رحمت پانے کا ذریعہ ہے۔
- ۳۱: درود شریف سبب ہے رسول اللہ ﷺ کی محبت کے دوام و اضافے کا اور یہ صفت مراتب ایمان میں سے ایک مرتبہ ہے جس کے بغیر ایمان کامل و اکمل نہیں ہوتا۔
- ۳۲: کثرت درود کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ کی محبت حاصل ہو جاتی ہے۔
- ۳۳: درود خوانی انسان کی ہدایت اور حیات قلب کا سبب ہے۔

رسول اللہ ﷺ پر سلام کہنا:

اللہ رب العزت نے قرآن حکیم میں درود شریف کے حکم کے ساتھ ہی سلام کا حکم بھی دیا ہے، فرمایا: ﴿صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ (الاحزاب: ۵۶) ”پیغمبر پر صلوة بھیجو اور سلام بھیجو، خوب سلام بھیجنا۔“ یعنی سلام کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ دل کی محبت اور چاہت سے سلام کہو۔

اس آیت مقدسہ میں جس طرح درود کی فرضیت ہے اسی طرح سلام کی بھی فرضیت ہے، بلکہ سلام تو درود سے بھی پہلے اللہ تعالیٰ نے سکھا دیا تھا، جیسا کہ مذکورہ احادیث میں بیان ہو چکا ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز میں ہوتے تو ہم یہ کہتے تھے:

((السَّلَامُ عَلَى اللَّهِ مِنْ عِبَادِهِ السَّلَامُ عَلَى فُلَانٍ وَفُلَانٍ))

تو نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اللہ تعالیٰ پر سلام نہ کہو، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ تو خود سلام ہیں، لیکن تم یہ کہو:

((التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا

النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ
الصَّالِحِينَ.))

جب تم یہ کہو گے تو اس میں آسمان وزمین کے درمیان کے سارے (مسلمان) بندے
شامل ہوں گے۔

((أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.))
پھر اس کے بعد اپنے لیے جو دعا پسند کرے وہ کرے۔^①

سلام صدق امانت کی شانِ عالی پر
سلام خلق و مرآت کی بے مثالی پر
سلام پاکی گوہر پہ، جس کے دامن کو
کٹافٹوں کا تصور بھی چھو نہ سکتا ہو
سلام اس دل روشن کی حق اساسی پر
سلام ان کے کمالِ خدا شناسی پر
سلام حکمت و دانش پر، جس کا ہر ارشاد
بنا ہے قصر صلاح و فلاح کی بنیاد
یقین محکم و ایمان مستقل پہ سلام!
خلوص و مہر و وفا و صفائے دل پہ سلام!
دل حزیں کی یہ سب سے بڑی تمنا ہے
میرا سلام میری روح کا تقاضا ہے
(کمالی)

① صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب ما یتخیر من الدعاء.....، رقم ۸۳۵.

درود نہ بھیجنے پر وعید:

جہاں رسول کریم ﷺ پر درود شریف پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں برکتیں اور کئی فوائد و ثمرات حاصل ہوتے ہیں، وہاں آپ ﷺ پر درود شریف نہ پڑھنے سے گناہ اور بہت سے نقصانات بھی ہوتے ہیں۔ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَحْضَرُوا الْمِنْبَرَ فَخَضَرْنَا فَلَمَّا ارْتَقَى دَرَجَةً قَالَ آمِينَ!
فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّانِيَةَ فَقَالَ آمِينَ! فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ
الثَّالِثَةَ فَقَالَ آمِينَ فَلَمَّا نَزَلَ قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! لَقَدْ سَمِعْنَا
مِنْكَ الْيَوْمَ شَيْئًا مَا كُنَّا نَسْمَعُهُ قَالَ: إِنَّ جِبْرِيلَ لَقَدْ عَرَضَ
لِي فَقَالَ: بَعْدًا لِمَنْ أَدْرَكَ رَمَضَانَ فَلَمْ يُغْفَرْ لَهُ، قُلْتُ: آمِينَ!
فَلَمَّا رَقَيْتُ الثَّانِيَةَ قَالَ: بَعْدًا لِمَنْ ذُكِرَتْ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ
عَلَيْكَ قُلْتُ: آمِينَ! فَلَمَّا رَقَيْتُ الثَّالِثَةَ قَالَ: بَعْدًا لِمَنْ أَدْرَكَ
أَبَوِيهِ الْكِبَرَ عِنْدَهُ أَوْ أَحَدَهُمَا فَلَمْ يُدْخِلْهُ الْجَنَّةَ قُلْتُ
آمِينَ.))^①

”منبر کے پاس آ جاؤ تو ہم لوگ پاس آ گئے۔ جب حضور نے منبر کے پہلے زینے پر قدم رکھا تو فرمایا: آمین۔ جب دوسرے پر قدم رکھا تو فرمایا: آمین۔ جب تیسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا: آمین۔ جب آپ خطبہ سے فارغ ہو کر نیچے اترے تو ہم نے عرض کیا کہ ہم نے آج آپ سے منبر پر چڑھتے ہوئے ایسی بات سنی جو پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ اس وقت جبریل میرے سامنے آئے تھے انہوں نے کہا کہ رحمت سے دور ہو وہ شخص جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور اس کی

① مستدرک الحاکم، رقم: ۷۳۳۸۔ صحیح مسلم، کتاب الادب، رقم ۲۵۵۱۔

مغفرت نہ ہوئی، میں نے کہا یا اللہ قبول کر۔ جب دوسرے زینے پر میں نے قدم رکھا تو جبریل نے کہا، رحمت سے دور ہو وہ شخص جس کے سامنے آپ کا ذکر کیا جائے اور وہ آپ پر درود بھیجنے کی بھی زحمت گوارا نہ کرے، میں نے کہا یا اللہ قبول کر۔ جب میں نے تیسرے زینے پر قدم رکھا تو انہوں نے کہا، رحمت سے دور ہو وہ شخص جس کے سامنے اس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پہنچے اور وہ اس کو جنت میں داخل نہ کرائیں۔ میں نے کہا یا اللہ قبول کر۔“

آپ غور کیجیے کہ جبریل امین علیہ السلام ایسا مقرب بارگاہ الہی فرشتہ جس کے لیے بدعا کرے اور سرور کونین ﷺ جس کے لیے بددعا پر آمین کہیں اس سے زیادہ سخت بددعا اور کونسی ہو سکتی ہے؟ پس حضور ﷺ کا نام لکھتے وقت، سنتے اور بولتے وقت صلوة و سلام کا التزام کرنا چاہیے گو عبارت لکھتے ہوئے یا دوران گفتگو بیسیوں بار آپ کا اسم گرامی آئے۔ ہر بار اک نئے ذوق و شوق کے ساتھ اور اک نئے ولولے کے ساتھ درود بھیجنا چاہیے۔ وہ جنہوں نے اپنی پوری زندگی ہمیں سنوارنے کے لیے کھپا دی۔ حیف ہے ہم پر کہ ہم ان کے اسم گرامی پر ہونٹوں کو جنبش دینے میں بھی بخل کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((الْبَخِيلُ الَّذِي مَنْ ذُكِرَتْ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ)) ①

”بخیل ہے وہ شخص جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔“

ایک روایت میں تو آپ ﷺ نے اسے بخیل ترین انسان قرار دیا جو آپ کے اسم گرامی

کو سن کر درود نہیں بھیجتا ہے۔ ابو ذر کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

((أَلَا أُخْبِرُكَ بِأَبْخَلِ النَّاسِ ؟))

”میں تمہیں نہ بتاؤں کہ بخیل ترین انسان کون ہے؟“

صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

① سنن الترمذی، ابواب الدعوات، رقم: ۳۵۴۶.

((مَنْ ذَكَرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ فَذَاكَ أَبْخَلُ النَّاسِ.))^①
 ”جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے تو وہ بخیل ترین
 انسان ہے۔“

اور جس شخص کو رحمۃ للعالمین ﷺ بخیل ترین انسان فرمائیں تو اس کی بدبختی میں شک و
 شبہ کی کیا گنجائش رہ جاتی ہے؟

اس لیے ہر محب رسول کو چاہیے کہ کثرت سے آپ ﷺ پر درود پڑھے۔ خصوصاً ان
 اوقات اور مقامات پر درود کا ضرور اہتمام کرے جہاں درود پڑھنے کی نبی ﷺ نے ترغیب دی
 ہے۔ ہم نے یہاں چند مقامات کا ذکر کیا ہے، کیونکہ عام طور پر لوگ اس میں کوتاہی کرتے نظر
 آتے ہیں۔ جسے تفصیل درکار ہو وہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”الشفاء بتعريف حقوق
 البصطفى ﷺ“ اور امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”فضل الصلاة على النبي ﷺ“ کا مطالعہ کرے۔



① کتاب الصلاة لابن أبي عاصم، رقم ۲۹۔ جلاء الافهام للامام ابن القیم، رقم: ۹۶۔

خاتمة الكتاب

قارئین کرام! زیر نظر کتاب میں رسول اللہ ﷺ کے حقوق و واجبات پر قرآن و سنت کی روشنی میں سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اس تمام بحث کا لب لباب یہ ہے کہ حضور ﷺ بارانِ علم و ہدایت تھے، یعنی جس طرح آسمان سے مینہ برستا ہے، بالکل اسی طرح ہدایت خداوندی اور علم الہی کی بارش تھی۔ آپ جانتے ہیں کہ جب آسمان سے بارش نہیں ہوتی تو زمین خشک بلکہ بنجر ہو جاتی ہے۔ کھیتی باڑی نہیں ہوتی اور قحط پڑ جاتا ہے۔ ایسے ہی اگر علم و ہدایت کا مینہ نہ برے تو دل کی زمین خشک، بنجر اور ویران ہو جاتی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے دل کی کھیتی کو سرسبز و شاداب رکھنے کے لیے انبیاء کو رشد و ہدایت کا مینہ بنا کر بھیجتا ہے۔ حضور انور ﷺ بھی ہدایت کا ”غیث کثیر“ تھے کہ سارا جہان سیراب ہو گیا اور سرزمین عرب بقعہ نور بن گئی۔ یعنی اگر قرآن سحابِ وحی ہے تو رحمت للعالمین ﷺ بارانِ ہدی ہیں۔ اگر حضور ﷺ عمل کر کے نہ دکھاتے تو قرآنی احکام کا امتثال کس طرح پورا ہوتا؟

یاد رکھیے! رسول اللہ ﷺ کا ہر فعل، قول، سکوت اور حتیٰ کہ بھول جانا بھی وحی الہی ہے، حجت ہے، دین ہے اور جھوٹی بات حضور ﷺ کے ذمہ لگانا موجب جہنم ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ))^①

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص مجھ پر جان بوجھ کے جھوٹ بنائے، پس اسے

چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں ڈھونڈے۔“

① صحیح بخاری، کتاب العلم، رقم: ۱۰۷.

کیونکہ نبی ﷺ پر جھوٹ باندھنے سے غیر نبی کی بات حجت اور دین بن جاتی ہے۔ جو کہ نہیں بننی چاہیے۔ کیونکہ صرف اور صرف حضور ﷺ ہی اُمت کے لیے حجت ہیں۔ مطلب یہ کہ آپ کا قول و فعل سنت اور حدیث برہان ہے۔ پیغمبر ﷺ اگر بولیں ہی نہ تو دعویٰ نبوت کیسے ثابت ہو؟ پیغمبر اگر اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کر کے نہ دکھائیں تو لوگ کس طرح احکام الہی کو عملی جامہ پہنائیں؟ اس ضمن میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا﴾ (النساء: ۱۷۴)

”لوگو! تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے حجت آچکی اور ہم تمہاری طرف جگمگاتا ہوا نور بھیج چکے۔“

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی ﷺ کی طرف جھوٹی بات منسوب کرنے سے اس قدر لرزہ برانداز تھے کہ وہ پھونک پھونک کر قدم رکھتے۔ ڈرتے، لرزتے، از حد احتیاط کرتے، از حد ثقاہت، پختہ پسند اور پوری ذمہ داری سے روایت کرتے تھے۔ رجال اور اسانید کے دفاتر راویوں ہی کی زندگیاں بننے اور چھاننے کے لیے مدوّن ہوئے اور ہر روایت کی بال کی کھال اتار کر رکھ دی گئی اور روایتوں کی بھی درجہ بندی کردی گئی اور موضوعات کے جعلی سکوں کو ”اشرفیوں“ سے جدا کر کے پھینک دیا گیا۔ ہر راوی حدیث اور محدث کے سامنے حضور انور ﷺ کا مذکورہ انتباہ ہمیشہ پیش نظر رہا کہ جس نے فن کی جعل سازی عمد ارحمت عالم ﷺ کے ذمہ لگائی وہ اپنی جگہ آگ میں تلاش کرے۔

مولانا حالی رحمۃ اللہ علیہ نے یہی بات اشعار کی زبان میں بیان کی ہے

گروہ ایک جو یا تھا علم نبی کا
لگایا پتہ جس نے ہر مفتری کا
نہ چھوڑا کوئی رخنہ کذبِ خفی کا
کیا قافیہ تنگ ہر مدعی کا

کیے جرح و تعدیل کے وضع قانون
 نہ چلنے دیا کوئی باطل کا افسوں
 کیا فاش راوی میں جو عیب پایا
 مناقب کو چھانا، مثالب کو بتایا
 مشائخ میں جو فتح نکلا جتایا
 آئمہ میں جو داغ دیکھا بتایا
 طلسم ورع ہر مقدس کا توڑا
 نہ ملا کو چھوڑا، نہ صوفی کو چھوڑا

اور ذہن نشین کر لیجیے! کہ احادیث قرآنی کی تشریح میں قرآن پر عمل کرنا سکھاتی ہیں اور
 رسول اللہ ﷺ کا تعلق مسلمان کے ساتھ ایمانیات سے ہے اور یہ تعلق اسی صورت میں قائم رہ
 سکتا ہے کہ مسلمان حضور ﷺ کی سیرت و کردار اور اقوال و افعال کو اپنا کر زندگی بھر ان پر عمل
 کرتا رہے۔ اگر ہم حضور ﷺ کی باتوں، عادات و خصائل کو بھلا دیں گے تو آپ سے ہماری
 محبت اور اطاعت جاتی رہے گی اور جب محبت اور اطاعت گئی تو ایمان بھی رخصت ہو گیا اور
 جب ایمان رخصت ہو گیا تو اس کا انسانیت کے محسن اعظم محمد رسول اللہ ﷺ سے کیا تعلق واسطہ
 رہا؟ بھلا کوئی مسلمان رسول اللہ ﷺ سے محبت و اتباع کے بغیر دین اسلام پر کیسے چل سکتا
 ہے؟ آج تک ساری اُمت سنت کے نور ہی میں گام فرسا ہو کر منزل مقصود تک پہنچتی ہے۔ جس
 نے بھی سنت سے اعراض کیا گویا اس نے سطر قرآن کو چلیپا بنا دیا اور وہ خسران مبین کے گڑھے
 میں گر گیا..... ۵

وما النور الا فی الحدیث و اہلہ

اذا ما وجی اللیل البہیم و اظلمما

”اور نور تو بس سنت خیر الوری میں اور سنت والوں پر ہے۔ باقی جہان میں ایسا

اندھیرا ہے جیسے شبِ تار کی ظلمت۔“

ومن ترك الاثار ضلل سعيه

وهل يترك الاثار من كان مسلماً

”اور جس نے احادیث کو چھوڑا۔ اُس نے اپنے سب اعمال برباد کر دیے۔ اور کیا

کوئی مسلمان ہو کر احادیث کو چھوڑ سکتا ہے؟“

قارئین کرام! غور فرمائیں کہ حضور ﷺ کی سنت اور حدیث کے ماخذ دین ہونے پر ہر زمانے کے علماء اور آئمہ ایمان رکھتے ہیں اور سنت سے لاپرواہ ہو کر کسی نے قرآن کی تشریح کی ہے اور نہ ہی اپنی اپنی رائے سے اس پر عمل کیا ہے، بلکہ سب نے سنت کی روشنی میں ہی کتاب اللہ کی تفسیر کی ہے ۵

لا ترغبين عن الحديث واهله

فالرأى ليل والحديث نهار

”حدیث اور حدیث والوں سے منہ نہ موڑ (منکر حدیث نہ بن) کیونکہ رائے

تاریک رات ہے اور حدیث روزِ روشن۔“

بے شک جو کوئی اپنی رائے سے قرآن کے معانی اور تفسیر کرتا ہے، اس کو ظلمت ہی ظلمت

حاصل ہوتی ہے۔ اور سنت ہی کتاب اللہ کی تشریح ہے جو کہ آفتابِ نصف النہار ہے۔ امتی کی

بات اور رسول اللہ ﷺ کی بات میں دن رات کا فرق ہے ۵

جگا سکی نہ تجھے اے رہنِ خواب گراں

چمنِ افروز بہاروں کی نغمہ پیرائی

مٹا سکی نہ تیری روح کی جبین کی شکن

فروغِ ماہ میں لیلائے شب کی رعنائی

یقین جانے اسلام کی مکمل حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات ہے جو اصل ہے۔ امت

کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ وہ اس اصل کی نقل کرے۔ پھر جس شخص کی ہر ہر عمل کی نقل بمطابق اصل ہوگی۔ وہ نقل قیامت کے روز مانی جائے گی۔ اس پر اجر و ثواب ملے گا اور اعمال کی نقل بمطابق اصل رکھنے والا جنت الفردوس میں جائے گا، اور جب اپنے اعمال کی نقل بمطابق اصل کے کریں گے تو آپ کے حقوق کو پہچاننے اور بجالانے میں کوئی دقت پیش نہ آئے گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن و سنت کی روشنی میں حقوق النبی ﷺ ٹھیک ٹھیک بجالانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آپ ﷺ کے حقوق و واجبات کی ادائیگی امت مسلمہ پر فرض ہے، لہذا ہر کلمہ گو پر ان حقوق و واجبات کو پہچانا، سمجھنا اور پھر ان پر قوی و عملی اعتقاد رکھنا لازمی ہے۔

حضرات! یہ دس حقوق ہیں جن کا قرآن و حدیث میں ذکر ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انہی حقوق کی بنیاد پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تعلق قائم کیا ۵

حدیث مصطفیٰ تفصیل ہے اجمال قرآن کی کتاب اللہ کی تفسیر ہے، پیغمبر کی سیرت ہے نبی کی زندگی ہے بہر امت، اسوۂ کامل رسول اللہ کا ہر فعل منشور ہدایت ہے پیغمبر کی اطاعت فرض ہے ہر فرد امت پر کتاب پاک میں اس امر کی پوری وضاحت ہے رکوتم اس سے ملتی ہو نہ سنت سے سند جس کی پکڑ لو اس کو دانتوں سے جو پیغمبر کی سنت ہے کتاب اللہ، احادیث پیغمبر، اسوۂ مرسل یہی چیزیں ہیں جن کا نام اسلامی شریعت ہے

اللهم صل علی محمد نور الہدی والقائد الی الخیر والداعی الی الرشید نبی الرحمة وامام المتقین ورسول

رب العالمين لا نبى بعده كما بلغ رسالتك، ونصح لعبادك، وتلا آياتك، واقام حدودك، ووفى بعهدك، وانفذ حُكْمَكَ، وامر بطاعتك، ونهى عن معصيتك، وَوَالِي وَلِيِّكَ الذى ان تواليه، وعادى عدوك الذى ان تعاديه وصى الله على سيدنا محمد.

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَسِيدٌ مَّجِيدٌ.
اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَسِيدٌ مَّجِيدٌ.



مصادر ومراجع

تاريخ الطبع	دار النشر	المؤلف	الكتاب
1399هـ	دار الثقافة، بيروت	ابو الوليد محمد بن	اخبار مكة وما جاء
1979م	ومكة المكرمة	عبدالله بن احمد	فيها من الآثار
ط: الثالثة		الأزرقى (ت: 250هـ)	
1413هـ	الدار المصرية	ابو الشيخ: عبدالله بن	اخلاق النبي وآدابه
1933م	اللبنانية، القاهرة	محمد بن جعفر	
ط: الثانية		الأصبهاني (ت: 329هـ)	
1419هـ	مكتبة المعارف،	محمد بن اسماعيل	الأدب المفرد
1998م	الرياض	البخاري (ت: 256هـ)	
1399هـ	المكتب الإسلامي	محمد ناصر الدين	إرواء الغليل في
1979م	بيروت	الباني (ت: 1420هـ)	تخريج أحاديث منار
			السبيل
1315هـ	مطبعة هندية،	ابو الحسن علي بن	اسباب النزول
1897م	مصر	احمد الواحدي	
		النيسابوري (ت: 468هـ)	
		أبو عمر يوسف بن	الاستيعاب في معرفة
1315هـ	دار الفكر	عبدالله بن محمد ابن	الأصحاب: بهامش
		عبدالبر النمري	الإصابة لابن حجر
		(ت: 463هـ)	
1390هـ	دار الشعب،	علي بن محمد بن	أسد الغابة في معرفة
1970م	القاهرة	محمد ابن الأثير	الصحابة

الإصابة في تمييز الصحابة	احمد بن على بن محمد ابن حجر الكنانى (ت:852هـ)	مطبعة السعادة، مصر	1328م
انساب الأشراف	أحمد بن يحيى بن جابر البلاذرى (ت:279هـ)	دارالمعارف، مصر	1315
البداية والنهاية	ابوالفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القريشى (ت:774هـ)	هجر للطباعة والنشر، القاهرة	1417هـ 1997م
التاريخ الكبير	ابو عبدالله محمد بن اسماعيل البخارى (ت:256هـ)	دائرة المعارف العثمانية حيدر آباد ودار الكتب العلمية، بيروت	1380هـ 1960م
الترغيب والترهيب	أبو محمد عبد العظيم بن عبد القوى المنذرى (ت:656هـ)	دارالكتب العلمية، بيروت	1406هـ 1986م
تفسير القرآن العظيم	أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير (ت:774هـ)	كتاب الشعب، القاهرة	1390هـ 1971م
تقريب التهذيب	أحمد بن على بن محمد ابن حجر الكنانى (ت:852هـ)	دارالكتب العربى، مصر، ودار الرشيد، حلب، السورية	1406هـ 1986م
جامع الأصول من أحاديث الرسول	على بن محمد بن محمد ابن الأثير الجزرى (ت:630هـ)	دارالكتب العلمية، بيروت	1987م

1385هـ	مكتبة دار الدعوة،	ابو عيسى محمد بن	جامع الترمذى
1965م	حمص- السورية	عيسى بن سورة	
		الترمذى (ت: 279هـ)	
1406هـ	دار النفائس،	ابو نعيم أحمد بن	دلائل النبوة
1986م	بيروت	عبدالله الأصفهاني	
		(ت: 430هـ)	
	دار الوفاء	الشيخ صفى الرحمن	الرحيق المختوم
	المنصورة، مصر	المباركفورى	
1398هـ	دار المعرفة،	ابو القاسم	الروض الأنف فى
1978م	بيروت	عبدالرحمن بن	تفسير السيرة النبوية
		عبدالله بن أحمد بن	لابن هشام
		ابى الحسن الخثعمى	
		السهيلى (ت: 581هـ)	
1384هـ	المكتب	أبو الفرج جمال	زاد المسير فى علم
1964م	بيروت	الدين عبدالرحمن بن الإسلامى،	التفسير
		على الجوزى	
		(ت: 579هـ)	
1406هـ	مؤسسة الرسالة،	ابن قيم الجوزية: أبو	زاد المعاد فى هدى
1986م	بيروت	عبدالله محمد بن ابى	خير العباد
		بكر (ت: 752هـ)	
1405هـ	المكتب	محمد ناصر الدين	سلسلة الأحاديث
	بيروت	الألبانى (ت: 1420هـ)	الصحيحة
	دار إحياء السنة	ابو محمد عبدالله بن	سنن الدارمى
١٥٠٣هـ	النبوية، القاهرة	عبدالرحمن بن	
		الفضل الدارمى	
		(ت: 255هـ)	

- سنن ابي داود مع أبو سليمان حمد بن نشر و توزيع 1388هـ
 معالم السنن للخطابي محمد بن إبراهيم محمد علي السيد، 1969م
 ط: الأولى البستي الخطابي السورية (ت: 388هـ)
- السنن الكبرى للبيهقي أحمد بن الحسين بن دائرة المعارف 1344هـ
 علي البيهقي العثمانية حيدر 1925م
 ط: الأولى آباء (ت: 458هـ)
- السنن الكبرى ابو عبدالرحمن دار الكتب 1411هـ
 للنسائي أحمد بن شعيب العلمية، بيروت 1991م
 ط: الأولى النسائي (ت: 303هـ)
- سنن ابن ماجه ابو عبدالله محمد بن دارالفكر العربي، 1395هـ
 يزيد ابن ماجه بيروت 1975م
 القزويني (ت: 275هـ)
- سنن النسائي ابو عبدالرحمن احمد دار إحياء التراث 1348هـ
 بن شعيب النسائي العربي، بيروت 1930م
 ط: الأولى (ت: 303هـ)
- السيرة النبوية أبو محمد عبد الملك مكتبة المنار، 1409هـ
 بن هشام بن أيوب الأردن 1988م
 ط: الأولى الحميري (ت: 218هـ)
- السير والمغازي محمد بن إسحاق بن دارالفكر، دمشق 1398هـ
 يسار المطلبي 1987م
 ط: الأولى (ت: 151هـ)
- شرح المواهب اللدنية أبو العباس أحمد بن دارالطباعة 1278هـ
 محمد بن أبي بكر الأميرية، مصر 1861م
 القسطلاني (ت: 923هـ)

شرح النووي على صحيح مسلم	أبو زكريا محي الدين دار الفكر، بيروت	يحيى بن شرف النووي (ت: 676هـ)	١٥٠٦هـ
شعب الإيمان	أحمد بن الحسين بن دارالكتب العلمية، بيروت	علي البيهقي (ت: 458هـ)	1410هـ 1990م ط: الأولى
الشفاء في تعريف حقوق المصطفى	دارالحديث، القاهرة	قاضي عياض	
شمائل النبي	محمد بن عيسى بن دار الغرب	سورة الترمذي (ت: 279هـ)	1421هـ 2000م ط: الأولى
صحيح البخاري	أبو عبدالله محمد بن إسماعيل البخاري	إستانبول، تركيا	1399هـ 1979م
صحيح الجامع الصغير وزيادة صحيح ابن حبان	محمد ناصر الدين الألباني (ت: 1420هـ) دارالكتب العلمية	المكتبة السلفية	1408هـ 1988م 1390هـ
صحيح سنن الترمذي	محمد ناصر الدين الألباني (ت: 1420هـ)	العربي لدول الخليج، الرياض	1408هـ 1988م
صحيح سنن أبي داود	محمد ناصر الدين الألباني (ت: 1420هـ)	العربي لدول الخليج، الرياض	1409هـ 1989م

1407هـ	المكتب	محمد ناصر الدين	صحيح سنن ابن ماجه
1986م	بيروت	الألبانى (ت:1420)	
1409هـ	المكتب	محمد ناصر الدين	صحيح سنن النسائي
		الألبانى (ت:1420هـ)	
1400هـ	رئاسة إدارات	أبو الحسين مسلم بن	صحيح مسلم
1980م	البحوث العلمية	الحجاج القشيري	
	والإفتاء والدعوة	النيسابوري (ت:261هـ)	
	والإرشاد، الرياض		
1388هـ	دار صادر، بيروت	محمد بن سعد بن	الطبقات الكبرى
1968م		منيع البصري (ت:230هـ)	
1985م	مؤسسة الرسالة	أبو عبدالرحمن أحمد	عمل اليوم والليلة
	بيروت	بن شعيب النسائي	
1398هـ	مكتبة الكليات	أحمد بن على بن	فتح الباري شرح
1978م	الأزهرية، القاهرة	محمد ابن حجر	صحيح البخارى
		الكنانى (ت:852هـ)	
1418هـ	دار الشهاب، القاهرة	أحمد بن عبدالرحمن	الفتح الربانى
		الينا	
1401هـ	مؤسسة الرسالة	على بن حسام الدين	كنز العمال من سنن
1981م	بيروت	الهندي	الأقوال والأفعال
1390هـ	مؤسسة الأعلمی،	أحمد بن على بن	لسان الميزان
1970م	بيروت	محمد ابن حجر	
		الكنانى (ت:852)	
1387هـ	دار الكتاب،	مجمع الزوائد و منبع أبو بكر نور الدين على	
1967م	بيروت	بن ابى بكر الهيثمى	الفوائد
		(ت:807هـ)	

المستدرک علی الصحيحين	الحاکم أبو عبدالله محمد بن عبدالله بن محمد النيسابوري (ت: 405هـ)	مكتبة و مطابع النصر الحديثة، الرياض	١٤٠٥هـ
مسند أحمد	ابو عبدالله احمد بن محمد بن حنبل (ت: 241هـ)	المكتب الإسلامي، بيروت	1398هـ 1978م
مسند أحمد	أبو عبدالله أحمد بن محمد بن حنبل (ت: 241هـ)	مصر	1365هـ 1946م
مسند الطيالسي	أبو داود سليمان بن داود بن الجارود الطيالسي (ت: 204هـ)	المنيرية بالأزهر، مصر	1372هـ 1952م
مسند أبي عوانة	أبو عوانة يعقوب بن إسحاق الإسفراييني (ت: 316هـ)	دائرة المعارف العثمانية، حيدر آباد	1385هـ 1965م
المصنف لعبد الرزاق	عبد الرزاق بن همام بن نافع أبو بكر الصنعاني (ت: 211هـ)	منشورات المجلس العلمي والمكتب الإسلامي، بيروت	1392هـ 1972م
المعجم الكبير	ابو القاسم سليمان بن احمد (ت: 360هـ)	إحياء التراث الإسلامي، العراق	1397هـ 1977م
موارد الظمان إلى زوائد ابن حبان	أبو بكر نور الدين علي بن أبي بكر الهيثمي (ت: 807هـ)	دار مكتبة الهلال، بيروت	١٤٠٣هـ

1421هـ	مؤسسة الرسالة	—	الموسوعة الحديثية
2001م	للطباعة والنشر		(مسند أحمد)
	بيروت		
1208هـ	دار إحياء الكتب	أبو السعادات المبارك	النهاية في غريب
	العربية، عيسى	بن محمد ابن الأثير	الحديث والأثر
	البابى الحلبي،	الجزيري (ت: 606هـ)	
	مصر		
1408هـ	دار الكتب	أبو الفرج جمال	الوفا بأحوال
1988م	العلمية، بيروت	الدين عبدالرحمن بن	المصطفى
ط: الأولى		على الجوزي	
		(ت: 579هـ)	
1326هـ	مطبعة الآداب	على بن عبدالله بن	وفاء الوفاء بأخبار دار
1908م	والمؤيد، مصر	أحمد الحسيني	المصطفى
		(ت: 911هـ)	



قال رسول اللہ ﷺ یا خاتم الرسل المبارک صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم یا فخر من طاعت لہ التیوان
حضرت خاتم النبیین (آپ ﷺ) کے سال کے موقع پر فرمایا: اسے خاتم الرسل، آپ برکت اور سعادت کے
جوہر ترقی میں اور تیوان کے لیے جو آپ کی ہدایت کی روشنیوں ہیں۔ (شرح اکبیر لابن قدامہ ۱/۲۳۰)

حقوق النبی ﷺ

تالیف
بیاض علی بن ابی حمزہ محمد بن الحنفیہ

نظر ثانی و اضافہ
ابو حمزہ عمیر الخالی صیدی
علامہ سید احمد رتار

تقریظ
شیخ ابی عبد اللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ

